دردِ فراق

ان تمام مضطرب

اور

بے قرار

دلوں کے نام

جن پر

ہجر و فراق

کے روح فرسا

موسم

اترے

؂ اس کے ہی غم سے تو آج آنکھیں ہوئی ہیں پر آب
ذکر سے جس کے کھل اٹھتے تھے کبھی دل کے گلاب

(انتخاب کلام طاہر)

؂ حسن کی چاندنی سے تابندہ، پھول چہرہ کھلا کھلا سا تھا
خوش تکلّم سا خوش ادا سا تھا، بے تکلّف سا بے ریا سا تھا

(انتخاب کلام طاہر)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن
26. 2. 6

مکرمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ماشاء اللہ آپ کی مؤلفہ کتاب "فراق درد فراق" وصول ہوئی۔ پیش کش اچھی ہے۔ لیکن کئی نظمیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں۔ آپ وہاں مختلف رسالوں سے چیک کروائیں۔ یہاں دفتر سے بھی تلاش کر کے آپ کو بھجوا دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ باقی رسالہ کا عنوان اگر صرف "درد فراق" بھی ہوتا تو کافی تھا۔ بہرحال اچھی محنت ہوئی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام
خاکسار
[signature]
خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل ورحم کے ساتھ

عرض حال اوّل

پیارے آقا کو ہم سے جدا ہوئے گیارہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ خلافت کے زیر سایہ پرورش پانے والی جماعت کے لئے یہ گیارہ برس نہیں بلکہ گیارہ صدیاں تھیں۔ اس دوران فراق محبوب کا جو کربناک تجربہ اہل پاکستان اور خاص کر اہل ربوہ کو ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

جذبات کے اظہار کا قوی اور لطیف ترین ذریعہ شاعری ہے۔ جذبات جب درد کی حدت سے پگھلے تو اشعار کے سانچے میں ڈھل گئے۔ نامہ و پیام کا یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ زیرنظر کتاب میں اس منظوم کلام کو زمانے کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ تاکہ قاری کے سامنے غم فراق کی وہ تمام کیفیات آسکیں جن کا اس عرصے میں بتدریج ارتقاء ہوا۔ شعور غم کی منازل کیونکر طے ہوئیں۔ جذبات کو صبر و رضا کا پیرہن کیسے نصیب ہوا ---

نظمیں اسی طرح شامل کر دی گئی ہیں۔ جس طرح شائع ہوئیں تھیں یا جس طرح ہم تک پہنچیں۔ بعض احباب کی طرف سے اس امر کا اظہار کیا گیا کہ بہت سے اشعار میں وزن وغیرہ کی خامیاں ہیں۔ انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ بہت سی نظمیں ایسے احباب وخواتین نے رقم کیں جو باقاعدہ شاعر نہیں بلکہ صرف شدّت جذبات کی وجہ سے شعر کہنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت قاری ظہور الدین اکمل صاحب نے فرمایا تھا:

آہ و نالہ کبھی پابند بم و زیر نہیں

جن احباب نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین کے سلسلے میں گرانقدر تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

امۃ الشکور ارشد

سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ ربوہ مقامی

ہم سے پوچھو فراق کا عالم

ہم نے فرقت کے دن گذارے ہیں

پیش لفظ اوّل

اپریل 1984 میں جماعت ابتلاء کے ایک اور عظیم دور میں داخل ہوئی ۔قربانیوں کے اس دور میں جماعت کا درد ایک جدا گانہ پہلو بھی لئے ہوئے تھا جو کہ اس سے پہلے آنے والے ابتلاؤں کا حصہ نہیں تھا ۔ ذہنی ،قلبی ، جسمانی اور روحانی تکالیف کے ساتھ ساتھ خلیفہ وقت سے ظاہری دوری کے کربناک احساس نے دلوں میں ایک قیامت بپا کی ہوئی تھی ۔ان لا تعداد واردات قلوب میں سے صرف چند کا اظہار ہو سکا ۔لیکن کہہ نہیں سکتے کہ یہ اظہار بھی حقیقی جذبات سے پوری وفا کر سکا یا نہیں جاننے والے اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ یہ جذبات ایسے نہیں تھے جن کو اظہار کی پوری پوری زبان مل سکتی ۔

شاعری جذبات کے اظہار کا ایک دیرینہ اور موثر ذریعہ ہے ۔خوشی کے جذبات ہوں یا غم کی شدت ، اشعار ان جذبات کے اظہار کے بوجھ کو اٹھانے کی نثر کی نسبت بہت زیادہ سکت رکھتے ہیں ۔ اور ان جذبات کو دوسرے قلوب و اذھان میں منتقل کرنے کی بھی ۔

جماعت کے اس موجودہ دور ابتلاء نے جس طرح سے افراد جماعت کے دلوں میں درد کی ٹیسیں پیدا کی ہیں ۔اس درد کے اظہار نے جہاں پرانے لکھنے والوں کے قلموں کو ایک نئی جلا بخش دی وہاں کئی نئے لکھنے والے بھی پیدا کر دیئے ۔ یہ سب کچھ کسی تصنع کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک طبعی ردّعمل اور اس کا اظہار تھا ۔ اس لئے بے ساختگی اور جذبات کی شدت اس کلام کا خاصہ ہے ۔ایک بات اس درد میں سب سے سوا ہے ۔ یہ درد ایسا نہیں کہ ہمتوں کو پست کر دیتا یا ارادوں کو کمزور کر دیتا بلکہ یہ درد ایسا درد ہے جو کہ ابتداء سے لیکر ہنوز ایک گہرے اطمینان کی کیفیت بھی ہمہ وقت ساتھ لئے ہوئے ہے ۔شاید یہی وہ کیفیت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یہ اطمینان ہے خدا تعالیٰ کی ذات پر توکل کامل کا اور اس پختہ یقین کا کہ خدا تعالیٰ کے سب کام گہری حکمتیں لئے ہوئے ہیں اور یقیناً یہ دور ابتلاء بھی جماعت کے لئے بے انتہاء برکتوں اور فضلوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے ۔ان برکتوں کا ظہور ہم ساتھ ساتھ دیکھ بھی رہے ہیں اور آئندہ بھی اور بہت دیکھیں گے ۔انشاء اللہ ۔

محترمہ امۃ الشکور ارشد صاحبہ سیکرٹری اشاعت لجنہ ربوہ اور ان کے بچوں نے اس موضوع پر اس دور میں یعنی 1984 تا 1994 جماعتی اخبارات و رسائل میں چھپنے والی تمام نظموں کو جمع کیا ہے (بے شمار نظمیں ایسی بھی ہونگی جو شائع نہ ہو سکیں اس لئے ہم انہیں اس مجموعے میں شامل نہیں کر سکے (لجنہ اماء اللہ مقامی انہیں شائع کرنے کی توفیق پا رہی ہے ۔ یہ ایک جماعتی تاریخی امانت ہے ۔ یہ مجموعہ آئندہ آنے والے مورخ

کو جذبات کے دریچہ سے اس دور میں گذرنے والی واردات قلوب کی ایک جھلک دکھائے گا اور آئندہ آنے والی نسلوں کے دلوں کو گرمائے گا۔ خدا کرے کہ پڑھنے والوں کے لئے یہ کلام صرف جذباتی ہیجان کا موجب نہ ہو بلکہ دلوں کے درد کو دعاؤں میں ڈھالنے والا ثابت ہو۔ اور خدا کرے کہ ہجر کا یہ دور جلد ختم ہو اور مرغان خوش نوا نالہ ہائے درد کی بجائے نغمہ ہائے وصل الاپنے لگیں۔ آمین۔

خاکسار

طاہرہ صدیقہ ناصر

صدر لجنہ اماءاللہ ربوہ مقامی

ہارٹلے پول ۔ انگلستان

7.8.94

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال ثانی

انسانی جذبوں کی معراج محبت ہے اور اس عالم رنگ و بو میں جب محبت محض خدا کی خاطر ہو تو اس محبت میں خدا کی محبت بھی شامل ہو جاتی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعد جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت سے نوازا ہے اور جو بھی وجود مسند خلافت پر متمکن ہوتا ہے. اس کے ہاتھ پر جماعت کے افراد مرد و زن، پیرو جواں، بیعت کرنے کے بعد محض خدا کی خاطر اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور یہ محبت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اپنی آل اولاد اور عزیز و اقارب اور پیاروں کی محبت پر بھی حاوی ہو جاتی ہے۔ برصغیر کے احمدیوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد سے خلافت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ کے انتخاب تک اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ خلافت دیارِ غیر میں ہو گی اور امام کو وطن سے باہر زندگی گزارنا پڑے گی اور یہاں کے احمدی انکی جسمانی رفاقت سے الگ بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ایسی حکومتیں بھی آئیں جنہوں نے انسانی حقوق کی تمام حدوں کو پامال کرتے ہوئے انسانیت کی توہین کی اور جماعت احمدیہ کو پہلے غیر مسلم اقلیت اور پھر اسکے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا۔ چنانچہ خلیفۂ وقت کو یہاں سے مجبوراً ہجرت کرنا پڑی۔ دوری کے یہ لمحے پاکستان کے احمدیوں کے لئے سوہان روح تھے۔ قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کو برطانیہ میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ آپکی فرقت اور جدائی نے عشاق کے قلبی جذبات کو نئی زبان دی۔ خون دل کبھی آنسوؤں کی آب جو بنا اور کبھی جذبات نے شعروں کا روپ دھارا۔ اس طرح ایک معروف احمدی شاعر کے یہ شعر احباب کے گداز سینوں کی تعبیر بنے رہے۔

؎ آنسو سے بڑا کوئی مصور نہیں عابد
جو خون سے جذبات کی تصویر بنائے

اور

؎ جب کبھی درد کی حدت سے پگھل جاتی ہے
زندگی سانچۂ اشعار میں ڈھل جاتی ہے

وہ احمدی جنہوں نے زندگی بھر کبھی ایک شعر بھی نہیں کہا تھا شاعر ہوگئے۔ اور ہجر و فراق کے طویل دور نے اشعار کی زبان اختیار کر لی اور جو صاحب دل تھے انکی فکر کیلئے تو ہجر کی گھڑیوں نے ویسے ہی مہمیز کا کام دیا اور نہایت خوبصورت نظم و غزل منظر عام پر آئی۔ اردو شاعری میں مرثیے کی روایت عربی اور فارسی شاعری سے آئی ہے۔ غزل میں محبوب کے فراق اور جدائی کے مضامین کو فارسی اور اردو شعراء نے اختیار کیا ہے لیکن ایک روحانی وجود کی محض جسمانی دوری پر اتنی خوبصورت نظم اور غزل بہت کم دیکھنے میں ملے گی۔ اور یہ روایت خالصتاً احمدی ادب کی روایت ہے۔

''دردِ فراق'' ایسی ہی شاعری کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایسی بہت سی نظمیں شامل ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے 1984 میں لندن ہجرت کر جانے کے بعد احمدی شعراء کی فکر کا محور رہی ہیں۔ اس مجموعے کے نقش اول میں وہ تمام منظومات شامل ہیں جو 1994 تک جماعت کے اخبارات اور رسائل میں طبع ہوئیں یا اس مختصر کتاب کے مرتبین کو میسر آئیں۔
جب یہ مجموعہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس کے مرتب کنندگان کو توجہ دلائی کہ اس میں بہت سی منظومات شائع ہونے سے رہ گئی ہیں۔ چنانچہ اس پر نظر ثانی کی گئی، نیز حضورؒ نے اس کے نام میں

تبدیلی کی طرف بھی توجہ دلائی اب جب کہ نقش ثانی طبع ہو رہا ہے تو یہ ''دردفراق'' کے نام سے شائع ہو گا جبکہ پہلے اس کا نام ''فراق دردفراق'' تھا۔ اب ''دردفراق'' کے اس نقش ثانی میں 1994 تا2003 تک کی منظومات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس مجموعۂ نظم کو مرتب کرتے وقت زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہجر و فراق کے لمحے جوں جوں طویل ہوتے رہے جذبات کی کیفیات میں کیا تبدیلی آئی اور وہ محسوسات میں کس طرح ڈھلی اور کس طور اشعار میں اتری۔ کس طرح ہجر کے طویل لمحات کی اداسیاں رفتہ رفتہ گہرے غم میں بدلتی گئیں۔ شاید اسی کا نام محبت ہے

''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی''

کسی نے کہا

؎ ہر آنکھ اشک ریز ہے تیرے فراق میں
ہر لب پہ سرد آہ ہے دھڑکن اداس ہے۔

محبّان اپنے محبوب کے حال سے واقف تھے تو محبوب ان کے حال دل سے آشنا ۔غرض عجب محبت کے سوتے تھے کہ دونوں طرف سے رہ رہ کر پھوٹ رہے تھے۔ اس مجموعۂ کلام میں بعض باریک بین لوگ شاید شعروں میں سے بعض کے اوزان پر انگلی اٹھائیں لیکن یہ محبت کے نغمات ہیں اگر وزن نہیں تو کیا ہوا محبت کے چشمے تو بہہ رہے ہیں۔

؎ اے محبّت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم بَرَہِ یار تو یکساں کردی

(درثمین فارسی صفحہ 217)

لجنہ اماء اللہ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اس مجموعۂ نظم کو پیش کر رہی ہے۔ وہ مقدس وجود اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

اس کی روح اپنے رب کریم سے وصال پا کر خوش ہے لیکن ہجر کا جو زخم ان ہجر زدوں کے سینے پر ہے وہ تازہ ہے اور تازہ ہی رہے گا۔ کہ جب وہ باچشم نم اس دیار محبت سے رخصت ہوا تھا تو کسے خبر تھی کہ دیار غیر کی مٹی ہی اس کا ابدی گھر بننے کا اعزاز پائے گی، اور اُس کی یاد میں آنکھوں سے قطرات محبت ٹپکتے ہی رہیں گے، اور اس کی یادیں ہجر زدوں کے دلوں میں ہمیشہ ہی اس کے فراق کے غم کو تازہ رکھیں گی۔ خدا کرے کہ محبتوں کا یہ سفر جس طرح جانے والے کے ساتھ جاری رہا آنے والے کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر جاری رہے۔ آمین

کتاب ھٰذا کے پہلے ایڈیشن "فراق درد فراق" میں جو اغلاط تھیں اُن کی درستگی کی کوشش کی گئی ہے۔ شاعرات سے ذاتی رابطہ کیا گیا اور اصل حوالہ جات ڈھونڈ کر اِن نظموں کی ترتیب درست کی گئی ہے۔ تمام نظموں کی سَن کے لحاظ سے ترتیب کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

خاکسار

وقارالنساء

سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ ربوہ

14.6.04

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ ثانی

سرور کونین فخر دو عالم خاتم الانبیاء ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انسانوں سے بڑھ کر ابتلاؤں کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ آپ کو اور ہر طرح کی آزمائش کے علاوہ اپنی محبوب بستی کو چھوڑنے کا ابتلاء بھی درپیش آیا۔ اپنی محبوب بستی مکہّ کو چھوڑتے ہوئے یہی فرمایا

''اے مکہّ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے''

(سیرت خاتم النبین ﷺ صفحہ 240)

اپنے آقا و مطاع کی طرح ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی آزمائش سے دوچار کیا۔ صرف اور صرف خدائے واحد کی خاطر آپ نے بھی اپنی محبوب بستی، گھر بار، عزیز و اقارب، پاکستان کی محبوب جماعت سب کو الوداع کہا اور پردیس میں خدا کی راہ میں اپنی جان کا ہر ذرّہ ہر لمحہ فدا کرتے رہے۔ صبر و رضا کی کامل تصویر بنے رہے اور جماعت کو بھی اسی صبر و ہمت کی تلقین فرماتے رہے۔ لیکن خدا کی خاطر صبر کرنا اور چیز ہے اور بشریت کے تقاضوں کے تحت غم محسوس کرنا اور بات ہے۔ اپنی بے انتہا حساّس اور محبت کرنے والی طبیعت کے باعث حضور رحمہ نے اس غم کو بہت ہی محسوس فرمایا اور پھر اپنا غم تو اپنی جگہ رہا، اپنی محبوب جماعت کو جدائی کے جس غم کا سامنا تھا اسکی تکلیف اور قلق آپکے اپنے ذاتی غم پر بھی حاوی ہو جاتا تھا۔

صد سالہ جشن تشکر کا موقعہ آیا تو فرمایا:۔

" پاکستان کے احمدی خصوصاً اہل ربوہ اس موقعہ پر بہت یاد آئیں گے۔ لیکن مجھے زیادہ اس بات کی بے قراری ہے کہ مجھے وہ بہت یاد کریں گے "

ہر لمحہ اپنے دل میں اہل ربوہ اور اہل پاکستان کی تصویر بٹھائے رکھتے اور انکے غم کو اپنے دل میں زندہ رکھتے۔ فرمایا

" اہل ربوہ کیلئے بڑے درد سے دعا کرتا ہوں "

اور پھر ہر طریق سے اپنے پیاروں کی دلداریاں کرتے۔ اپنے خطوں سے، اپنے منظوم کلام سے، اپنے خطبات سے، اور کبھی تحائف بھیج بھیج کر اور کبھی محبت بھرے پیغامات بھجوا کر اُن کی دلداری فرماتے اور کبھی اُن کا حال یوں پوچھتے

" اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن "

کبھی اہل وطن کے محبت بھرے خطوط آتے، انہیں پڑھتے ہوئے آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں اور پھر اپنے ہی درد بھرے اشعار گنگنا کر اپنے دل کا غم ہلکا کرتے۔

بعض اوقات جب یہ بے قراری بہت بڑھ گئی تو فرمایا:۔

" ربوہ کیلئے دل بہت بیقرار ہے دیکھیں اللہ کی تقدیر کب واپسی کا فیصلہ فرماتی ہے "

ربوہ کے ذکر پر غالب کے کلکتہ کی یاد میں کہے ہوئے شعر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" اس غریب کو کیا پتہ تھا کہ

"ربوہ بھی ایک شہر ہے عالم میں انتخاب"

لیکن اپنے سارے غم کو سینے میں چھپائے خدا کا یہ عاجز بندہ کامل رضا و نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ اِنَّا للہ وَ اِنَّا الیہ رَاجِعُون۔ اے خدا عرش بریں پر ہمارے اس پیارے امام کے درجات ہمیشہ بڑھاتا چلا جا اور اپنی رضا کی

جنتوں میں اس درد فراق کے بہت اعلیٰ میٹھے پھل انہیں عطا فرما۔ آمین۔ اپنے منظوم کلام میں جا بجا حضور رحمہ نے اپنے پیاروں سے والہانہ محبت اور اپنے درد کا ایسا اظہار فرمایا ہے کہ دل ایک ایک شعر پر تڑپ اٹھتا ہے

چشم حزیں میں آ تو بسے ہو میرے حبیب
کیوں پھر بھی میری دید کا مسکن اداس ہے

اس مجموعہ میں حضور رحمہ کی وہ تمام نظمیں بھی شامل ہیں جو آپ نے اس "درد فراق" کے اظہار میں ارشاد فرمائیں۔

جیسا کہ عرض حال میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ کی زندگی میں 1984 تا 1994 کے دور پر مشتمل نظموں کا شائع ہوا جسے حضور رحمہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور رحمہ نے کتاب کا نام "فراق درد فراق" کے بجائے "درد فراق" تجویز فرمایا

اس دوسرے ایڈیشن مین نا صرف یہ کہ پہلے ایڈیشن میں ہونے والی کتابت اور کمپوزنگ کی غلطیوں کو درست کیا گیا ہے بلکہ اُس دور کی شائع نہ ہو سکنے والی نظمیں بھی شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ اس ایڈیشن کا پہلا حصہ ہے جس میں صرف ایسی نظمیں شامل ہیں۔ جن میں فرقت کا اظہار ہے۔ اس کا حصہ دوم بعد میں طبع کروایا جائیگا۔ جس میں M.T.A پر حضور رحمہ سے محبت وعقیدت اور فرقت کا اظہار، نیز اسکے بعد کے سالوں میں حضور رحمہ کی علالت اور وفات پر شائع ہونے والا احمدی شعراء کا کلام شامل کیا جائے گا۔ ہجر کے دور کے شیریں اثمار میں سے MTA کا ثمر ایک غیر معمولی انعام خداوندی ہے۔ جسے ہجر کے ماروں نے نہایت محبت وتشکر اور خوشی کے اظہار کے ساتھ قبول کیا۔

جنانچہ اس دور میں پیدا ہونے والے احمدی شعراء کا کلام بھی اسی مضمون کا تسلسل ہے۔

لیکن کتاب کی ضخامت زیادہ ہونے کے باعث ہم اس حصے میں اسے شامل نہیں کر سکے۔ اس کلام پر مشتمل حصہ دوم انشاء اللہ بعد میں شائع کیا جائے گا۔

اس ایڈیشن کی تیاری اور تدوین و نظر ثانی کے کام میں عزیزہ محترمہ وقار النساء اہلیہ مکرم منیر احمد بسمل صاحب سیکرٹری اشاعت لجنہ ربوہ، عزیزہ مکرمہ راشدہ انور اہلیہ مکرم مرزا محمد انور صاحب، مکرمہ و محترمہ محمودہ اختر صاحبہ اہلیہ مکرم و محترم نصر اللہ خان ناصر صاحب نے بہت محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کارکنات کو نیز اُن کارکنات کو جنہوں نے کسی بھی رنگ میں اس کتاب کی تدوین میں مدد کی ہے۔ جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق دے۔ آمین ۔ خاکسار نظارت اشاعت کی بھی بہت ممنون ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہر طرح کی معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

طاہرہ صدیقہ ناصر

صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ

14-6-04

پیغام آرہے ہیں کہ مَسکن اُداس ہے
طائر کے بعد اس کا نشیمن اُداس ہے

اک باغباں کی یاد میں سَرو و سَمن اُداس
اہل چمن فسُردہ ہیں گلشن اُداس ہے

نرگس کی آنکھ نم ہے تو لالے کا داغ اُداس
غنچے کا دل حزیں ہے تو سوسن اُداس ہے

ہر موجِ خونِ گل کا گریباں ہے چاک چاک
ہر گل بدن کا پیرہنِ تن اُداس ہے

آزُردہ گل بہت ہیں کہ کانٹے ہیں شاد کام
بَرقِ تپاں نہال، کہ خِرمَن اُداس ہے

سینے پہ غم کا طُور لئے پھر رہا ہے کیا
موسیٰ پلٹ کے وادیٔ اَیمن اُداس ہے

بس نامہ بر اب اتنا تو جی نہ دکھا کہ آج
پہلے ہی دل کی ایک اِک دھڑکن اُداس ہے

بَن باسیوں کی یاد میں کیا ہوں گے گھر اُداس
جتنا کہ بَن کے باسیوں کا من اُداس ہے

مجنوں کا دشت اُداس ہے صحنِ چمن اُداس
صحرا کی گود لیلیٰ کا آنگن اُداس ہے

چشمِ حزیں میں آ تو بسے ہو مَرے حبیب
کیوں پھر بھی میری دید کا مسکن اُداس ہے

گھبرا کے دردِ ہجر سے اے میہمانِ عشق
جس من میں آ کے اترے ہو وہ مَن اُداس ہے

آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی تھم نہیں رہی
آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون اُداس ہے

بس یادِ دوست اور نہ کر فرشِ دل پہ رقص
سن! کتنی تیرے پاؤں کی جھانجھن اُداس ہے

لو نغمہ ہائے دردِ نہاں تم بھی کچھ سنو
دیکھو نا! میرے دل کی بھی راگن اُداس ہے

﴿کلام طاہر﴾

دیارِ مغرب سے جانے والو دیار مشرق کے باسیوں کو
کسی غریبُ الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

ہمارے شام و سحر کا کیا حال پوچھتے ہو کہ لمحہ لمحہ
نصیب ان کا بنا رہے ہیں تمہارے ہی صبح و شام کہنا

تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں میرے مقدر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر کی مَے سے ہی میرا بھرتا ہے جام کہنا

الگ نہیں کوئی ذات میری تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی مُعَنون ہے زیست کا انصرام کہنا

اے میرے سانسوں میں بسنے والو! بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا

تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے، میری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تَر ہیں ، میرے سجود و قیام کہنا

تمہیں مٹانے کا زُعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی ، کرے گا رسوائے عام کہنا

خدا کے شیرو! تمہیں نہیں زیب خوف جنگل کے باسیوں کا
گرجتے آگے بڑھو کہ زیرِ نگیں کرو ہر مُقام۔ کہنا

بساط دنیا الٹ رہی ہے، حسین اور پائیدار نقشے
جہانِ نو کے ابھر رہے ہیں، بدل رہا ہے نظام۔ کہنا

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر
نشانِ فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

بڑھے چلو شاہراہ دین متیں پہ دَرّانا، سائباں ہے
تمہارے سر پر خدا کی رحمت قدم قدم گام گام کہنا

﴿کلام طاہر﴾

ہم نے تو آپ کو اپنا اپنا کہہ کر لاکھ بلا بھیجا
اس پر بھی آپ نہیں آئے آپ اپنے ہیں کہ پرائے ہیں

اب کس کو بھیج بلائیں گے، کیسے سینے سے لگائیں گے
مر کر بھی کوئی لوٹا ہے، سائے بھی کبھی ہاتھ آئے ہیں

﴿انتخاب کلام طاہر﴾

آئے وہ دن کہ ہم جن کی چاہت میں گنتے تھے دن اپنی تسکین جان کے لئے
پھر وہ چہرے ہویدا ہوئے جن کی یادیں قیامت تھیں قلبِ تپاں کے لئے

جن کے اخلاص اور پیار کی ہر ادا، بے غرض، بے ریا، دلنشیں، دلربا
بے صدا جن کی آنکھوں کا کرب و بلا، کربلا ہے دلِ عاشقاں کے لئے

پیار کے پھول دل میں سجائے ہوئے، نورِ ایماں کی شمعیں اٹھائے ہوئے
قافلے دور دیسوں سے آئے ہوئے، غمزدہ اک بدیس آشیاں کے لئے

دیر کے بعد اے دور کی راہ سے آنے والو! تمہارے قدم کیوں نہ لیں
میری ترسی نگاہیں کہ تھیں منتظر، اک زمانے سے اس کارواں کے لئے

پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں، اور کشادہ ترقی کی راہیں کریں
آرزوئیں میری جو دعائیں کریں، رنگ لائیں میرے میہماں کے لئے

میرے آنسو تمہیں دیں رَمِ زندگی، دور تم سے کریں ہر غمِ زندگی
میہماں کو ملے جو دَمِ زندگی، وہی امرت بنے میزباں کے لئے

نور کی شاہراہوں پہ آگے بڑھو، سال کے فاصلے لمحوں میں طے کرو
خوں بڑھے میرا تم جو ترقی کرو، قرۃ العین ہو سارباں کے لئے

تم چلے آئے میں نے جو آواز دی، تم کو مولا نے توفیق پرواز دی
پر کریں، پَر شکستہ وہ کیا جو پڑے رہ گئے چشمکِ دشمناں کے لئے

میری ایسی بھی ہے ایک رودادِ غم، دل کے پردے پہ ہے خون سے جو رقم
دل میں وہ بھی ہے اک گوشۂ محترم، وقف ہے جو غمِ دوستاں کے لئے

یاد آئی جب ان کی گھٹا کی طرح، ذکر ان کا چلا نم ہوا کی طرح
بجلیاں دل پہ کڑکیں بلا کی طرح، رُت بنی خوب آہ و فغاں کے لئے

پھر اُفق تا اُفق ایک قوسِ قزح، ان کے پیکر کا آئینہ بن کر سجی
اک حسین یاد لے جیسے انگڑائیاں عالمِ خواب میں خُفتگاں کے لئے

ہر تصور سے تصویر اُبھرنے لگی، نام بن کر زباں پر اترنے لگی
ذکر اتنا حسیں تھا کہ ہر لفظ نے فرط الفت سے بوسے زباں کے لئے

ان کی چاہت میرا مدعا بن گیا، میرا پیار ان کی خاطر دعا بن گیا
بالیقیں ان کا ساتھی خدا بن گیا، وہ بنائے گئے آسماں کے لئے

حبس کیسا ہے میرے وطن میں جہاں پا بہ زنجیر ہیں ساری آزادیاں
ہے فقط ایک رَستہ، جو آزاد ہے، یورشِ سیلِ اشکِ رواں کے لئے

ایسے طائر بھی ہیں جو کہ خود اپنے ہی آشیانے کے تنکوں میں محصور ہیں
ان کی بگڑی بنا میرے مشکل کُشا، چارہ کر کچھ غمِ بیکساں کے لئے

بن کے تسکین خود ان کے پہلو میں آ، لاڈ کر، دے انہیں لوریاں، دل بڑھا
دور کر بَد بَلا، یا بتا کتنے دن اور ہیں صبر کے امتحاں کے لئے؟

﴿کلام طاہر﴾

پورب سے چلی پُرنَم پُرنَم بادِ رَوح و ریحانِ وطن
اڑتے اڑتے پہنچے پچھّم سُندَر سُندَر مُرغانِ وطن
برکھا برکھا یادیں امڈیں، طوفاں طوفاں جذبے اٹھے
سینے پہ بلائیں برسانے، لپکے باد و بارانِ وطن
آ بیٹھ مسافر پاس ذرا، مجھے قصہ اہل درد سنا
ان اہل وفا کی بات بتا، ہیں جن سے خفا سُکّانِ وطن
اور ان کی جان کے دشمن ہیں جو دیوانے ہیں جان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا۔ کس حال میں ہیں یارانِ وطن

سو بسم اللہ جو کوئے دار سے چل کر سوئے یار آئے
سر آنکھوں پر ہر راہِ خدا کا مسافر، سو سو بار آئے
لیکن یہ سب کے نصیب کہاں، ہر ایک میں کب یہ طاقت ہے
کہ پیار کی پیاس بجھانے کو وہ سات سمندر پار آئے
میں اب سمجھا ہوں وہ کیفیت کیا ہوتی ہے جب دل کو
ہر دور افتادہ اُوَیس پہ لختِ جگر سے بڑھ کر پیار آئے
ان مجبوروں کا حال بھلا کیا جانیں تن آسانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

تو جور و جفا کی نگری، صبر و وفا کے دیس سے آیا ہے
ہے تجھ پہ عیاں مرے پیاروں پر غیروں نے ستم جو ڈھایا ہے
آنکھوں میں رقم شکووں کی کتھا، آہوں میں بجھے نالوں کی صدا
کیا میرے نام یہی ہیں بتا جو تو سندیسے لایا ہے؟
مرے محبوبوں پر صبح و مسا، پڑتی ہے کیسی کیسی بلا
مری روح پہ، برسوں بیت گئے ان اندیشوں کا سایہ ہے
کیا ظلم و ستم رہ جائیں گے اب دنیا میں پہچانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

ظالم بدبخت کا نام نہ لے، بس مظلوموں کی باتیں کر
حاکم کا ذکر نہ چھیڑ، آزردہ محکوموں کی باتیں کر
وہ جن سے للہ بیر ہوئے، جو اپنے وطن میں غیر ہوئے
ان تختہ مشق ستم مجبوروں محروموں کی باتیں کر
جیلوں میں رضائے باری کے جو گہنے پہنے بیٹھے ہیں
ان راہ خدا کے اسیروں کی، ان معصوموں کی باتیں کر
وہ جن کی جبینوں کے انوار سے روشن ہیں زندانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

کیا اب بھی عوام وہاں، جب بگڑیں بھاگ اذانیں دیتے ہیں
سیلاب تھپیڑے ماریں تو سب جاگ اذانیں دیتے ہیں
کیا اب بھی سفید مَناروں سے نفرت کی مُنادی ہوتی ہے
دھرتی کے نصیب اجڑتے ہیں جب ناگ اذانیں دیتے ہیں
بُلبُل کو دیس نکالا ہے اور زاغ و زَغن سے یارانے
ہر سَمت چَمن کی منڈیروں پر کاگ اذانیں دیتے ہیں
محروم اذاں گر ہیں تو فقط مُرغانِ خُوش اِلحانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

اک ہم ہی نہیں چھنتے چھنتے جن کے سب حق معدوم ہوئے
رفتہ رفتہ آزادی سے سب اہل وطن محروم ہوئے
چلتا ہے وہاں اب کاروبار پہ سکہ نوکر شاہی کا
اور کالے دھن کی فراوانی سے سب دھندے مجذوم ہوئے
آزاد کہاں وہ ملک جہاں قابض ہو سیاست پر ملا
جو شاہ بنے بے تاج بنے، جو حاکم تھے محکوم ہوئے
اور گھر کے مالک ہی بن بیٹھے باوردی دربان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

سورج ہی نہیں ڈوبا اک شب سب چاند ستارے ڈوب گئے
بحر ظلمات کی طغیانی میں نور کے دھارے ڈوب گئے
وہ نفرت کا طوفان اٹھا، ہر شہر سے امن و امان اٹھا
جلب زر کا شیطان اٹھا، مفلس کے سہارے ڈوب گئے
اے قوم ترا حافظ ہو خدا، ٹالے سر سے ہر ایک بلا
تا حد نظر سیل عصیاں، ہر سمت کنارے ڈوب گئے
بے کس بے بس کیا دیکھ رہی ہے اب چشمِ حیرانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

اُس رحمتِ عالم ابر کرم کے یہ کیسے متوالے ہیں
وہ آگ بجھانے آیا تھا، یہ آگ لگانے والے ہیں
وہ والی تھا مسکینوں کا، بیواؤں اور یتیموں کا
یہ ماؤں بہنوں کے سر کی چادر کو جلانے والے ہیں
وہ جود و سخا کا شہزادہ تھا بھوک مٹانے آیا تھا
یہ بھوکوں کے ہاتھوں کی روٹی چھین کے کھانے والے ہیں
یہ زر کے پجاری بیچنے والے ہیں دین و ایمان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر، مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی
ہر مکر انہی پہ الٹے گا، ہر بات مخالف جائے گی
بالآخر میرے مولا کی تقدیر ہی غالب آئے گی
جیتیں گے ملائک، خائب و خاسر ہو گا ہر شیطان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

اک روز تمہارے سینوں پر بھی وقت چلائے گا آرا
ٹوٹیں گے مان تکبر کے بکھریں گے بدن پارہ پارہ
مَظلوموں کی آہوں کا دھواں ظالم کے اُفق گہنا دے گا
نمرود جَلائے جائیں گے دیکھے گا فلک یہ نظارہ
کیا حال تمہارا ہوگا جب شداد ملائک آئیں گے
سب ٹھاٹھ دھرے رہ جائیں گے جب لاد چلے گا بنجارا
ظالم ہوں گے رسوائے جہاں، مظلوم بنیں گے آن وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

﴿کلام طاہر﴾

ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، دید کے ترسوں کی
ہم آمنے سامنے بیٹھیں گے تو فرط طرب سے دونوں کی
آنکھیں ساون برسائیں گی اور پیاس بجھے گی برسوں کی
تم دور دور کے دیسوں سے، جب قافلہ قافلہ آؤ گے
تو میرے دل کے کھیتوں میں، پھولیں گی فصلیں سرسوں کی
یہ عشق و وفا کے کھیت رضا کے خوشوں سے لد جائیں گے
موسم بدلیں گے، رت آئے گی ساجن! پیار کے درسوں کی
مِرے بھولے بھالے حبیب مجھے لکھ لکھ کر کیا سمجھاتے ہیں
کیا ایک انہی کو دکھ دیتی ہے، جدائی لمبے عرصوں کی؟
یہ بات نہیں وعدوں کے لمبے لیکھوں کی، تم دیکھو گے
ہم آئیں گے، جھوٹی نکلے گی، لاف خدا ناترسوں کی
دور ہوگی کلفت عرصوں کی
اور پیاس بجھے گی برسوں کی
ہم گیت ملن کے گائیں گے
پھولیں گی فصلیں سرسوں کی

﴿کلام طاہر﴾

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرے
جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ دل ایسا دکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

﴿کلام طاہر۔ ۱۹۸۹ء﴾

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوش جدائی میں پلا ہے

غم دے کہ کسے فکرِ مریضِ شبِ غم ہے
یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے

یہ کس نے مرے درد کو جینے کی طلب دی
دل کس کے لئے عمر خضر مانگ رہا ہے

ہر روز نئے فکر ہیں، ہر شب ہیں نئے غم
یا رب یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتار بلا ہے

کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتہ جاں سب سے سوا ہے

آجاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز
یہ سلسلۂ ربطِ بَہم صُبح و مسا ہے

اے تنگیٔ زنداں کے ستائے ہوئے مہمان
وا چشم ہے، دل باز، درِ سینہ کھلا ہے

تم نے مری جلوت میں نئے رنگ بَھرے ہیں
تم نے مری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے

تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے ہی مری نقرئی صبحوں میں ضیاء ہے

کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے! کہ اک حشر بپا ہے

یادوں کے مسافر ہو تمناؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دل، پھر بھی وہی ایک خلا ہے

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

یا رب یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے

گُم گشتہ اسیرانِ رَہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے

جس رہ میں وہ کھوئے گئے اس راہ پہ گدا ایک
کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے

خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں کا کسی سے
میں تیرا ہوں، تو میرا خدا، میرا خدا ہے

﴿کلام طاہر۔ جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۹۱ء﴾

یہ دل نے کس کو یاد کیا، سپنوں میں یہ کون آیا ہے
جس سے سپنے جاگ اٹھے ہیں، خوابوں نے نور کمایا ہے

جب مالی داغِ جدائی دے، مُرجھا جاتے ہیں گل بُوٹے
دیکھیں فرقت نے کیسے پُھول سے چہروں کو کملایا ہے

یہ کون ستارہ ٹوٹا جس سے سب تارے بے نور ہوئے
کس چَندرمَا نے ڈوب کے اتنے چاندوں کو گہنایا ہے

﴿انتخاب کلام طاہر﴾

ان کو شکوہ ہے کہ ہجر میں کیوں تڑپایا ساری رات
جن کی خاطر رات لٹا دی، چَین نہ پایا ساری رات

ان کے اندیشوں میں دل نے کیسے کیسے گھبرا کر
سینے کے دیوار و در سے سر ٹکرایا ساری رات

خوب سجی یادوں کی محفل مہمانوں نے تاپے ہاتھ
ہم نے اپنا کوئلہ کوئلہ دل دہکایا ساری رات

اُن سے شکوہ کیسا جن کی یاد نے بیٹھ کے پہلو میں
ساری رات آنکھوں میں کاٹی، درد بٹایا ساری رات

اُن سے شکایت کس منہ سے ہو جن کے ہوں احسان بہت
جِن کی کُومَل یاد نے دکھتا دل سہلایا ساری رات

گرد آلود تھا پتّہ پتّہ، کلی کلی کُملائی ہوئی
ٹوٹ کے یادیں برسیں، ہر بوٹا نہلایا ساری رات

روتے روتے سینے پر سَر رکھ کر سو گئی ان کی یاد
کون پیا تھا؟ کون پریمی؟ بھید نہ پایا ساری رات

وہ یاد آئے جن کے آنسو تھے غم کی خاموش کتھا
میرے سامنے بیٹھ کے روئے، دکھ نہ بتایا ساری رات

وہ یاد آئے جن کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہ تھا
سُوجے نَین دکھائے اپنے اور رُلایا ساری رات

بچے بھوکے ،گریاں ترساں، دِیپک کی لَو لَرزاں لَرزاں
کٹیا میں افلاس کے بھوت کا ناچا سایہ ساری رات

اوروں کے دکھ درد میں تو کیوں ناحق جان گنواتا ہے
تجھ کو کیا کوئی بے شک تڑپے، ماں کا جایا ساری رات

صبحِ صادق پر صدیقوں کا ایمان نہیں ڈولا
اندھی رات کے گھور اندھیروں نے بہکایا ساری رات

راتوں کو خدا سے پیار کی لَو اور صبح بتوں سے یارانے
نادان گنوا بیٹھے دن کو جو یار کمایا ساری رات

﴿کلام طاہر۔جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۹۰ء﴾

لاکھوں مرے پیارے تری راہوں کے مسافر
پھرتے ہیں ترے پیار کو سینوں میں بسا کے

میں ان سے جُدا ہُوں مجھے کیوں آئے کہیں چین
دل منتظر اُس دِن کا کہ ناچے اُنہیں پا کے

﴿انتخاب کلام طاہر﴾

آقا! ترے بغیر یہ گلشن اُداس ہے
ماحول بھی اُداس ہے کہ من اُداس ہے
فتنوں کی شورشوں سے نہیں مضطرب یہ دل
ہاں آنکھ بے کئے ترا درشن اُداس ہے
ہجر و فراق یار کا عالم نہ پوچھئے
آئینہ دل کا، روح کا درپن اُداس ہے
خوردو کلاں کے سینے ہیں صدیوں کا غم لئے
پیری فسردہ دل ہے کہ بچپن اداس ہے
تیرے بغیر رونق بزم چمن نہیں
سرو و سمن اُداس ہیں تو بچپن اُداس ہے
اہل وفا کے جذبے ہیں یکسانیت لئے
ایواں ہو یا غریب کا مسکن اُداس ہے
محروم دید سے مری آنکھیں ہیں اشکبار
لالے کا داغ دل میں ہے دھڑکن اُداس ہے
اہل چمن پہ بار ہے خاموشیوں کا بوجھ
اے عندلیبِ خوش نوا! گلشن اُداس ہے

تجھ کو ترے ہی جذبۂ پرواز کی قسم
اب جلد لوٹ آ کہ نشیمن اُداس ہے۔
افسردہ ہیں مکاں بھی مکینوں کا ذکر کیا
دیوار و در اداس ہیں آنگن اداس ہے
بستی کا اپنی حال نہ پوچھو کہ آج کل
محبوب کے فراق میں برہمن اُداس ہے
ہر ایک دل سے اُٹھتی ہے بس ایک ہی پکار
''موسیٰ پلٹ کے وادیٔ ایمن اُداس ہے''

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

وہ لے گئے قرار مرے دل کا دیکھیے
تھا جن پہ انحصار مرے دِل کا دیکھیے

جب جی رہا تھا آپ نہ تشریف لا سکے
اب آیئے مزار مرے دِل کا دیکھیئے

﴿محمد شفیع اشرف﴾

ہمارے آقا! تمہیں ہماری محبتوں کا سلام پہنچے
دلوں کے جذبوں، نظر کی بے تاب چاہتوں کا سلام پہنچے
ترے غلاموں کے آنسوؤں کا، عقیدتوں کا سلام پہنچے
وفا کی ساری نزاکتوں کا، صداقتوں کا سلام پہنچے
لرزتے ہونٹوں پہ تھرتھراتی ہوئی تمنائیں کہہ رہی ہیں
دعائے سحری کی خوشبوؤں کا، لطافتوں کا سلام پہنچے
جدائی میں آپ کی جو بیتی ہیں ہم پہ قہر و غضب کی گھڑیاں
انہی جدائی کی ساعتوں کا، قرابتوں کا سلام پہنچے
جو دیں کی خاطر فنا ہوئے ہیں، جو عشق سے آشنا ہوئے ہیں
انہیں کے گل رنگ پیرہن کا، شہادتوں کا سلام پہنچے
جو اس کڑے وقت میں رفاقت کے درد سے آشنا ہوئے ہیں
انہیں صداقت کی منزلوں کا، رفاقتوں کا سلام پہنچے
تمہارے صبر و رضا نے بخشا ہمیں نیا عزمِ جانفشانی
تمہیں توکّل کی لذتوں کا، سعادتوں کا سلام پہنچے
ہماری صبحیں، ہماری شامیں تمہاری آمد کی منتظر ہیں
تمہارے صبح و مسا کو اپنی اطاعتوں کا سلام پہنچے

ہے آپ کی دید عید اپنی، ہے آپ کی یاد دل کا درماں
اے مردِ طاہر تجھے ہماری عقیدتوں کا سلام پہنچے
ہماری ہستی کا لمحہ لمحہ تمہارے احکام پر تصدق
تمہیں منیؔرہ کے جذبِ دل کی صداقتوں کا سلام پہنچے

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

ہر لمحہ تڑپتا ہے دل وحشی و ناداں
اب ہم کو میسر وہ رفاقت نہیں ہوتی

ہم درسِ وفا ان کو سناتے ہی رہیں گے
محسوس ہمیں اس میں اہانت نہیں ہوتی

طاہر تیری آواز پہ لبّیک کہیں گے
ہر اِک کو نصیب ایسی قیادت نہیں ہوتی

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

ویران میکدہ ہے نشیمن اُداس ہے
تشنہ لبی میں جاں بلب من اُداس ہے
بن دیکھے مٹ سکے گی نہ صدیوں کی پیاس اب
آنکھوں کو شوق جلوہ ہے، درشن اُداس ہے
آنکھوں میں رتجگوں کی تھکن دیکھ دیکھ کر
نیلے گگن کا نیلگوں چلمن اُداس ہے
برق تپاں سے کم نہیں سوزِ دروں کا حال
آنکھوں میں رم جھماتا سا ساون اُداس ہے
ضبطِ فغاں سے سینہ میں ہلچل مچی ہے آج
دل کا گریباں چاک ہے دامن اُداس ہے
اب ذات کے سفر میں بہت ٹوٹ پھوٹ ہے
پت جھڑ لگی ہے روح کا درپن اُداس ہے
مت چھیڑ ذکر من کی اُداسی کا عندلیب!
تجھ بن یہ گل اُداس ہے، گلشن اُداس ہے۔
بن باسیوں کی یاد تو رہتی ہے دل کے پاس
مانا کہ دل اُداس ہے دھڑکن اُداس ہے

اب خامشی کا، ضبط کا یارا نہیں رہا
جوشِ جنوں کی خیر ہو، الجھن اُداس ہے

اپنی اُداسیوں کا بھلا ذکر کیا کریں
اک ''مردِ حق'' اُداس ہے، کاہن اُداس ہے

بسمل کا رقص اُداس ہے دل کی تڑپ اُداس
مدہم ہیں ساز، پاؤں کی جھانجھن اُداس ہے

کھلتے کنول اُداس ہیں، آنکھوں کی جھیل اُداس
پچھلے پہر کے سائے میں آنگن اُداس ہے

ہے اشتیاقِ دید میں نرگس کی آنکھ نم
لالے کا داغ اُداس ہے، سوسن اُداس ہے

دل کو شعورِ غم کی بہت آگہی ہے آج
طائر کی لَے اُداس ہے، مسکن اُداس ہے

پھر طور جل رہا ہے محبت کی آگ میں
''موسیٰ پلٹ کہ وادیٔ ایمن اُداس ہے''

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

قلب و نظر اُداس ہیں، تن من اُداس ہے
جلتی ہے روح سوچ کا خرمن اُداس ہے

ہر آنکھ اشک ریز ہے تیرے فراق میں
ہر لب پہ سرد آہ ہے دھڑکن اُداس ہے

ہر دل میں تیری یاد کا طوفاں ہے موجزن
شیریں بھی غمزدہ ہے تو کوہکن اُداس ہے

چہروں پہ حیرتوں کا ہے عالم عجیب تر
وہ قدغنیں لگی ہیں کہ قدغن اُداس ہے

گلشن کا بوٹا بوٹا ہے رنگِ خزاں لئے
سرو و سمن اُداس ہیں جامن اُداس ہے

چہرے بجھے بجھے سے ہیں آنکھیں جھکی جھکی
سوچیں رکی رکی ہیں کہ گلشن اُداس ہے

پھر چشم طور ہے تیرے جلوے کو بے قرار
”موسیٰ پلٹ کہ وادیٔ ایمن اُداس ہے“

یوسف! تیرے جمال کا کنعاں ہے منتظر
دل کا چنار صورت گلخن اُداس ہے

ہوگی ضرور غم کی بھی کوئی تو انتہا
مدت سے یہ بھی پہلوئے روشن اُداس ہے

آ جا! کہ چشم راہ اکیلا نہیں عطاؔ
ہر جان نیم جان ہے کہ من اُداس ہے

"موسی پلٹ کے وادئ ایمن اُداس ہے"

﴿عطاءاللہ عطاء﴾

لندن تو کچھ دور نہیں ہے پھر بھی دل گھبراتا ہے
دل ہی دل میں سوچ رہا ہوں مجھ کو کون بلائے گا

اس کی یادوں میں گم ہو کر میں گم سم ہو جاتا ہوں
وہ چپ چاپ اچانک آ کر مجھ کو آپ جگائے گا

﴿نسیم سیفی﴾

لندن کی فضاؤں میں اے بادصبا جانا
جس سمت نظر آئے رحمت کی گھٹا، جانا
اک شخص وہاں ہوگا با دیدۂ نم ہوگا
وہ عجزِ مجسم، اک تصویرِ الم ہوگا
عشاق کی دلسوزی آنکھوں سے عیاں ہوگی
ملت کی یہ غم خواری دنیا میں کہاں ہوگی!
وہ تاج ورِ دیں ہے انداز جدا ہوگا
دربارِ الٰہی میں شب باش کھڑا ہوگا
کس باپ کا بیٹا ہے، کس دادے کا پوتا ہے
اس بات کا اندازہ، ہر بات سے ہوتا ہے
وہ اپنی جماعت سے یک جان دو قالب ہے
اک قلزم معنی ہے اک بحرِ مطالب ہے
ہر روپ میں یکتا ہے ہر رنگ میں کامل ہے
معصوم فرشتوں سا بالکل مہِ کامل ہے
اے باد صبا جانا سب ان کو بتا دینا
ہم ہجر کے ماروں کا احوال سنا دینا

جنگل کو نکل جاؤں رو رو کے دعا مانگوں
بے تابیٔ دل کہہ دوں، بخشش کی دعا مانگوں
بن دیکھے ترا جلوہ بے آب تڑپتے ہیں
سننے کو تری باتیں، بے تاب ترستے ہیں
اے باد صبا واں سے خاموش چلی آنا
دربار خلافت میں فریاد نہ دہرانا
آہوں کا دھواں لانا، آنکھوں کی نمی لانا
یادیں بھی حسین ان کی، خوشبو میں بسی لانا
ہونٹوں سے لگا لوں گی، آنکھوں میں بسا لوں گی
ہنگامۂ محشر میں یہ نذر گزاروں گی
اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں ہم
امید کے سائے میں رہتے ہیں حزیں پیہم
ناچیز بشر ہو کے جو خود کو خدا سمجھے
''یا فرض کو تو سمجھے یا تجھ کو خدا سمجھے''

﴿امۃ الباری ناصر﴾

کبھی تو شہرِ وفا میں وہ لوٹ آئیں گے
ضرور آئیں گے وہ دن ضرور آئیں گے

کبھی تو ہوں گے زیارت سے شاد کام ہم بھی
حضور عشق، کبھی ہم بھی بار پائیں گے

کبھی تو نظر کرم سے ہمیں نوازیں گے
حریم ناز میں ہم کو کبھی بلائیں گے

کبھی تو اپنی دعائیں قبول ہوں گی ضرور
یہ نالہ ہائے شبِ ہجر رنگ لائیں گے

کبھی تو پائیں گے تسکین مضطرب عشاق
سکون قلبِ حزیں، دلفگار پائیں گے

کبھی تو محفلِ لطف و کرم جمے گی ضرور
بہ بزمِ دوستِ، کبھی ہم بھی بار پائیں گے

کبھی تو دوست کا دیدار ہوگا پھر سے نصیب
ترانے پھر سے مسرت کے ہم بھی گائیں گے

کبھی تو داغ یہ ہجرت کا مندمل ہوگا
وصالِ دوست کے ہم بھی مزے اٹھائیں گے

کبھی تو نعرۂ رب تجلّٰی ہوگا بلند
کبھی سکون کے فانوس جگمگائیں گے

کبھی تو راہ کی تاریکیاں چھٹیں گی ضرور
اندھیرے بالیقیں اک روز بھاگ جائیں گے

کبھی تو ہوگی اے محمود راہ ان کی صاف
کبھی تو شہر وفا میں وہ لوٹ آئیں گے

﴿مرزا محمود احمد﴾

تو وہی تیری جدائی، تری یادیں بھی وہی
ہم وہی، دل بھی وہی، دل کے سہارے بھی وہی
لوٹ کے کوئی نہ آیا کبھی پردیسوں سے
منزلیں بھی وہی، رستے بھی، اشارے بھی وہی

﴿ایچ آر ساحر﴾

پیروں میں چھالے ہیں دل میں پیا ملن کی آس
بن دیکھے اب مٹ نہ سکے گی جنم جنم کی پیاس

کان ہر اک آہٹ پہ لگے ہیں رام گئے بن باس
من پنچھی کیسے بتلائے کس کارن ہے اُداس؟

ساون بھادوں کی رم جھم نے چھینے ہوش و حواس
زہر سا اک پھیلا ہے لوگو جیسے دل کے پاس

سُر سَرگم کی محفل ہم کو کیسے آئے راس
من پنچھی کیسے بتلائے کس کارن ہے اُداس؟

ہُو کا عالم، گلیاں سونی، ہوش ہے یا بے ہوشی
ذات کے اندر ایک سفر جاری باہر خاموشی

آنکھیں موندے سوچ میں گم یا کوئی مدہوشی
من پنچھی کیسے بتلائے کس کارن ہے اُداس؟

ہونٹوں پر مسکان سجی ہے دل زخموں سے چور
ہم اپنی پہچان کی خاطر کیوں اتنے مجبور

سب لوگوں نے عید منائی ہم اپنوں سے دور
من پنچھی کیسے بتلائے کس کارن ہے اُداس؟

دور افق پر صبح کا تارا دیکھ تجھے سمجھائے
اپنے من کی جوت جگا کر پیار کا گیت سنائے

دھیرج رکھنا آس کے پنچھی کس کارن گھبرائے
من پنچھی کاہے بتلائے کس کارن ہے اُداس؟

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

تم آؤ گے تو کتنی بولتی آنکھیں یہ پوچھیں گی!
گئے تھے دو گھڑی کو تم وہاں صدیاں گزار آئے

ترے میکش ترستے ہیں ترے ہاتھوں سے پینے کو
سجے محفل لب دریا مرے ساقی خمار آئے

تمہارے منتظر کتنے دلوں نے موند لیں آنکھیں
گھڑی بھر کے لئے پل بھر سہی شاید قرار آئے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

دھڑکن کی صداؤں کی طرح، آن سے پیارا
کس طور ہوا دور، جو تھا جان سے پیارا

اے دردِ جدائی تجھے ادراک ہو کیسے
کب پھوٹ کے بہہ نکلا ہے عرفان کا دھارا

اب کھول کے لنگر ذرا پتوار سنبھالو
جذبوں نے بدل ڈالا ہے طوفان کا دھارا

گو جلووں کی بہتات ہے لیکن وہ نہیں ہے
اک شخص کہ ہے ہم کو دل و جان سے پیارا

سیراب ہے یوں اُس سے میری کشت غم دل
جیسے کسی بہتی ہوئی ندی کا کنارا

ہر راہگذر، زیست کی روشن ہوئی ایسے
جیسے کسی پربت سے ہو وادی کا نظارا

اب سانس بھی لیتا نہیں دم سادھے ہے خاموش
اک موڑ پہ رکتا ہوا یہ وقت کا دھارا

ہاں نقرئی لفظوں سے لکھا جائے گا ہمدم
یہ وقت جو ہم نے تیری فرقت میں گزارا

احسان کرو گے جو بلا لاؤ گے اس کو
احسان یہ ہوگا ہر اِک احسان سے پیارا

کہتے رہیں کہتے ہیں جو یہ بزم کے ساتھی
کچھ ہم کو نہیں مولیٰ کے فرمان سے پیارا

ہر دل کی تمنا ہے وہ ہر آنکھ کی پتلی
وہ شخص ہمیں جینے کے ارمان سے پیارا
وہ پوچھ رہے ہیں مجھے رودادِ غمِ دل
میں ان کو بتادوں یہ کہاں ہوش کا یارا
اکھڑی ہوئی سانسوں کو سنواروں تو بتاؤں
کچھ وقت کی بیداد تھی کچھ دوش ہمارا
جوں ڈوبتی کشتی سے کوئی بوجھ اتارے
یوں اس نے دیا ڈوبتی کشتی کو سہارا
لے کر دُرِ نایاب ہی لوٹیں گے کسی دن
اب ہم کو ہوئی جاتی ہے ہر موج کنارا
مل جائے گا ساحل میری کشتی کو کسی دن
کیوں کھوجنے نکلا ہے کوئی کھوج ہمارا
اترائے سے بیٹھے ہیں وہ یوں ہم کو ڈبو کر
جیسے وہی ساحل، وہی کشتی کا سہارا
ہم عہدِ وفا باندھ کے توڑیں بھلا ممکن
یہ بات جہاں والو کو سمجھاؤ خدارا
ہر شخص ہی بے تاب ہے غمگین و فسردہ
بھیگا سا ہے ہر ایک کے دامن کا کنارا
وہ چاند نظر آئے تو ہم خوشیاں منائیں
روشن ہو افق پر کوئی تقدیر کا تارا
ممکن نہیں اس غم کا مداوا ہو کسی طور
کچھ لمحوں کو اب ان کو بلا لاؤ خدارا

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

کب پو پھٹے گی نور نظارے کب آئیں گے
ظلمت میں روشنی کے منارے کب آئیں گے
دل ہر گھڑی ہے جن کو پکارے کب آئیں گے
''جو دور ہیں وہ پاس ہمارے کب آئیں گے
دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئیں گے''

مایوسی ہے گناہ پر آخر تو ہیں بشر
کب ختم ہوگا کرب و اذیت کا یہ سفر
تیرہ شبی ہے تا بہ کجے پھوٹے گی کب سحر
''ہر دم لگی ہوئی ہے سرِ راہ پر نظر
آخر ہماری آنکھ کے تارے کب آئیں گے''

ہر آنکھ اشکبار، برستی، اُداس ہے
ہر جان بے قرار، ترستی، اُداس ہے
گر دل ہے سوگوار، تو ہر ہستی اُداس ہے
''یا رب ہمارے شاہ کی بستی اُداس ہے
اس تخت گاہ کے راج دلارے کب آئیں گے''

آنکھوں میں سیل اشک ہے، ہونٹوں پہ آہ ہے
جو ہم سے دور ہیں انہیں ملنے کی چاہ ہے
ہر اک سراپا سوز، مجسم کراہ ہے
''لب پہ دعا ہے، تیرے کرم پر نگاہ ہے
عاشق ترے حبیب ہمارے کب آئیں گے''

درد و الم کی شدتیں ہیں سوز کا وفور
ربِ کریم کر دے یہ ساری بلائیں دور
جلوے تجلیات کے اب اے خدائے نور
''جو سر کو خم کیئے تری تقدیر کے حضور
تیری رضا کو پا کے سدھارے، کب آئیں گے''

بے مائیگی کا اپنی میں کرتی ہوں اعتراف
بارِ الٰہا! ہو مری ہر اک خطا معاف
تو ساتھ ہو تو کیا جو زمانہ بھی ہو خلاف
''کب راہ ان کی تیرے فرشتے کریں گے صاف
کب ہوں گے واپسی کے اشارے کب آئیں گے''

دل محوِ یادِ یار ہے، تو ذہن سوئے گل
ہے سوچ کہ بھٹک رہی اطرافِ کوئے گل
نظروں میں ہے بسا ہوا گل رنگ روئے گل
"صحن چمن سے گل جو گئے مثلِ بوئے گل
رحمت کی بارشوں سے نکھارے کب آئیں گے"

یہ جبر و ظلم و جور کا سورج ڈھلے گا کب
پھر ہم پہ باب رحمت یزداں کھلے گا کب
پھر سے وہ دور ساغر و مینا چلے گا کب
زخم جگر کو مرہم وصلت ملے گا کب
ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے کب آئیں گے"

گھیرے ہوئے ہے ذہن کو افکار کا ہجوم
بے چین ہیں، کئے ہوئے اندیشۂ و ہموم
جھلسا رہی ہے گلشن امید کو سموم
"دیکھیں گے کب وہ محفل کالبدر فی النجوم
وہ چاند کب ملے گا وہ تارے کب آئیں گے"

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

نور نظر دلوں کے سہارے کب آئیں گے
دل پوچھتا ہے آنکھوں کے تارے کب آئیں گے
نیاّ غم فراق کے دریا میں بہہ رہی ہے
ہے منتظر ملن کے کنارے کب آئیں گے
تاروں بھری تھی رات، چمکتا تھا آسماں
پھر آسماں پہ چاند ستارے کب آئیں گے
دل دے چکے ہیں جان بھی ان پر نثار ہے
کیا جانے کوئی جان سے پیارے کب آئیں گے
بچے بھی پوچھتے ہیں یہ ماؤں سے بار بار
عرصہ ہوا ہے آقا ہمارے کب آئیں گے
تاریکیاں ہیں پھیلی ہوئی ہر طرف یہاں
آخر وہ روشنی کے منارے کب آئیں گے

﴿طاہر محمود۔ ایم۔ اے﴾

اے روح بہاراں، اے جان گلستاں
اے صاحب ایماں، اے رحمت یزداں
کب دیکھیں گے ہم آپ کا چہرہ درخشاں
ویراں ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں

خوشبو تری دامن میں لئے آئی ہوائیں
یادوں کے دیئے ذہن کی چوکھٹ پہ جلائیں
ہونٹوں پہ مچل اٹھی ہیں بے تاب دعائیں
ہو آپ پر قرباں مرا دل یہ مری جان
ویراں ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں

اے شاہ امامت، اے فخر انابت
دانائے حقیقت، اے شمع ہدایت
کہسار شجاعت، دریائے خطابت
حصے میں ترے آئی ہے دستار امامت
ہے نام ترا باعث تسکینِ دل و جاں
ویراں ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں

بجھ جائیں نہ غم سے کہیں یعقوب کی آنکھیں
کب دیکھیں گے ہم رہبر محبوب کی آنکھیں
پیوست رگِ جاں ہے ترے درد کا پیکاں
ویراں ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں

تو صبحِ یقیں ہے، وعدوں کا امیں ہے
اس دل میں مکیں ہے، نزدیک تریں ہے
اس دور میں کوئی بھی ترا مثل نہیں ہے
اس دورِ جہالت میں خدا تیرا نگہباں
ویران ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں
تو صبر کا پیکر، تو عزم کا جوہر
تو دین کا پرچم، تو علم کا ساگر
تو رونقِ منبر، تو صاحبِ افسر
ہے نور تیرے چہرۂ اقدس سے نمایاں
ویران ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں...... اے یوسفِ کنعاں
پلکوں کی منڈیروں پہ ہے اشکوں کا چراغاں
وہ چہرۂ اقدس میری آنکھوں میں ہے رقصاں
پھر اٹھیں منیرہ دل مضطر سے دعائیں
پھر عرش سے ٹکرائی مری آہِ پریشاں
ویران ترے بعد ہیں اس شہر کی گلیاں
اے یوسفِ کنعاں، اے یوسفِ کنعاں
جلد آ تو میری جاں

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

تمہیں مبارک ہو اہل مشرق محبتوں کا سلام آیا
تمہارے آقا کی شفقتوں اور چاہتوں کا پیام آیا
طویل تر فاصلے کڑی دھوپ، راہ پر پیچ آبلہ پا
رہِ وفا میں نہ اس سے پہلے تھا ایسا مشکل مقام آیا
جدائیوں میں تو عشق کی آگ کی تپش اور بڑھ گئی ہے
سکون، صبر و قرار دل کو نہ صبح آیا نہ شام آیا
ہموم کی منزلوں سے گزرے ہیں، فکر کی رہگزر بھی طے کی
خیال بے مائیگی بھی دل میں قدم قدم، گام گام آیا
یہ کرب اور ابتلاء کے لمحے سعادت اس طور بن گئے ہیں
عجیب لذت سجود میں تو عجیب لطف قیام آیا
زہے مقدر اے خوش نصیباں کہ پیار کی چاشنی میں ڈوبا
تمہارے محبوب کی طرف سے یہ خط تمہارے ہے نام آیا
غموں کی جو تلخیاں مٹا دے جو ذہن و دل کو سکون بخشے
وہ مدھ بھرا وہ سرور آور کلام شیریں کلام آیا
تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں کسی کی قسمت کے زائچے میں
نوید فتح و ظفر لئے یہ سروش کا ہے پیام آیا

تمہارے آقا کی ہے یہ خواہش کہ سونے والوں کو بھی جگا دو
خبر دو ظلمت کے باسیوں کو کہ روشنی کا نظام آیا

نقاب رخ سے اٹھا رہا ہے، حسین جلوے دکھا رہا ہے
نوید ہو دید کے پیاسو، کہ حسن بالائے بام آیا

مہیب تاریکیاں چھٹی ہیں، زمین پر چاندنی ہے اتری
جو عکس خورشید کا لئے ہے فلک پہ وہ ماہ تام آیا

ہماری کوتاہیٔ نظر ہے جو لطف اس کا نہ دیکھ پائیں
پیام رحمت تو عاصیوں کو ہمیش آیا، مدام آیا

نہ خم سبو و ساغر و صراحی نہ جام و مینا ہی مِلک میری
یہ میرے ساقی کی ہے نوازش کہ میرے ہاتھوں میں جام آیا

میری ادا تو کوئی بھی ایسی نہ تھی کہ جوان کا دل لبھاتی
فقط مرا جذبہ وفا ہے کہ آج جو میرے کام آیا

نہیں ہے علم اس کا دشمنوں کو کہ چال قدرت بھی بن رہی ہے
چلی ہے جس نے بھی چال کوئی وہ آپ ہی زیر دام آیا

قسم خدا کی نہیں دلوں میں ہمارے دنیا کا خوف کوئی
ہمارا حامی وہی ہے جس کی گرفت میں لیکھرام آیا

ہمیں بھی نسبت ہے مردِ فارس سے، اک نگاہِ کرم ہو آقا
تمہارے در پہ بڑی امیدیں لئے یہ ادنیٰ غلام آیا

صاحبزادی امۃ القدوس بیگم

ہوائے صبح ادھر کو جانا تو ان سے میرا سلام کہنا
تری عقیدت کا میرے دل میں ہے ایک ارفع مقام آیا

دلوں کی نگری ہے سونی سونی، نظر کے خالی ہیں جام کہنا
سلام کہنا، ادب سے جھک کر انہیں بصد احترام کہنا

وہ جس کی نظروں کا اک اشارہ فقیر کو بادشاہ بنا دے
وہ جس کی ہر بات دلنشیں ہے، وہی ہے میرا امام کہنا

تمہارے پیغام نے دیا ہے قوم کو نیا حوصلہ، نئی جاں
تری قیادت کی روشنی میں چلیں گے اب گام گام کہنا

یہ ظلمتوں سے نہیں ہراساں، یہ حادثوں سے نہیں پریشاں
خدا کی رحمت کے سائباں میں کریں گے اب یہ قیام کہنا

مرے غریب الوطن مسافر، جہان سارا ترا وطن ہے
ہر ایک دل میں جگہ ہے تیری، ہر آنکھ میں احترام کہنا

جو دیں کی خاطر جدا ہوئے ہیں، تو یہ جدائی بھی ہے گوارا
کچھ اور دن دور رہ کے جی لیں گے، یہ تمھارے غلام کہنا

یہ ابتلاء بھی ہے ایک نعمت، مخالفت بھی ہے تازیانہ
دعا کی توفیق مل رہی ہے، عطا کے بٹتے ہیں جام کہنا

خلوص وسچائی کی زمانے میں کوئی قیمت نہیں رہی ہے
یہاں پہ بکتے ہیں نام کہنا، دلوں کے لگتے ہیں دام کہنا

دعا کے تحفے لئے منیؔرہ ہے دست بستہ حضور تیرے
جو کیفیت ہے ہمارے دل کی وہ ان سے جا کر تمام کہنا

سیدہ منیرہ ظہور

وہ جو بچھڑا ہے آئے گا اک دن
اب تو رہتا ہے ہر گھڑی یہ گماں

فرقت یار میں رہے طارق
بن کے خوں اشک بھی سرِ مژگاں

طارق محمود سدھو

صبا ادھر سے اگر گزر ہو تو ان سے میرا پیام کہنا
دیار مغرب کے باسیوں کو میرا دعا و سلام کہنا
صبا سندیسہ ہے غازیوں کا بصد ادب احترام کہنا
یہ صبح کہنا، یہ شام کہنا، یہ خاص کہنا، یہ عام کہنا
مریض فرقت کہ مر چلا تھا تری توجہ سے جی اٹھا ہے
جو تو نے بھیجا تھا چاہتوں کا وہ مل گیا ہے سلام کہنا
بھلا بتائیں گے جوتشی کیا مرے نصیبے کا حال مجھ کو
میرے مقدر کے زائچے میں لکھا ہے تیرا ہی نام کہنا
جی رہا ہوں تیری ہی خاطر جو مر گیا تو یہ خاک میری
گذر ہو اگر ادھر سے تیرا، کرے گی اٹھ کر سلام کہنا
میں ان سے درد و الم کے قصے کہہ سکا، اور نہ کہہ سکوں گا
جو تو نے دیکھا ہے اس چمن میں، ہو بہو وہ تمام کہنا
جو ہو سکے تو دعا کے ساغر مری طرف بھی اچھال دینا
کہ تشنہ لب ہے تمام عالم تمہارے ہاتھوں میں جام کہنا
بدل گئی ہیں چمن میں اب تو تمام شرم و حیا کی رسمیں
اُداسیاں ہی اُداسیاں ہیں، ہُوا ہے جینا حرام کہنا

واہ رے یہ وفا کی رسمیں، صحن دار و رسن بھی دنگ ہے
کہ کتنے منصور سولیوں پر سے کہہ رہے ہیں سلام کہنا

قمریوں کی زبان بند ہے، چمن میں زاغوں کے قہقہے ہیں
عجیب عالم ہے بے بسی کا پہ خوش ہیں تیرے غلام کہنا

خزاں نے پاؤں جما لئے ہیں، بہار کیسی، نکھار کیسا
حیاتِ بے کیف کر گیا ہے یہ آمروں کا نظام کہنا

صبا نہ کہنا، کچھ نہ کہنا، کہ ان کے دل پہ گراں نہ گزرے
ہم فقیروں کو کب ہے آتا شہنشہوں کو سلام کہنا

﴿شبیر ملک مجوکہ﴾

آ کے ٹھہرا ہے ہجر کا موسم
ہم گزاریں اسے مگر کیسے

﴿آصف محمود باسط﴾

آقا چلے بھی آؤ کہ اب انتظار ہے
ہر آنکھ منتظر ہے، بہت اشکبار ہے
کیسے بتاؤں کس طرح گزرے ہے زندگی
آقا نہ شب کو چین نہ دن کو قرار ہے
"مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں"
مشتاق دید پھر بھی دل بے قرار ہے
منصور دار بیٹھا ہوں تیرے فراق میں
میں ہوں اب اور آپ کی فرقت کی دار ہے
کھویا گیا ہوں تیری محبت میں اس قدر
زنداں کا کوئی خوف نہ سولی سے عار ہے
میرے کریم تیرا کرم بھی ہے بے حساب
میری خطاؤں کا بھی نہ کوئی شمار ہے
آقا ہو اس طرف بھی ذرا چشم التفات
ناصرؔ کو ہے یقیں کہ تجھے اس سے پیار ہے

﴿عبدالخالق ناصر﴾

شمع جلتی رکھو دلہا آنے کو ہے
ڈھل گئی شامِ غم صبح آنے کو ہے
اشک غم پونچھ لو اور چراغاں کرو
یوسفِ وقت اب لوٹ آنے کو ہے
آسماں پر مقدر ہے فتحِ قریب
یہ تلاطم فقط آزمانے کو ہے
رحمت حق بنائے گی بگڑی مری
فکر بربادیوں کی زمانے کو ہے
حق کوآنا ہے اور بالضرور آئے گا
وقتِ رخصت ہے باطل کا، جانے کو ہے
سنو پیغامِ خوشبوئے بادِ بہار
کلیاں کھلنے کو ہیں رونق آنے کو ہے

﴿امۃ الباری ناصر﴾

دیارِ مغرب میں ان سے بادِ صبا یہ محمود کی طرف سے
بہ صد عقیدت، بہ صد ارادت، ادب سے با احترام کہنا
زہے شرف ہم ہیں یاد تجھ کو، بہ ایں مسافت ہمارے آقا
بہ صد عطوفت، ملا ہمیں تیری چاہتوں کا سلام کہنا
تری نوازش کے ہم ہیں مورد، زہے نصیبہ، زہے مقدر
تری دعا ہائے نیم شب میں ہمیں ہے حاصل مقام کہنا
ترے تخیل سے ہے معتبر دلِ حزیں کا ہر ایک ذرہ
کہ تیری یادوں سے ہیں منور ہمارے یہ صبح و شام کہنا
صدا پہ تیری ہیں دل سے حاضر کہ تیری آواز کے ہیں شیدا
پلایا عشقِ خدا و احمد کا تو نے ہی ہم کو جام کہنا
ترا تصور ہے وجہِ تسکینِ قلب و جاں و دماغ و دیدہ
کہ تیری یادوں سے ہی معنون ہے عشق کا انصرام کہنا
ترے خیالوں میں اپنا مسکن، ہماری سوچوں کا تو ہے محور
جو تجھ سے باندھا ہے عہدِ بیعت، رہے گا قائم مدام کہنا
تری ہی خاطر ہیں اپنی شب خیزیاں، ہمارے دلوں کے مالک
کہ وقف تیرے لئے ہیں خدام کے سجود و قیام کہنا

تری قیادت میں آسمانوں کی رفعتیں ہیں ہماری منزل
زمیں کی پستی نہیں ہے آقا، ہمارا ہرگز مقام کہنا

بنانا ارض وسماء نئے، یہ ہے ہم کو تفویض آسماں سے
تری سیادت میں ہم کو کرنا ہے دیں کا قائم نظام کہنا

ترے کرم سے ہی ہم پہ یارِ ازل کی نظرِ کرم ہے، آقا
ترے ہی دم سے نشانِ فتح وظفر ہمارے ہی نام کہنا

ترے تتبع میں بڑھ رہے شاہراہِ دینِ متیں پہ ہیں ہم
خدا کی رحمت ہے ہم پہ ہردم، قدم قدم، گام گام کہنا

دیارِ مغرب سے لوٹ کے کب یہاں پہ آؤ گے میرے آقا
تڑپ رہے ہیں بغیر تیرے، یہاں پہ تیرے غلام کہنا

﴿مرزا محمود احمد﴾

اب بھی اکثر اُداس شاموں میں
ہم ترا انتظار کرتے ہیں

﴿آصف محمود باسط﴾

ایک کنواں میٹھے پانی کا برگد کی چھاؤں میں تھا
پنگھٹ پر سکھیوں کا جھرمٹ ایک حسیں گاؤں میں تھا
کرشن کنیا کی کٹیا تھی اور رستہ پاؤں میں تھا
سب ناموں کا نام رچا بس ایک اسی ناؤں میں تھا

کس کی نجر لاگی، کہ ہائے گاگریا اب خالی ہے
اب نہ رہٹ چلتا ہے کوئی اور اب نہ یہاں ہریالی ہے
بلبل نے چپ سادھی کیسے، روتی ڈالی ڈالی ہے
پھول اور پتے سوکھ چلے سب، اور پردیس میں مالی ہے

تڑپ تڑپ کے منوا رویا، دوری اس کو راس نہ آئی
دید کے پیاسے پنچھی نے اک روز ملن کی آس لگائی
کچھ پنچھی اڑ کر پہنچے اور اپنی پیاس بجھائی
کچھ مجبور تھے اڑ نہ سکے پیچھے مشکل آگے کھائی

کومل پنکھ لئے کچھ پنچھی کاشانوں میں بیٹھ رہے
کچھ آشا کے دیپ جلا کر ویرانوں میں بیٹھ رہے
اکا دکا ٹھوکر کھا کر، انجانوں میں بیٹھ رہے
کچھ تیروں سے چھلنی ہو کر تہہ خانوں میں بیٹھ رہے

اپنے دل میں رہتے ہیں پھر بھی جیسے بیگانے
کچھ بول نہیں پاتے ورنہ چہرے جانے پہچانے
کچھ لوگ یہاں سے جاتے ہیں، کچھ لوگ وہاں سے آتے ہیں
کہہ دینا تری گلیوں میں سناٹے ہیں ویرانے ہیں!!!

کہنا کہ تم خوش قسمت ہو جو پریم دوارے پہنچے
وہ پنکھ ہمیں بھجوا دینا تم جس کے سہارے پہنچے
تھاما ہے جگر بیچاروں نے، تم راج دلارے پہنچے
ہم بیچ بھنور میں ڈوب چلے، تم آج کنارے پہنچے

جل تھل نینا لے کر کوئی، ہونٹوں کو دبائے روتا تھا
خاموش سا اک کونے میں کھڑا اپنے دامن کو بھگوتا تھا
دل پکڑے نقاہت سے کوئی اپنی کٹیا میں سوتا تھا
کیا ہے یہ؟ وہی گاؤں کہ جہاں، ہر روز چراغاں ہوتا تھا

کہنا کہ رستوں میں کھڑے ہم تیری راہیں تکتے ہیں
ہیں پیار کے راہی تازہ دم آنکھیں موندیں نہ تھکتے ہیں
جھولی میں بھرے دکھ چن چن کر اک ڈالتے ہیں اک رکھتے ہیں
اک زہر پیالہ ہاتھوں میں ہر روز اسے ہم چکھتے ہیں

ہیں طنز کے تیروں کی زد پر نظروں کو جھکائے پھرتے ہیں
آئیں گے کسی دن وہ آخر ہم زخم چھپائے پھرتے ہیں
انسان ہیں تھک نہ جائیں ہم شاید گھبرائے پھرتے ہیں
خوش ہیں دشمن گھبراہٹ پر اور کچھ اترائے پھرتے ہیں

میری جانب سے جا کے وہاں اک پیار کا دیپ جلا دینا
کوئل کی کوک میں گا گا کر میرا سنگیت سنا دینا
ہم آج یہ بازی ہار گئے، دنیا کی ریت بتا دینا
اس پیار کی دوڑ میں ہمراہی، تم اپنی جیت جتا دینا

رو رو کر حال سنا دینا، کہہ دینا ہم رنجور نہیں
تم اپنا کام کرو پورا، ہم اتنے بھی مہجور نہیں
تم نے ہم سب کو یاد رکھا، ہم دور بھی رہ کر دور نہیں
ہم اور کوئی دن جی لیں گے اب اتنے بھی مجبور نہیں

ساگر مایا میں پاؤں ہیں، ہم کیسا دھرنا مارے ہیں
طوفان تلاطم خیز سہی، کشتی کے کھیون ہارے ہیں
ندی کے ساتھ جو چلتے ہیں، ہم وہ خاموش کنارے ہیں
سب آنکھیں ہم کو دیکھ رہیں، ہم آج گگن کے تارے ہیں

اے پیارے خدا اب دشمن کو ہنسنے کی کبھی توفیق نہ ہو
حق کے کاموں کی کیسے بھلا تجدید نہ ہو، تحقیق نہ ہو
لاگو ہی رہے اک جرم وفا، اوراس کی کبھی توثیق نہ ہو
وہ پیار ہی کیا جو گونگا ہو، اوراس کی کبھی تصدیق نہ ہو

یہ پریم سندیسہ بھیجا ہے، اک تیرے ناؤں کی خاطر
ہم جان لٹا دیں گے اپنی اک دن، تیرے گاؤں کی خاطر
یوں تپتی دھوپ میں جھلسے ہیں، ہم تیری چھاؤں کی خاطر
یہ پوجا پھول چنے ہم نے اک تیرے پاؤں کی خاطر

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
کعبہ عاشقاں سے ہو آئے
رشک کوئے جناں سے ہو آئے
اک نئے آسماں سے ہو آئے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
غمزہ ہائے جمال کی کرنیں
جلوہ ہائے جلال کی شمعیں
وعدہ ہائے وصال کی رمزیں
اک نئی شان کے نشاں پائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
خم بہ خم وصل کی شراب ملی
چشمِ ساقی نے انتہا کر دی
دیدہ و دل کی تشنگی تو بجھی
اک نئی آگ بھی لگا لائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

کس قدر تو نے حوصلہ بخشا
کتنی بے تابیوں کو چین آیا
بڑھ گیا جذبہ یقین و وفا
یاس و حرماں کے چھٹ گئے سائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

تیرے ارشاد پہ تھے ہم پہنچے
تیرے ارشاد پر چلے آئے
دل تھا مجبور، اس کو کیا کہتے
تیرے قدموں میں اس کو چھوڑ آئے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

تیرے لطف عمیم کی سوگند
تیرے عزم صمیم کی سوگند
تیرے رب کریم کی سوگند
جان حاضر ہے جو تو فرمائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

سن کے تیرے پیار کا پیغام
ناز کرتے ہیں سب تیرے خدام
کہہ رہے ہیں بصد خلوص سلام
آرزوؤں کے ہاتھ پھیلائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

اب میں ہوں اور تیرا حسین خیال
دل کی دنیا ہے اس سے مالا مال
کلفت ہجر ہے کیف وصال
ذکر تیرا دلوں کو گرمائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

حسن تیرا سدا دمکتا رہے
عشق اپنا سدا چمکتا رہے
دل بہلتا رہے، چھلکتا رہے
ہم گئے تھے تو تُو بھی آجائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

﴿محمد شفیع اشرف﴾

انہیں بھی گھر کی یاد آتی تو ہوگی
مگر ہر جبر سہتے جا رہے ہیں
سنیہیں ان کی درد انگیز نظمیں
اب آنسو خود نکلتے جا رہے ہیں

﴿امۃ الباری ناصر﴾

بے چین ہے روح، بیتاب نظر، اک مدت سے مہجور ہوں میں
میرے دل میں درد ہے یہ آقا آپ سے کوسوں دور ہوں میں

ارمان تڑپتے ہیں دل میں اور خون کے آنسو روتا ہوں
کیا ایسی خطائیں تھیں جن پر پابند ہوں میں، مجبور ہوں میں

وہ سانس تو میرا سانس نہیں جس سانس میں تیری یاد نہیں
میرے غم کا اب یہ عالم ہے کہ سرتا پا رنجور ہوں میں

اک آگ لگی ہے سینے میں اور لطف نہیں کچھ جینے میں
جو دار پہ بھی حق بات کہے اس دور کا وہ منصور ہوں میں

تیری دید کا شائق ہوں آقا، تیرے قرب کا سائل ہوں آقا
حالات نے لیکن گھیر لیا لاچار ہوں میں مجبور ہوں میں

اب چاندنی راتوں میں بھی عطاؔ آنکھوں میں اندھیرا رہتا ہے
کہتی ہے نگاہِ دید طلب مرا نور گیا بے نور ہوں میں

﴿عطاء اللہ عطاء﴾

دلوں میں بستی ہے یاد تیری، لبوں پہ رہتا ہے نام تیرا
ہے کتنی میٹھی زبان تیری، ہے کتنا شیریں کلام تیرا

تیری محبت، تیری عنایت، میری عقیدت، میری سعادت
ہمیشہ عفو و کرم شعاری سے کام لینا ہے کام تیرا

اگرچہ آنکھوں سے دور ہو تم مگر دلوں کے قریب تر ہو
یہاں بھی جاری، وہاں بھی جاری ہے چشمۂ فیضِ عام تیرا

خدا کرے کہ وہ لوٹ آئیں مسرتوں سے بھریں فضائیں
خدا کرے کہ ہو خیر مقدم یہاں بصد احتشام تیرا

میرے مقدر کے چاند تارے چمک اٹھیں میری زندگی میں
کہ خوش نصیبی سے آج احسنؔ ہے صدقِ دل سے غلام تیرا

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

تیری محفل میں کبھی ہم بھی رہا کرتے تھے
بات الفت کی تیرے منہ سے سنا کرتے تھے
مردنی چھائی ہوئی رہتی تھی جن چہروں پر
اک نظر سے تری وہ چہرے کھلا کرتے تھے
دیکھ کر تجھ کو سمجھ لیتے تھے ہم راز کی بات
بات آخر ہوئی ظاہر جو دل میں کیا کرتے تھے
دیکھنے والے تو قیامت کی نظر رکھتے ہیں
کھل گیا راز جو ہم دل میں چھپا رکھتے تھے
اُمِّ طاہر کے جگر گوشے مبارک ہو تجھے
ہو گئی پوری جو محمودؔ دعا کرتے تھے
کتنی سرعت سے ہوئی جاتی ہے دنیا تبدیل
سچ ہوئی بات جو محمودؔ دعا کرتے تھے
مجھ گناہ گار پہ بھی لطف و کرم کی ہو نظر
تیرے خدام میں ہم بھی تو ہوا کرتے تھے

﴿میجر (ر) عبدالحمید﴾

دل میں کسی کی دید کا ارماں ہے اور ہم
بس مختصر سا زیست کا ساماں ہے اور ہم

نامہربان گردشِ دوراں ہے اور ہم
ہر سانس ایک درد کا عنواں ہے اور ہم

داغِ غمِ حبیب بھی دینے لگے ہیں لَو
سینے میں گویا جشنِ چراغاں ہے اور ہم

ان دوریوں نے بخشا ہے لطف دعا ہمیں
شب ہے دراز ...... دیدۂ گریاں ہے اور ہم

دیکھا ہے بارہا یہ تصور کی آنکھ سے
جیسے کہ ان کی مجلسِ عرفاں ہے اور ہم

یہ ساحل مراد کا مژدہ ہے دوستو
چاروں طرف جو شورشِ طوفاں ہے اور ہم

پہنچا جو سلامِ محبت حضور کا
صحرائے دل پہ ابرِ بہاراں ہے اور ہم

کہتے ہیں لوگ عاشقِ صادقؔ غلام کو
سر پر حضور آپ کا احساں ہے اور ہم

﴿غلام محی الدین صادق﴾

ایسے تیرے دیوانوں نے جشن منایا ساری رات
پلک پلک پر خون جگر سے دیپ جلایا ساری رات

ہر دیوار پہ نقش بنائے ہم نے تیری یادوں کے
دل کے ویرانے میں ہم نے شہر بسایا ساری رات

دل میں جو درد ہے وہ چھپائیں تو کس طرح
پوچھیں وہ حال دل جو بتائیں تو کس طرح

ہم بے نوا ہیں دور ہیں ان کے دیار سے
ہم سوختہ نصیب واں جائیں تو کس طرح

پھر چلے جاتے ہیں قافلے، دیدارِ روئے یار کو
اک نظر کی بھیک مل جائے تیرے بیمار کو

پہلا جلسہ اس صدی کا ہو مبارک دوستو!
عمر لگ جائے مری اس قافلہ سالار کو

سیدہ منیرہ ظہور

آقا نے میرے اک خوشخبری آج ان لفظوں میں سنائی ہے
''ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی''

آواز مرے آقا کی جب ان کانوں میں رس گھولے گی
آنکھیں برکھا برسائیں گی، بن آئے گی پیار کے ترسوں کی

رونق افروز وہ جب ہوں گے ہر شام عرفان کی مجلس میں
بھر بھر جام لنڈھائیں گے اور پیاس بجھے گی برسوں کی

اک نور کی چادر تان کے جب وہ شمع محفل آئیں گے
پروانوں کی بھی بن آئے گی، نکلے گی تمنا برسوں کی

مرے من مندر کی بگیا میں جب پیار کی کلیاں چٹکیں گی
پھر اور بہاریں آئیں گی، پھولیں گی فصلیں سرسوں کی

برسوں کے پیاسے راہی جب اس گھاٹ سے پینے آئیں گے
جس گھاٹ پہ ہرسو پہنچی ہیں دھاریں قرآن کے درسوں کی

یہ بھولے بھالے غلام اپنے آقا سے یہ کہنا چاہتے ہیں
اک اک پل ہم پر بھاری ہے، تم بات کرو ہو برسوں کی

اے جانِ تمنا آ بھی جا اب اور نہ ہم کو تڑپا
ہم ہار گئے اور مار گئی ہم کو یہ جدائی برسوں کی

﴿اصغری نور الحق﴾

وہ روئے منور دیکھیں گے اب دیر نہیں ہے برسوں کی
جاگے گا مقدر آنکھوں کا بس بات ہے کل یا پرسوں کی

کٹتی ہے رات جدائی کی اور صبح ملن کی آتی ہے
اب پپتا سن لی ہے یارو، اُس یار نے دید کے ترسوں کی

بے تابی کا یہ عالم ہے ہر آہٹ پر چونک اٹھتا ہوں
جیسے کانوں نے سن پائی ہو چاپ کسی کے قدموں کی

تاریکیٔ شب چھٹ جائے گی تابانیٔ مہر درخشاں سے
ہر چشمِ بینا دیکھے گی اک کثرت نور کے جلوؤں کی

اس قادر و عادل کے گھر میں کچھ دیر تو ہے اندھیر نہیں
وہ چاہے تو اک آن میں بن جاتی ہے بگڑی برسوں کی

وہ آئیں تو ان قدموں میں نذرانۂ دل ہم پیش کریں
بس پال رہے ہیں سینے میں یہ ایک تمنا عرصوں کی

ہم ان کی راہ میں بیٹھے ہیں، آنکھوں کو فرشِ راہ کیے
بے تاب بہاریں ہیں صادقؔ، آنکھوں میں پھولی سرسوں کی

﴿غلام محی الدین صادق﴾

ایسے بھی ہم نے جشن وفا کے منائے ہیں
پلکوں پہ دیپ خونِ جگر سے جلائے ہیں
ہاں ان کو یاد رکھنا، کبھی بھولنا نہیں
دے کر لہو جنہوں نے بیاباں سجائے ہیں
بھڑکی جو آگ دل میں تو لب جل اٹھے مرے
آہوں نے میری عرش کے پائے ہلائے ہیں
کیا ہو سکے گی قید اندھیروں سے روشنی
کیا اس کا راستہ کبھی وہ روک پائے ہیں
پہرے دلوں کے شہر پہ کیسے لگاؤ گے؟
کچھ بن کہے بھی پیار کے پیغام آئے ہیں
ہم نے تو احترامِ وفا میں سیئے ہیں ہونٹ
کس نے کہا کہ آس کے دیپک بجھائے ہیں
پھونکا ہے آشیاں کبھی اک آہِ سرد نے
اک بوند اشک نے کبھی طوفاں اٹھائے ہیں
مہمان میری بجلیاں، شعلے مرے رفیق
ہر شاخ پر تبھی تو نشیمن بنائے ہیں
جب بھی کبھی منیؔرہ جھکی ہے جبینِ شوق
ایسے لگا کہ وہ مجھے ملنے کو آئے ہیں

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

میرے پاس اک شخص ایسا آئے گا
چاند جس کو دیکھ کر گہنائے گا

گھر کا دروازہ کھلا رکھتا ہوں
کون جانے کس گھڑی کون آئے گا

میرا احساس ندامت ہے یہ خط
آپ دیکھیں گے تو شرمائے گا

مے کشی کے بھی کچھ آداب ہیں
میکدے میں صرف میکش آئے گا

اب تو صدیوں کا بچھڑنا ہو گیا
اب ملا اس سے تو دل گھبرائے گا

میری سجدہ گاہ تر ہونے لگی
اب گنہگاری پہ دل اترائے گا

دیکھ، میلی آنکھ سے مجھ کو نہ دیکھ
جس کا میں ہوں اس کا دل بھر آئے گا

ظلم ہوتا دیکھ کر وہ چپ رہے
کون اس کا فلسفہ سمجھائے گا

آنکھوں میں چمک ہے ان کی دَین
میرا رستہ کیا کوئی کجلائے گا

وہ ہیں مرکز داستاں کا، تو نسیم
داستاں گوئی سے دل بہلائے گا

﴿نسیم سیفی﴾

وطن کو تو نے چھوڑا لیکن اب بھی
مہکتے ہیں تری خوشبو سے ذرات

دیارِ غیر میں تو، میں یہاں ہوں
ترے انفاس سے مہکی ہے یہ رات

﴿سعید احمد اعجاز﴾

نسیم رحمت تو جس پہ چلتی ہے اس کو میرا سلام کہنا
حریم الفت میں کچھ ضروری نہیں ہے سائل کا نام کہنا

اگر وہ سمجھے تو میرے دل کا عجیب مہمل کلام کہنا
خوشی کو صہباءِ خام کہنا، اور غم کو کاس الکرام کہنا

پلک پلک منتظر نگاہیں، نظر نظر دید کی تمنا
اگر یہی اس کا مدعا تھا تو پھر اسے شاد کام کہنا

ادب سے کہنا کہ کونسی صبح آپ تشریف لا رہے ہیں
بہت سی شاموں کے بجھ چکے ہیں چراغِ دیوار و بام کہنا

بہت زمانے سے تذکرے ہیں تمہاری آمد کے میکشوں میں
بہت محبت سے منتظر ہیں تمہارے میناء و جام کہنا

روش روش رہگزار غم ہے، قدم قدم پر اُداس منظر
تمہارے گلشن میں پھر بھی قائم ہے عشق کا التزام کہنا

ریاضِ قلب و نظر بہت ہو تو پھر بھی لازم نہیں کہ آئے
کسی کی الفت کی بات کرنی، کسی کے غم کا کلام کہنا

﴿صاحبزادہ مرزا حنیف احمد﴾

دل ساتھ دے تو لکھوں غزل، آپ کے لئے
مژگاں سے چن کے لاؤں کنول، آپ کے لئے

پاؤں تھکن سے چور ہیں کانٹے ہیں ہر طرف
پر شوقِ دید کہتا ہے چل، آپ کے لئے

آہ و فغاں کے ہاتھ سے دامن ہے تار تار
نغمہ سرا ہوں پھر بھی ہر پل، آپ کے لئے

دشتِ جنوں میں ہر طرف اک قیس ہے کھڑا
ہر دل میں ہے کشادہ محل، آپ کے لئے

ریگِ رواں کے نقش ہیں، یہ حادثے تمام
ہر نخلِ آرزو سے سپھل، آپ کے لئے

حسن و جمال کا بھرم قائم ہے آپ سے
چہرہ نما ہے حسنِ ازل، آپ کے لئے

میری شبِ فراق کی صبح آپ ہی تو ہیں
آ جایئے! میں لایا کنول، آپ کے لئے

دیدۂ شوق وا کئے امجد ہے منتظر
بے چین و بے قرار و بے کل، آپ کے لئے

﴿یعقوب امجد﴾

کون سن سکتا ہے قصہ ہجر کے آزار کا
پارہ پارہ ہو رہا ہے، دل تیرے غم خوار کا
دیکھ کر میرے جنوں کو ہوش اڑ نہ جائیں کیوں؟
کس کو یارا ہے کہ دیکھے حال اس ناچار کا؟
پتے پتے کی زباں پر نالہ و فریاد ہے
"خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا"
وہ سحر کب آئے گی، امید جب بر آئے گی؟
نیم جاں سب دیکھتے ہیں راستہ دلدار کا
ہم سراپا بن گئے ہیں زخم تیری یاد کا
ڈھونڈتے ہیں اہل دل مرہم ترے دیدار کا
چہرہ امید میرے غمزدہ دل کے لئے
اک ستارہ بن کے ابھرے ہے تری چمکار کا
سختیوں کو جھیلتے ہیں خندہ پیشانی سے ہم
ہے یہی اسوۂ ازل سے امتِ ابرار کا
حوصلے سے کام لے کر جی رہے ہیں نیم جاں
آ بھی جائیں مہرباں! دکھڑا سنیں آزار کا
رات بھر جلتے ہیں امجدؔ، دل میں یادوں کے چراغ
کون ہے، منظر جو دیکھے، دل کے لالہ زار کا؟

﴿یعقوب امجد﴾

ایک اس در کے سوا سجدہ کبھی آیا نہ راس
اس کی درگاہ سے نہیں لوٹا کوئی ہو کے نراس

آج کل پھر ہو رہی ہے جلسہ لندن کی بات
مائلِ پرواز ہیں پھر طائرانِ خوش لباس

جلسہ کی نظموں میں ہوتا ہے ہمارا ذکر بھی
جانتے ہیں وہ یہاں پر کون کتنا ہے اُداس

خوش نصیبو! ان سے کہہ دینا محبت کا سلام
نذر کیا بھیجوں کہ اب کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس

چاندنی، خوشبو، صبا، ابرِ کرم ہے ان کی ذات
سب کو لگتا ہے ہمیں سے پیار وہ کرتے ہیں خاص

ہجر کی حالت بدل دے وصل سے، قادر ہے وہ
ہم فقط ذوالعرش سے رکھتے ہیں ہر درماں کی آس

اپنی نصرت آسماں سے، دشمنِ دیں کی مثال
کات کر کاٹ دے جیسے کوئی بڑھیا کپاس

سانس لینا بھی مرا ان پر گزرتا ہے گراں
اس قدر بے داد پر بھی تشنہ ہی رہتی ہے پیاس

مجھ سی عاجز پر ہیں بے پایاں عنایات و کرم
''کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس''

﴿امۃ الباری ناصر﴾

”جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے“
تکریم سے ہر بار اسے میں نے پڑھا ہے
سو بار مِری جان ہے! اس روح کے صدقے
پردیس میں جو روح گرفتارِ بلا ہے
صد مبارک ہو اسیرانِ رَہِ مولا!
کس پیار سے آقا نے تمہیں یاد کیا ہے
خوش بختو! ذرا دیکھو تو کیا کہتے ہیں آقا
”تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سِوا ہے“
دکھ درد کڑے آئے ہیں، اس راہ میں بے شک
ہر خار مگر راہ کا گلزار بنا ہے
اس عرض کے قابل تو نہیں ہوں مرے آقا!
پر آپ ہی کی ذات نے یہ عزم دیا ہے
یہ خادمہ بن جائے کبھی خادمۂ دین
مقبول مری ہو یہ دعا، میری دعا ہے

﴿منصورہ حناء﴾

”جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے“
مغموم و حزیں دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
یوں چھوڑ کے ہنستے ہوئے چہروں پہ اُداسی
یک لخت بھری بزم سے یہ کون اٹھا ہے
تنہائی میں یہ یاد ہی ہو سکتی ہے ورنہ
یہ کون مرے کان میں کچھ بول رہا ہے
کیا کم تھی دلوں پہ غمِ ہجراں کی گرانی
جو ایک نیا درد ہمیں آج ملا ہے
گاتا ہے تیرے درد کی شدت کے ترانے
مجبور تبسم جو ترے لب پہ سجا ہے
ہے ہم کو بھی احساس تری حالت دل کا
تیرے لبِ خاموش نے سب حال کہا ہے
طاقت تو نہیں حال رقم کرنے کی آصفؔ
پر شدتِ جذبات نے مجبور کیا ہے

آصف محمود باسط

یہ سسکیوں میں ڈوبی ہوئی کیسی صدا ہے
پردیس میں یوں کس نے ہمیں یاد کیا ہے؟

وہ کون ہے جو پیار سے لیتا ہے بلائیں
کس دل میں محبت کا یہ سیلاب بھرا ہے؟

وہ کون ہے ہر روز جو سہتا ہے نئے غم
وہ کون ہے جو عمرِ خضر مانگ رہا ہے؟

وہ کون ہے جس نے ہمیں یہ کہہ کے پکارا
''تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سِوا ہے''

زنداں کے اسیرانِ رَہِ مولیٰ کی خاطر
پردیس میں یہ کون گرفتارِ بلا ہے؟

''خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا''
کشکول لئے ہاتھ میں یہ کس کی صدا ہے؟

ہم جان گئے مرشد بر حق کی ہے آواز
اک مرد خدا کانوں میں رس گھول رہا ہے

جذبات تشکر سے رواں ہو گئے آنسو
اے دل تو سنبھل، ہاتھ اٹھا، وقتِ دعا ہے

تنہائی زنداں کا ستایا ہوا مہماں
اڑنے کے لئے کب سے پر تول رہا ہے

پروفیسر ناصر احمد۔ اسیرِ راہِ مولیٰ

گلشن کی رونقوں کا کب انتظام ہوگا؟
اس دورِ ابتلاء کا کب اختتام ہوگا؟
گلشن کی ڈالی ڈالی پھولوں سے کب لدے گی؟
گلشن کی بے بسی پر کب فیض عام ہوگا؟
جام و سبو لئے ہم بیٹھے ہیں میکدے میں
آمد کا تیری ''ساقی'' کب اہتمام ہوگا؟
جن بے کسوں کے ہاتھوں صحرا میں گل کھلے تھے
اب ان کی تشنگی کا کب انصرام ہوگا؟
کب رات یہ چھٹے گی، کب آئے گا سویرا؟
کب کاروانِ نکہت محوِ خرام ہوگا؟
کب روشنی بڑھے گی، کب تیرگی مٹے گی؟
کب جلوہ فرما اپنا ''ماہ تمام'' ہوگا؟
تہذیب نو کے ہاتھوں انساں ہوا ہے رسوا
انسان کا جہاں میں کب احترام ہوگا؟
ہم نخلِ آرزو کی کرتے ہیں آبیاری
کب آرزو کا سورج بالائے بام ہوگا؟
صبر و رضا کا دامن ہم تھام کر کھڑے ہیں
کب در کھلے گا ساقی! کب اذن عام ہوگا؟

﴿یعقوب امجد﴾

وہ سندر سندر بستی ہے، وہاں اک نورانی ہستی ہے
وہ سات سمندر پار سہی، ہم سب کے دلوں میں بستی ہے

اسے دینے کو نذرانے میں دل ہیچ ہے اور جاں سستی ہے
بس ایک نظر اسے دیکھنے کو، یاں ہر اک آنکھ ترستی ہے

اُس دیس کو جانے والے ٹھہر، نذرانۂ الفت لیتا جا
میرے آقا کو پہنچا دینا، پیغامِ عقیدت لیتا جا

وہ روشن قریہ ہے، جہاں میرے آقا رہتے ہیں
وہاں نور کی بارش ہوتی ہے، انوار کے دھارے بہتے ہیں

وہاں عشقِ خدا کی ہر دل میں اک جوت جگائی جاتی ہے
اور عشقِ محمدؐ میں دن رات وہ سارے رہتے ہیں

اُس دیس کو جانے والے ٹھہر، نذرانۂ الفت لیتا جا
میرے آقا کو پہنچا دینا، پیغام عقیدت لیتا جا

پچھّم سے چلی جب پورب کو یہ بادِ صبا پُر نم پُرنم
پھر دل کی حالت غیر ہوئی اور آنکھ ہوئی شبنم شبنم

سینے سے دل ٹکرانے لگا جوں پنجرے میں مرغِ بسمل
اور کرب سے روح بے حال ہوئی اور چھا گیا دل پہ سایۂ غم

اُس دیس کو جانے والے ٹھہر، نذرانۂ الفت لیتا جا
میرے آقا کو پہنچا دینا، پیغام عقیدت لیتا جا

﴿نسیم ناہید ساہی﴾

سرورِ زیست تیرے ہاتھ کا لمس
مکیف ہیں مری ہستی کے لمحات

اگرچہ درمیاں ہے بحر ذخار
جدا پھر بھی نہیں مجھ سے تری ذات

﴿سعید احمد اعجاز﴾

مرے شانے پہ رکھا ہے ترا ہات
بہت پر کیف ہے تیری ملاقات
وطن کو تو نے چھوڑا لیکن اب بھی
مہکتے ہیں تیری خوشبو سے ذرات
دیار غیر میں تو، میں یہاں ہوں
ترے انفاس سے مہکی ہے یہ رات
سرور و زیست تیرے ہاتھ کا لمس
پر کیف ہیں مری ہستی کے لمحات
اگرچہ درمیاں ہے بحرِ ذخّار
جدا پھر بھی نہیں مجھ سے تیری ذات
اسی کی آیتِ روشن ہے تو بھی
لکھی ہیں برگِ گل پر جس کی آیات
نہ حسنِ دلربا نے ہار مانی
نہ میرے عشق کی بازی ہوئی مات
یہ سب کچھ تو ہوا اعجاؔز لیکن
گیا مارا دلِ مجبور ہیہات

﴿سعید احمد اعجاز﴾

کس کی یاد آ گئی ناگہاں شہر میں
رک گئے کرب کے کارواں شہر میں
کس کے عاشق ہیں اس بے اماں شہر میں
خیمہ زن آگ کے درمیاں شہر میں
کون ہے وجہِ تسکین جاں شہر میں
کس کا سکہ ہے اب بھی رواں شہر میں
کس کا دست دعا شہر کی ڈھال ہے
کس کے سجدوں کے ہیں سائباں شہر میں
منزلوں کی طرح مسکراتی ہوئی
کس کے قدموں کی ہے کہکشاں شہر میں
کس کے عہد محبت میں اب بھی مکاں
دے رہے ہیں اذاں بے اذاں شہر میں
چاند تاروں سے کنجِ قفس بھر گیا
رات میہمان تھا آسماں شہر میں
نازشِ شہر تو شہر سے جا چکا
کس لئے آئے ہو اب میاں شہر میں

لے گیا اپنے ہمراہ سب رونقیں
وہ جو تھا اک حسیں نوجواں شہر میں
وہ جہاں بھی رہے مسکراتا رہے
کہہ رہے ہیں یہ خالی مکاں شہر میں
آئے گا ایک دن مسکراتا ہوا
زخم بولیں گے بن کے زباں شہر میں
بھری برسات میں تم ہی مضطر کہو
اٹھ رہا ہے یہ کیسا دھواں شہر میں

﴿چوہدری محمد علی مضطرؔ ایم اے﴾

کون رَہِ فراق سے لوٹ کے پھر نہ آسکا
کس کے نقوش منتظر رہ گئے، بے محل پڑے

﴿انتخاب کلام طاہر﴾

جب اس کی بدل گئیں نگاہیں
شاہوں کو ملی نہیں پناہیں

جب چھاؤں نہ دیں جہاں پناہیں
باہوں میں سمیٹ لیں وہ باہیں

دشمن کو خبر نہیں کہ کیا ہیں
یہ اشک یہ آہ کی سپاہیں

تو ساتھ نہ دے اگر ہمارا
کیسے یہ زندگی نباہیں

اب کج کلاہ دو جہاں کے آگے
گرنے کو سروں سے ہیں کلاہیں

آخر تیرے پا شکستگاں کو
لے آئیں تیری طرف ہی راہیں

اے شخص تو جان ہے ہماری
مر جائیں جو تجھے نہ چاہیں

سو بار مریں تو تیری خاطر
سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں

اے شخص کہاں چلا گیا تو
آجا کہ ترس گئیں نگاہیں

ہو صاحبِ دل تو نذر ہیں
کچھ اپنی کچھ عہد کی کراہیں

﴿عبیداللہ علیم﴾

ہے انیسِ شامِ تنہائی فقط یاد آپ کی
کیا بتائیں کیسے کیسے دل کو بہلاتے ہیں آپ

یہ حقیقت ہے اگر اک خانۂ بے در ہے دل
جانے کن راہوں سے پھر دل میں اتر جاتے ہیں آپ

﴿ڈاکٹر محمود الحسن﴾

ذرے تھے بنا ڈالا ہمیں مہر نما ہے
ہم خاک تھے ہمدوشِ فلک تو نے کیا ہے
اپنے لئے تو اک یہی اعزاز بڑا ہے
خود تو نے اسیرانِ رَہِ مولیٰ کہا ہے
زندہ ہی نہیں اب ہوئے تابندہ بھی ہم لوگ
جب سے ترا اشکوں سے بھرا پیغام سنا ہے
سرمایۂ جاں ہے یہ ہمارے لئے جاناں
جو کرب ترے دل میں ہے، جو لب پہ دعا ہے
ساجن ہمیں کیا چاندنی راتوں سے ہے لینا
کہ تیرا تصور ہی ہمیں ماہِ لقا ہے
جو ہم نے تیری بزمِ تلطف سے ہے پایا
دنیا میں تپاک ایسا بھلا کس کو ملا ہے
خوشبو جو قفس میں کبھی در آئی تو ہم کو
شانوں پہ ترا ہاتھ بھی محسوس ہوا ہے
پیارے ابھی ہمت تو ہماری نہیں سوئی
ہم جاگیں گے تو کاہے کو یوں جاگ رہا ہے

زخموں کو سجا لینا ہی زینت ہے ہماری
یہ رسمِ وضع داری ہے، دستور وفا ہے
ہم کرب و بلا سے کہاں گھبراتے ہیں پیارے
پابندِ سلاسل سہی دل غم سے رِہا ہے
اس بات پہ لیکن کبھی دل دکھتا ہے پریتم
تجھ کو غمِ حالات نے بن باس دیا ہے
دیکھیں دَر و دیوار کے سناٹے کہاں تک
آجا کہ ترے گھر نے تجھے یاد کیا ہے

﴿نامعلوم﴾

اپنے لال گلابی آنسو کر دو ان کے نام
جن کے دِل کی دھڑکن سے بھی ملتا ہے پیغام

جو پردیس میں لمحہ لمحہ دین حق پھیلائیں
جو ہر ایک کی خدمت کر کے اپنے دُکھ بہلائیں

﴿نسیم سیفی﴾

چمن سے گیا جب سے مالک چمن کا، چمن پر ستم گر ستم ڈھا رہے ہیں
بکھرتی ہے جن سے فضاؤں میں خوشبو، وہی پھول زیرِ ستم آ رہے ہیں

جئیں کیسے، دن ہیں یہاں ظالمانہ، ستم اس پہ، راتیں بھی ہیں قاتلانہ
نہیں چین دن کو نہ آرامِ شب ہے، صبح و شام ہم غم ہی غم کھا رہے ہیں

سہانے تھے دن اور سہانی تھی راتیں، کبھی آرزو ہو تو ہو جاتیں باتیں
ملاقات کے دلربا تھے جو لمحے، ہمارے دلوں کو وہ تڑپا رہے ہیں

بہاروں کی رنگینیاں آپ سے ہیں، دلوں کی جو ہیں مستیاں آپ سے ہیں
مسرت سے دل جھوم جائیں ہمارے، سنیں جب کسی سے کہ آپ آ رہے ہیں

نہیں کوئی صورت ملاقات کی ہے، پڑی پاؤں زنجیر حالات کی ہے
نہیں بے بسوں کے لئے کوئی چارا، خطوں سے ہی دل اپنا بہلا رہے ہیں

بچھڑ کر گئے اک زمانہ ہوا ہے، کہاں تک جدائی کا یہ سلسلہ ہے
کبھی تو ملن کے بھی دن آئیں گے، یہی سوچ کر ہم جئے جا رہے ہیں

بہت ہیں یہاں جن کو مجبور دیکھا، جدائی کے صدموں سے دل چور دیکھا
نکلتے ہیں ارماں بہت ان کے دل سے، مگر آنسوؤں میں بہے جا رہے ہیں

طاہر محمود۔ ایم اے

پل پل کیسے گزرا کیسے گزرے ماہ و سال
دل میں نہیں طاقت کہ سنائے ان لمحوں کا حال
دھڑک دھڑک کر زور لگائے ہو نہ کبھی آزاد
دل کے گرد بنا ہے کس نے غم کا پکا جال
سانجھ سویرے آس کا پنچھی اپنے پر پھیلائے
دور ہی ہوتا جائے ہر دم چاند کا اجلا تھال
دل نے آنسو دفن کیئے دل میں اور آنکھیں روئیں
دل کو دیا طعنہ آنکھوں نے کیا روئے کنگال
دل نے مجھے سمجھایا ہے، خود اپنے درد سنبھال
مجھ میں نہیں طاقت کہ رکھوں ہر پل تیرا خیال
وہ آئیں تو دن نکلے، دل ہنسنا سیکھے پھر سے
اب تو لپٹ رہے ہیں دل سے رات کے کالے بال
عظمتؔ جانے ہے کہ ان تک پہنچ نہ پائے پھر بھی
بلک بلک کر روز ہی روئے، ہوجائے بے حال

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

کل جو اپنے شہر سے ربوہ گئی
سب کے چہروں پہ نمایاں تھی غمی
گھر بھرے رونق سے دل افسردہ تھے
جیسے رخصت ہو گئی دلہن ابھی

یا کسی بارات کا دلہا ہو گم
اور ہو بارات اس کو ڈھونڈتی
اک فقط ہستی ہے باہر شہر سے
جس کے باعث سب کی یہ حالت ہوئی

سب گلی کوچوں میں خامشی عیاں
معبدوں میں شور برپا الاماں
سجدوں میں ہچکیاں اور ذکرِ حق
تھا فغاں سے ان کی محشر کا گماں

سب دعا گو تھے آقا کے لئے
اشک تھے محبوب کی خاطر رواں
گڑگڑاتا تھا کوئی مظلوم یوں
ہم ضعیفوں کا ہے تو ہی پاسباں

سورہ النور پہ ایمان تو ہے
اور امام کا بھی ہے تو نگہباں
مگر ہم کمزور بندے کیا کریں
چین آقا کے بغیر آئے کہاں

بے سہاروں کا سہارا ہے تو ہی
تو ہے مختارِ زمین و آسماں
بات قرآں کی کوئی سنتا نہیں
دین سے گمراہ ہے سارا جہاں

سربراہ جس گھر کا ہو پردیس میں
بچوں کو آئے بھلا کیسے قرار
کچھ تو ہوں جیلوں میں کچھ زیر عتاب
باپ ہو پردیس میں پھر اشکبار

صابر و شاکر ہیں پھر بھی ہم مگر
یاد میں محبوب کی ہیں بے قرار
تیری دنیا عدل سے محروم ہے
الحفیظ و الاماں پروردگار

اے خدا پیارے کو میرے جلد لا
فتح و نصرت کر عطا بے انتہا
صبر کا پیمانہ اب لبریز ہے
عید اضحیٰ سی ملاقاتیں کرا

عمر و صحت دے مرے آقا کو تو
غلبۂ حق کا تو جلوہ دکھا
خانہ جنگی میں تباہ مسلم ہیں آج
اتفاق ان کو عطا کر اے خدا

ماننا کوئی نہیں حاکم تجھے
ارض پر فرعون ہیں سب حکمراں
بیگناہی کی سزا ہے قتل و قید
کر عیاں ہم پر اماں کا تو نشاں

غیب سے آئی اچانک یہ صدا
اشکرو، جاء الاماں، جاء الاماں
''چوں ضعیفے در زمیں خواہد اماں
غلغل افتد در سپاہ آسماں''

﴿کفیلہ خانم﴾

جلد محبوب وطن میں مرا محبوب آئے
کب تلک دے گی تسلی مجھے تصویر آخر

﴿راجہ نذیر احمد ظفر﴾

سکون قلب و نظر بے قرار پا نہ سکے
انہیں بلا نہ سکے اور آپ جا نہ سکے
شکستہ دل کی صدا ہے فراق کی روداد
جسے وہ سن نہ سکے اور ہم سنا نہ سکے
نگاہ ناز کی جادو گری خدا کی پناہ
قریب کھینچ لے جس کو پلٹ کے جا نہ سکے
دیارِ شوق کی منزل نہ پا سکے گا کبھی
جو راہِ شوق سے سنگِ گراں ہٹا نہ سکے
ملا جو ان سے تو رگ رگ میں آ گیا طوفان
ہزار باتیں تھیں کہنے کی لب ہلا نہ سکے
ہر ایک رعب سے بڑھ کر ہے حسنِ یار کا رعب
وہ پاس بیٹھے رہے ہم نظر ملا نہ سکے
یہ ڈر تھا رازِ محبت نہ ان پہ کھل جائے
وہ پوچھتے ہی رہے حال کچھ بتا نہ سکے
بہت تھا ناز انہیں اپنے زورِ بازو پر
مگر ہم اہل جنوں کے وہ سر جھکا نہ سکے
جنابِ شیخ کی تقریر تھی فصیح و بلیغ
سخن شناس سے لیکن وہ داد پا نہ سکے

﴿رحمت اللہ شاکر﴾

عرفان کی بارش ہوتی تھی جب روز ہمارے ربوہ میں
اے کاش کہ جلدی لوٹ آئیں وہ دن وہ نظارے ربوہ میں

جب علم کی محفل جمتی تھی، عرفان کی باتیں ہوتی تھیں
دن یاد بہت وہ آتے ہیں، جو ساتھ گزارے ربوہ میں

اے بے بصرو! کیا تم کو خبر اس لذت کی، جب ہوتے تھے
عشاق کی محفل میں، ان کی چتون کے اشارے ربوہ میں

گرداب سے نکلو ہم تم کو ساحل سے صدائیں دیتے ہیں
رخ اپنے سفینوں کے موڑو، پاؤ گے کنارے ربوہ میں

اے تخت نشینو ہم تو انہی آنکھوں کا اشارہ دیکھتے ہیں
خوش فہم نہ ہو کہ چلتے ہیں فرمان تمہارے ربوہ میں

جو آگ لگائی ہے تم نے وہ تم کو ہی جھلسائے گی
اے صاحب شر کر ہوش، ذرا نہ پھینک شرارے ربوہ میں

مجبور سہی، لاچار سہی، ہے کرب و بلا کا دور مگر!
پُرعزم بھی ہیں، باحوصلہ بھی، رہتے ہیں جو سارے ربوہ میں

کچھ جان کی بازی ہار گئے، پر لاج وفاؤں کی رکھ لی
خوں رنگ لبادوں میں آئے، اللہ کے پیارے ربوہ میں

تسکین سماعت پاتی ہے، ذہنوں کو جِلا بھی ملتی ہے
پر دید کی پیاس کا کیا کیجئے، بھڑکی ہے جو سارے ربوہ میں

کب ساقی بزم میں آئے گا، کب جام لنڈھائے جائیں گے
دو قطروں سے کب ہوتے ہیں، رندوں کے گزارے ربوہ میں

جب تک یہ سانس کا رشتہ ہے، بندھن بھی آس کا قائم ہے
الطاف کے خوگر بیٹھے ہیں، رحمت کے سہارے ربوہ میں

پھر نغمۂ بلبل گونجے گا، پھر پھول چمن میں مہکیں گے
پھر لوٹ بہاریں آئیں گی، سو روپ نکھارے ربوہ میں

پھر تارے تابندہ ہوں گے، پھر چاند اجالا پھیلے گا
ہر سمت نظر آئیں گے وہی، پھر نور کے دھارے ربوہ میں

پھر جلوے بزم سجائیں گے، پھر دید کی پیاس بجھائیں گے
پھر دیکھنے والے دیکھیں گے، گل رنگ نظارے ربوہ میں

جب اذنِ الٰہی ہوگا، پھر اک شان سے واپس آئیں گے
آغوشِ امامت کے پالے، مہدی کے دلارے ربوہ میں

اے قادر مطلق یہ تو بتا، پھر لوٹ کے کب تک آئیں گے
وہ دن کہ اذانوں سے گونجا کرتے تھے، منارے ربوہ میں

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

درد میں ڈوبے شعر کا کانٹا دل میں ساری رات گڑھے
میرے دیس کے بسنے والو! کاش تمہاری رات ڈھلے

چاند اترا جو گھر میں میرے کاش وہاں تک بھی جائے
یوسف کی خوشبو سے اک دن تم سب کا آنگن مہکے

جیسے اُس کے دستِ شفا نے میرے درد کو سہلایا
ویسے ہی زخموں پہ تمہارے خود جا کر مرہم رکھے

جیسے اس کے ہجر کی سوزش سے لالے کا داغ بڑھا
ویسے اس کی دید کی شبنم سے نرگس کی آنکھ بھرے

اس نے ہم سے مل کر بھی کیا کیا نہ یاد کیا تم کو
ایسے ہجر کی قسمت پر یہ قرب کی ساعت رشک کرے

رو رو اسے بلاؤ گے تو اک دن لے ہی جاؤ گے
ہم کو دو دن خوش ہونے دو کر لینے دو پات ہرے

﴿راشدہ اشرف سیال﴾

آیا ہلال عید جو لے کر پیامِ عید
دل ڈوب ہی گیا جو آیا ہے نامِ عید
چہرے ہیں جن کے بدر، تو ابرو ہلال عید
پردیسیوں کو پہنچے ہمارا سلامِ عید
آنسو نہ آئیں آنکھ میں، لب پر فغاں نہ ہو
ہاں مسکرایئے گا کہ ہے احترامِ عید
خونِ جگر سے دیپ وفا کے جلائے ہیں
اہلِ قفس نے خوب کیااہتمامِ عید
آئی سحر پہن کے لہو رنگ پیرہن
کتنی اُداس اُداس ہے اس بار شامِ عید
اہل رضا نے درد و الم کی کشید سے
بھر بھر پیئے ہیں بزمِ صداقت میں جامِ عید
بچھڑے ہوؤں کی یاد منیرہ رُلا گئی
لگ کر گلے دیا جو کسی نے سلامِ عید

﴾سیدہ منیرہ ظہور﴿

آقا کا ہم کو شام و سحر انتظار ہے
ہر آن اُن کی یاد میں دل بیقرار ہے
مدّت ہوئی جدائی کا غم سہہ رہے ہیں ہم
آجاؤ جانِ مَن کہ تو ہی غمگسار ہے
مولا تیرے حضور ہے یہ سر جُھکا ہوا
تیرے ہی در پہ میرا عجز انکسار ہے
آقا کو اپنے وطن میں لوٹا دے فتح کے ساتھ
جن کی مراجعت ہی حقیقی بہار ہے
ظلم و ستم میں آج بہت بڑھ گیا عدو
دراصل ساری قوم میں اک انتشار ہے
کلمہ مٹا رہے ہیں اور اقرار بزباں
کرتے ہیں ہم کو سرورِ عالم سے پیار ہے
ہر ایک دکھ اٹھا کے انہیں ہم نے دی دعا
ہر احمدی، خدا ہے گواہ، پُر وقار ہے
''بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم''
دل میں نہیں تو زندگی بے اعتبار ہے
''اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے''
یہ عرض ہے خلیقؔ کی جو خاکسار ہے

﴿خلیق بن فائق﴾

اسے کہنا کہ لوٹ آئے

اسے کہنا، بہاروں کا حسین موسم، ترے بن سونا سونا ہے
اسے کہنا، ترے بن، چاند بھی مغموم رہتا ہے
ستاروں کی حسیں آنکھیں، ترے بن بھیگی بھیگی ہیں
اسے کہنا کہ جب تک تو نہ آئے گا
نہ کلیاں مسکرائیں گی، نہ غنچے کھلکھلائیں گے
نہ پھولوں کے لبوں پر، قہقہے آباد ہوں گے
اسے کہنا چمن کی ڈالیوں پر
بولنے والے پرندے
چپ، پروں میں منہ چھپائے
آشیانوں میں، سحر کے منتظر ہیں
اسے کہنا، ترے گھر کی منڈیروں پر
چڑھی بیلیں، لدی ہیں زرد پتوں سے
ترے آنگن میں، وہ جو اک شجر ہے
وہ کھولے بازوؤں کو، کب سے تیرا منتظر ہے
اسے کہنا کہ گلیوں میں ہوا بے چین پھرتی ہے
اسے کہنا کہ جب بھی یہ فضا خاموش ہوتی ہے

تو یوں لگتا ہے، جیسے تم
امن کا بربط اٹھائے، مردہ روحوں کو جگانے کے لئے
اک زندگی افزاء، محبت سے بھرا نغمہ سناتے ہو
اسے کہنا، خدا کے ہاں، تیرے آنسو
تیرے چہرے پہ، یہ پھیلی ہوئی، انوار کی روشن صباحت قیمتی ہے
اسے کہنا تیرے گھر کے دریچوں سے
لرزتی دھوپ کی کرنیں
ترے آنگن میں جب آ کر اترتی ہیں
تو یوں لگتا ہے، جیسے ہر طرف تیری صدا پھیلی ہوئی ہو
اور تیرے قدموں کی آہٹ
تیرے لہجے کی حلاوت
لمحہ لمحہ دل کے تاروں کو ہلا کر
اک نیا پیغام دیتی ہو
اسے کہنا
گزرتا وقت جانے کب ٹھہر جائے
نظر کے یہ دیئے
جانے کہاں، کس وقت
ہوا کے ایک ہی جھونکے سے بجھ جائیں
اسے کہنا کہ لوٹ آئے، اسے کہنا کہ لوٹ آئے

سیدہ منیرہ ظہور

الٰہی! اب گھڑی وہ جلد آئے
کہ میرا بے سکوں دل چین پائے

لئے پرچم ظفر کا آئیں آقا
رہیں ہم پر تیری رحمت کے سائے

بجھے جب پیاس نظروں کی ہماری
الٰہی! اب گھڑی وہ جلد آئے

ہوں رہتی منتظر یوں چونکنے کو
سنو! پگلی تیرے آقا ہیں آئے

تمنا پوری ہونے پر یہ ڈر ہے
خوشی سے دل میرا ہی پھٹ نہ جائے

نکل جائے یہ فرط عشق میں جاں
الٰہی! اب گھڑی وہ جلد آئے

اگر لمحے جدائی کے بڑھے اب
تیری فرقت میں جاں ہی گھل نہ جائے

تمنا بن نہ جائے میری حسرت
ہمارا وہ مسیحا لوٹ آئے

ہمارے درد کا درماں ہو یارب
الٰہی! اب گھڑی وہ جلد آئے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

خدایا تیرے کُن کہنے سے کیا کچھ ہو نہیں سکتا
بدل دے جو ہوا کا رخ خدایا وہ کرامت دے

جھکیں گے تیرے در پہ ہی میرے آقا میرے مولیٰ
نہ ڈر پیدا ہو دل میں کچھ ہمیں ایسی شجاعت دے

میرے آقا وطن سے دور بیٹھے ہیں جو مدت سے
وطن کو پھر وہ لوٹیں شان سے، ایسی بشارت دے

یقیں رکھتا ہوں اے مولیٰ! بدل جائیں گے یہ دن بھی
ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے کی لیاقت دے

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

ہوا کے بین میں شامل ہیں میری آہیں بھی
کہ منتظر ہیں تیرے نقشِ پا کی راہیں بھی

کوئی تو سپنا نیا، اب جگانے آجاؤ
تھکی ہیں دیکھ کے راہیں میری نگاہیں بھی

فضائے دل بھی ہے ویراں، آنکھ میں حسرت
تیرے بغیر تو ڈستی ہیں اب پناہیں بھی

ہر اک موڑ پہ نشتر چبھوئے جاتے ہیں
اور اس پہ حُکم حَکم ہے کہ نہ کراہیں بھی

چلے بھی آؤ! کہ میں سینے لگوں گا حسرت سے
کہ تھک کے گرنے لگیں پہلوؤں میں بانہیں بھی

میرے حبیب، میری جان، اے میرے آقا!
یہ کیسا دور ہے مل نہ سکیں جو چاہیں بھی

لبوں پہ حرفِ دعا ہے، قدم شکستہ ہیں
بڑھیں گے گرچہ کٹھن ہیں وفا کی راہیں بھی

﴿وحید احمد﴾

پردیس سے آنے والو ہمیں اس طرح ستانا ٹھیک نہیں
ہم دید نوید کے پیاسوں کو کچھ اور رلانا ٹھیک نہیں

تم ان سے بچھڑ کے آئے ہو، کیا دوش ہمارا ہے اس میں
گم سم رہ کے، کچھ نہ کہہ کے، اب ہم کو جلانا ٹھیک نہیں

کوئی بات نئی، سوغات نئی، کچھ یادوں کی برسات نئی
جو دولت واں سے لائے ہو، اپنوں سے چھپانا ٹھیک نہیں

تم سوزِ دروں سے واقف تھے، اور وصل کی قیمت جانتے تھے
جو گوہر مَر کے ہاتھ لگے، ہاتھوں سے گنوانا ٹھیک نہیں

یہ پاک دلوں کے ناطے ہیں، مت سمجھو خبر نہیں ان کو
اک حرفِ تمنا لکھ بھیجو، روداد سنانا ٹھیک نہیں

تقدیر اگر لے جائے ہمیں، ہم صاف انہیں بتلا دیں گے
یا ساتھ رکھو، یا ساتھ چلو، پھر وعدۂ فردا ٹھیک نہیں

محمؔود بس اتنا کام کرو، یہ شعر انہی کے نام کرو
ان سچے صادق جذبوں کو غیروں پہ لٹانا ٹھیک نہیں

﴿مبشر احمد محمود﴾

نوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے پاس
اک عجب چھاؤں میں بیٹھے رہے ہم یار کے پاس

اس کی ایک ایک نگہ دل پہ پڑی ایسی کے بس
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لبِ اظہار کے پاس

یوں ہم آغوش ہوا مجھ سے کہ سب ٹوٹ گئے
جتنے بھی بت تھے صنم خانۂ پندار کے پاس

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

یونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یونہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس

پھر اسے سایۂ دیوار نے اٹھنے نہ دیا
آ کے اک بار جو بیٹھا تیری دیوار کے پاس

تجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقولِ غالب
''خود بخود پہنچے ہے گل گوشئہ دستار کے پاس''

تیرا سایا رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہ گار کے پاس

﴿عبیداللہ علیم﴾

اک سانس بھی لیتا نہیں دم سادھے ہے خاموش
اک موڑ پہ رکتا ہوا یہ وقت کا دھارا

ہاں نقرئی لفظوں سے لکھا جائے گا ہمدم
یہ وقت جو ہم نے تیری فرقت میں گذارا

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

اشکوں کی زباں سے جو پکاریں گے اسے ہم
رحمٰن ہے اللہ وہ سن لے گا صدائیں!!

پھیلا ہے ہوس کا جو ہر اک سمت اندھیرا
ہر دل میں دیئے صبر و قناعت کے جلائیں

آتا ہی نہیں لوٹ کے محشر کا مسافر!
ہر سجدے میں رو رو کے میں دیتی ہوں صدائیں

اس ہونٹ کی آواز بنا دے مجھے مولا!
جس ہونٹ پہ کرتی ہیں سدا رشک دعائیں

راتوں کی سیاہی میں ہے سجدوں کا قرینہ
اشکوں کا سفینہ ہے لبوں پر فقط آہیں

مایوس ہیں کب سے در و دیوار یہاں کے
دیدار کی حسرت ہے مجھے سنسان ہیں راہیں

اے چاند ستارو کبھی گزرو جو وہاں سے
فوزؔی کی دعا دیجئیو لے لے کے بلائیں

﴿فوزی﴾

فرقت کے پڑے ہم پہ جو اثرات نہ پوچھو
جو کہنے سے قاصر ہوں وہی بات نہ پوچھو
لمحوں کا حساب اچھا ہے گر ہم سے نہ مانگو
کیسے ہیں کٹے ہجر کے لمحات نہ پوچھو
دل ماہیٔ بے آب سا تڑپے ہے شب و روز
دن کیسے کٹا، کیسے کٹی رات، نہ پوچھو
ہجراں کے شب و روز ہیں صدیوں کو سمیٹے
اور اس پہ سوا یورشِ صدمات نہ پوچھو
ملنے کا مزا تب ہے مری جان یہ کہہ دو
جب چاہو ملو، وقتِ ملاقات نہ پوچھو
کچھ رکھ لو بھرم میرا ندامت سے بچا لو
یوں بزم میں مجھ سے مری اوقات نہ پوچھو
سننا ہے تو مجھ سے ہی سنو میری کہانی
غیروں سے مرے دل کی حکایات نہ پوچھو
وہ تو مجھے بدنام کریں گے ہی بہر طور
تم میرے رقیبوں کے خیالات نہ پوچھو

کیفیتیں لفظوں میں ادا ہو نہیں سکتیں
جو وقتِ ملاقات تھے جذبات نہ پوچھو

یہ کب ہوا، کیسے ہوا، کیونکر ہوا لوگو
اس مرض محبت کی شروعات نہ پوچھو

ہر بات تو کہنے کی نہیں ہوتی ہے یارو
وابستہ مری ذات سے ہر بات نہ پوچھو

چھوٹی سی یہ اک چیز جو سینے میں دھری ہے
آفت ہے کیا ننھی سی یہ سوغات نہ پوچھو

اے چارہ گر چھوڑو جو ادراک نہ ہووے
نہ تنگ کرو مجھ سے علامات نہ پوچھو

اک جرمِ محبت کے عوض اہل جنوں نے
آباد کیئے کتنے حوالات نہ پوچھو

مر جائیں گے توہینِ محبت نہ کریں گے
کیا اہل وفا کی ہیں رسومات نہ پوچھو

ہم درد نصیبوں نے رہ عشق و وفا میں
جھیلی ہے جو سنگینیِ حالات نہ پوچھو

اسلاف جو ورثے میں ہمیں سونپ گئے ہیں
سب پیاری ہیں کیسی وہ روایات نہ پوچھو

آنگن میں مرے ذہن کے جو آکے ہے اتری
ہے کتنی حسین یادوں کی بارات نہ پوچھو

وہ چاہے تو بے ساغر و مینا ہی پلا دے
یارو مرے ساقی کی کرامات نہ پوچھو

مجھ سے فرد مایہ پہ نظر لطف و کرم کی
اس یار یگانہ کی عنایات نہ پوچھو

ہر بات مری تم نے ہی لکھی تھی فرشتو
اب چھوڑ بھی دو اور حسابات نہ پوچھو

آنکھوں کے ساون کو تو سبھی دیکھ رہے ہیں
سینے میں ہے جو تندئ برسات نہ پوچھو

ہم سوئے حرم چل تو پڑے لیک، بہر گام
رستے میں ملے کتنے خرابات نہ پوچھو

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

دھرتی کی کیا بات سنیں ہم نیل گگن یہ کہتا ہے
روکنے والے روک کے دیکھیں آنے والا آئے گا

﴿نسیم سیفی﴾

میرے آقا! مجھ کو لندن سے کبھی آواز دے
اڑ کے جا پہنچوں خداوندا پرِ پرواز دے

چوم لوں ان کے مبارک ہاتھ جا کر ان کے پاس
یہ تفاخر دے خداوندا، مجھے یہ ناز دے

زیست کو ایسی روش دے جو پسند آئے انہیں
ان کا منظورِ نظر ہو جاؤں وہ انداز دے

فاصلے مٹ جائیں ساری دوریاں ناپید ہوں
پاس ان کے بیٹھ جانے کا مجھے اعزاز دے

جاؤں ان کی محفل عرفان میں نغمہ بلب
نغمۂ وحدت سناؤں دل نشیں آواز دے

وقت تھا جب وہ ہمارے پاس تھے جلوہ فروز
لوٹ کر آجائے، ہمدم! وقت کو آواز دے

باوجود ان دوریوں کے دیکھ لوں ان کا جمال
دیکھ لینے کا کچھ ایسا آنکھ کو انداز دے

میری جاں ہے ناشناسائے مذاقِ خامشی
اک شکستہ ساز ہوں مجھ کو نوائے ساز دے

میری آنکھوں سے ہٹا دے کم نگاہی کے حجاب
جو تو چاہے میں کروں اپنی رضا کا راز دے

چشم دل سے ہے نہاں تیری پسند و ناپسند
میری آنکھیں کھول دے، دل آشنائے راز دے

جا رہا ہوں میں لاکھ ارماں لئے آقا کے پاس
کوئی سندیسہ انہیں دینا ہو گر اعجازؔ دے

﴿سعید احمد اعجاز﴾

مہرباں دیکھ! ترستی ہے ترے عکس کو آنکھ
چاندنی رات وہی، چاند ستارے بھی وہی

﴿ایچ آر ساحر﴾

یک بیک کیا ہوا اک جہاں رو دیا
کانپ اٹھی زمیں، آسماں رو دیا
یہ تو محسوس کرنے ہی کی بات ہے
جس نے سمجھا یہ سوزِ نہاں، رو دیا
بات کیسی سنی دہنِ تقدیر سے
جو جہاں تھا بہ قلبِ تپاں رو دیا
ہاتھ میں پھول تھامے تھا بیٹھا ہوا
جب وہ کملا گیا، باغباں رو دیا
جب فنا کا مکمل یقیں ہو گیا
حسن کی دیکھ رعنائیاں رو دیا
اڑ گئی ایک دم بلبلِ خوش نوا
خامشی چھا گئی، آشیاں رو دیا
ننھی کلیاں بھی ہیں سہمی سہمی ہوئی
شاخِ گل جو کٹی گلستاں رو دیا
صبر کی سب کو تلقین کرتا ہوا!
گر کے سجدوں کے وہ درمیاں رو دیا

دل تو آخر ہے دل یہ تو تڑپے گا ہی
جب بڑھیں اس کی بے تابیاں رو دیا
رکھ کے سینے پہ سنگِ گراں ہنس دیا
لے کے دل پہ وہ بارِ گراں رو دیا
آتشِ غم کو پانی کی حاجت تو تھی
دل سے اٹھنے لگا جو دھواں رو دیا
ہجر کی تلخیاں اور بھی بڑھ گئیں
ہم یہاں روئے کوئی وہاں رو دیا
چپ رہا جو بھرم ضبط کا رکھ لیا
چھیڑ دی جس نے یہ داستاں رو دیا
اس کے دکھ پہ نہ آنسو بہیں کس طرح
میرے ہر دکھ پہ جو مہرباں رو دیا
راہبر حوصلے سب کو دیتا رہا
اس کے دکھ پہ مگر کارواں رو دیا
فرطِ غم سے زباں میری ساکت ہوئی
خامہ لرزاں رہا اور بیاں رو دیا

﴿مکرمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ﴾

نوٹ:۔ یہ نظم صاحبزادی سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے موقع پر کہی گئی۔

میں بن بن پی پی کرتی پھروں کوئی سن لے بپتا جوگن کی
میں سونا چاندی نہ مانگوں میں پیاسی پی کے درشن کی

یاں نگری نگری روکیں ہیں، یاں ڈگر ڈگر اک باڑ کھڑی
اس کلجگ میں کوئی جانے نہ لاگی اک دکھیا برہن کی

میں چٹھیاں لکھ لکھ ہار گئی اب ساجن گھر آجاؤ نا
آجاؤ شوبھا بڑھ جائے مرے من کے سُونے آنگن کی

ان چرنوں میں ہے چین مرا اس بن ہر سو اندھیارا ہے
سکھ چین وہ مرے ہردے کا وہ جوت ہے میرے درپن کی

شبھ نام ہے ''طاہرؔ'' پریتم کا جو سیوتی سماں پوتر ہے
وہ راجہ پریم کی نگری کا وہ چاہت ہر منموہن کی

دھن بھاگ ہوں مجھ دکھیاری کے دو درس دکھانے آجائیں
ہونٹوں پر گیت ملن کے ہوں آنکھوں میں جھڑیاں ساون کی

یاں بولوں پر ہے جیبھ کٹے اور سوچوں پر بھی پہرے ہیں
اب کتھا سنائے کس کو جا کر صادقؔ دکھیا جیون کی

﴿غلام محی الدین صادق﴾

جو بپتا دل پہ بیتی ہے وہ سامنے لاؤں تو کیسے
میں درد میں گزرے لمحوں کا احوال سناؤں تو کیسے

تم شیش محل میں بیٹھ کے اپنی دید کرا تو دیتے ہو
مجھ کو بھی بتاؤ میں شیشے کے اندر آؤں تو کیسے

ملنے کا مزہ تو آتا ہے، جب باہم مل جل بیٹھے ہوں
یہ بیچ میں جو دیوار سی ہے میں اس کو گراؤں تو کیسے

تم خوشبو ہو جو ساتھ ہوا کے مجھ تک آن پہنچتی ہے
میں تم کو اپنے ہونے کا احساس دلاؤں تو کیسے

جن گلیوں میں تم پھرتے تھے، وہ ساجن کھوج میں رہتی ہیں
ان بیکل بیکل گلیوں کو بولو سمجھاؤں تو کیسے

نہ میری زبان ہی کھلتی ہے، نہ میرا قلم ہی چلتا ہے
پھر دل کے سچے جذبوں کو تم تک پہنچاؤں تو کیسے

آواز تمہاری آتی ہے، دیدار تمہارا ہوتا ہے
پر دوری کا احساس ہے جو میں اس کو مٹاؤں تو کیسے

یہ بالک ہٹ، یہ تریا ہٹ، یہ راجا ہٹ سب ہیچ لگیں
ہے منواہٹ سب سے بڑھ کے من کو بہلاؤں تو کیسے

آنکھوں میں گھٹائیں بند ہیں یوں، اک قطرہ پانی نہ نکلے
سینے میں سلگتی بھٹی کی پھر آگ بجھاؤں تو کیسے

تم اونچا اڑنے والے ہو میں ایک شکستہ پَر چڑیا
جو منزل تم بتلاتے ہو وہ منزل پاؤں تو کیسے

میں لاج کی ماری کونے میں گردن کو جھکائے بیٹھی ہوں
ہے سوچ یہی چھلنی چھلنی جھولی پھیلاؤں تو کیسے

آنکھوں کے اجلے پانی کے چشموں میں روانی نہ ہوتو
اس دھبہ دھبہ دامن کے میں داغ مٹاؤں تو کیسے

گر غور کروں تو اور ہی اک چہرہ دکھائی دیتا ہے
میں دیکھ کے شیشہ خود سے ہی پھر آنکھ ملاؤں تو کیسے

صاحبزادی امۃ القدوس بیگم

''ان کی آمد'' کے سمے کتنے سہانے ہوں گے
بالیقیں عید سے پر کیف زمانے ہوں گے

ہم تو جامے میں بھی پھولے نہ سماتے ہوں گے
ہر طرف ان کی محبت کے ترانے ہوں گے

چشمِ پرنم ہے جگر سوختہ، دلِ مضطر ہے
بارِ غم کتنے جدائی میں اٹھانے ہوں گے

شکر کے سجدے ادا ہوں گے خدا کے در پر
ان کی ''آمد'' پہ ہمیں ''جشن'' منانے ہوں گے

روز اول سے ہی پیمان وفا ہے ان سے
جان دے کر بھی ہمیں ''عہد'' نبھانے ہوں گے

حیف صد حیف یہ مہجور نہ در تک پہنچا
امتحاں اور بھی راہ میں آنے ہوں گے

اپنے عشاق کو ازراہ تلطف جاناں
منزلِ عشق کے اسرار بتانے ہوں گے

تذکرہ جب بھی شہیدانِ وفا کا ہوگا
پھر ہرے زخم مرے دل کے پرانے ہوں گے

راہِ مولا کے اسیروں کو دعا میں اپنی
یاد رکھنا ہے کبھی بھول نہ جانے ہوں گے

راہ میں میری عدو لاکھ بکھیرے کانٹے
اس کے بدلے میں مگر پھول بچھانے ہوں گے

حق شناسی سے جو محروم ہیں دل کے مردے
حق کے اعجاز سے وہ شاؔد جلانے ہوں گے

﴿محمد ابراہیم شاد﴾

ایستادہ سر راہے ترے مہجور ہنوز
دیدہ و قلب وہی، دید کے مارے بھی وہی

﴿ایچ آر ساحر﴾

درد کی روانی ہے، خون دل کا بہنا ہے
وقت کے مقدر میں صرف چلتے رہنا ہے

پوچھنے سے کیا حاصل آنکھ کی زباں سمجھو
میرا حال دل شاید آنسوؤں نے کہنا ہے

اور کتنے برسوں ہم دن ہی گنتے جائیں گے؟
درد اس جدائی کا اور کتنا سہنا ہے؟

تیرے پیار کی خاطر سب ہی جھیل لیں گے ہم
کاسئہ جدائی بھی آج ہم کو گہنا ہے

صبر اوڑھنا، عظمتؔ صبر ہی بچھونا ہے
تو نے دے دیا ہم کو اور ہم نے پہنا ہے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

آپ کے بن عید کوئی عید ہے
عید اپنی آپ کی بس دید ہے
رات دن ہم منتظر ہیں آپ کے
آپ آئیں، تو ہماری عید ہے

عکس ٹی وی پر جو دیکھا آپ کا
خواب میں ملنا ہے، گویا آپ کا
خواب کی تعبیر پوری ہو کبھی
منتظر ہے شہر ربوہ آپ کا

آرزوئے دید دیتی ہے صدا
دامن امید کو تھامو ذرا!
رات جانے کو ہے آئی ساتھیو
یہ مرا احساس دیتا ہے ندا

یعقوب امجد

کوئی تو ہے جو دل کی رونقیں آباد رکھتا ہے
دیارِ غیر میں بھی رہ کر ہم کو یاد رکھتا ہے

محبت کے مکاں تعمیر کرنے کا ہنر اس کو
جہاں جاتا ہے صلح و امن کی بنیاد رکھتا ہے

اسے کیا داستانِ غم سناتے وقت سوچا ہے
وہ اپنے دل میں کیسی درد کی روداد رکھتا ہے

ہم ایسے غمزدوں کے واسطے وہ دامن دل میں
ہمیشہ مسکراتی دولت امداد رکھتا ہے

ڈراتے ہیں اسے کیا موم کے یہ موسی پتلے
جو عزم آہنی اور جذبۂ فولاد رکھتا ہے

ہم اس ماحول سے شکوہ کناں تھے اور نہ ہیں قدسیؔ
جو پتھر قید رکھتا اور سگ آزاد رکھتا ہے

﴿عبدالکریم قدسی﴾

آ! صدر نشیں ہو محفل کا پہلے کی طرح
آ! دل والوں کو پاس بٹھا پہلے کی طرح
آ! اندھیروں نے گھر گھر ڈیرے ڈالے ہیں
آ! آنگن آنگن دیپ جلا پہلے کی طرح
آ! پھر رونق افروز ہو ہجر قبیلے میں
آ! پھر کوئی وصل کا گیت سنا پہلے کی طرح
آ! فقروں کی خیرات عطا کر محفل کو
آ! لفظوں کی توقیر بڑھا پہلے کی طرح
آ! درویشوں میں بانٹ ہنسی کے ٹکڑے پھر
آ! بے چاروں کی بھوک مٹا پہلے کی طرح
آ! شبیر و پروازی، ثاقب، سیفی کو
آ! پھر اپنی محفل میں بلا پہلے کی طرح
آ! تیرے بعد گلے ملنا بھی بھول گیا
آ! قدسیؔ کو سینے سے لگا پہلے کی طرح

﴿عبدالکریم قدسی﴾

مدت کے بعد شہر کو دیکھا تیرے بغیر
مجھ کو عجیب سا لگا ربوہ تیرے بغیر

کس کام کا ہے دیدہ بینا ترے بغیر
آتا نہیں نظر ہمیں رستہ ترے بغیر

احباب بھی تھے، دعوتوں کی رونقیں بھی تھیں
لیکن کہیں بھی لطف نہ آیا ترے بغیر

مسند وہی تھی، منبر و محراب بھی وہی
سب کچھ وہی تھا، تھا مگر خطبہ ترے بغیر

یہ گفتگو کو، فن کے سلیقے کو کیا کریں
ہوتے نہیں ہیں وا لب گویا ترے بغیر

خیرات حوصلہ کو ہے دامن ترس گیا
کس کو سناؤں درد کا قصہ ترے بغیر

تیرے بغیر رونق بغداد دل کہاں
ویراں پڑا ہے فکر کا بصرہ ترے بغیر

لفظوں کا بانکپن ہو کہ لحن صریر ہو
چلتا نہیں ہے کوئی بھی سکہ ترے بغیر

قدسیؔ میں سوچتا ہوں کہ اترے گا کس طرح
اشکوں کی پچھلی فصل کا قرضہ ترے بغیر

﴿عبدالکریم قدسی﴾

یہ میری صدا ہے نوا نہیں، اسے بے کسی کی نوا کہو
میرے دل میں درد کی ہوک ہے، میرے دل کو غارِ حرا کہو

مرے زخم دل کی حرص ہے، تیری دید کا ہو سبب کوئی
اسے درد دل کی دوا کہو، اسے چاہے دستِ شفا کہو

تیری یاد اور میری حسرتیں، دل مضطرب یہ شبِ فراق
مری فرقتوں کو بھی ہم نوا، میرے درد دل کی دوا کہو

تیرا نام لے کے پکارتا ہوں میں بہت پیار سے روز و شب
چہ عجب کہ میرے جواب میں، کوئی تم بھی ندا کہو

تیری یاد میں آقا میرے ہوش ہی سارے اڑ گئے
میں زہے نصیب کیا کروں اسے چاہے تم جفا کہو

مجھے بخش دے جو میرا خدا، تو نجات اپنی بھی ہو ذرا
ہے ظفر کے دل میں خدا کا ڈر، یہی تم بھی مجھ کو دعا کہو

﴿عبدالرحمان ظفر﴾

”ان کو شکوہ ہے کہ ہجر میں کیوں تڑپایا ساری رات
جن کی خاطر رات لٹا دی چین نہ پایا ساری رات“

اس سے شکوہ کون کرے کہ کیوں تڑپائے ساری رات
جو پیتم خود ہجر کے دکھ سے چین نہ پائے ساری رات

جگ والو! کیا چاہت کا یہ روپ کبھی تم نے دیکھا ہے
پریمی سکھ سے سوئیں پی کو نیند نہ آئے ساری رات

مجھ مورکھ کی اکھین میں تو پانی کی اک بوند نہیں
من موہن نے میری خاطر نیر بہائے ساری رات

نِر بھاگی جو ہیں وہ سب تو لمبی تانے سوتے ہیں
بھاگوں والا رو رو ان کے بھاگ جگائے ساری رات

سورج کس کے پریم میں جلتا مَنوا لے کر گھومے ہے
کس کی کھوج میں چاند گگن کے چکّر کھائے ساری رات

لاج کی ماری سوچ رہی ہوں کیسے اس کی اور تکوں
ساجن جی کی سیوا کی نہ ناز اٹھائے ساری رات

روز ارادے باندھے، سوچا، رات تو اس کے نام کریں
بات یہ دن بھر یاد رہے، پر یاد نہ آئے ساری رات

گھر ویران پڑے ہوں تو آسیب بسیرا کرتے ہیں
دل کی بستی پر منڈلائے دکھ کے سائے ساری رات

آدھی رات کی زاری اچھی جیون بھر کے رونے سے
بے کل من اب آدھی رات کے قرض چکائے ساری رات
ذہن ہے بوجھل، تن دُکھتا ہے، مَن بھی جلتا انگارہ
ساری رات بھی ہوئے پھر بھی سو نہ پائے ساری رات
ایک ذرا سی جان نے میری کیا کیا جھنجھٹ پالے ہیں
دن بھر کے سب جھگڑے سوچوں میں نپٹائے ساری رات
یوں بھی ہو کہ بِپتا جو بھی بیتے من پہ بوجھ نہ ہو
اور کبھی بے بات کے میرا جی گھبرائے ساری رات
بھولی باتیں، بسرے قصے، سندر مکھڑے، پیارے لوگ
یادوں کی بارات نے کیا کیا رنگ جمائے ساری رات
آس نراس کے سنگھم پر یہ جیون کب تک بیتے گا
دن کو خود ہی توڑے جو سپنے دکھلائے ساری رات
نظریں چھالا چھالا ہو گئیں، جلتی دھوپ میں تکنے سے
ان پیالوں میں آشاؤں کے دیپ جلائے ساری رات
بن مانگے جو دان کرے کیا مانگے سے نہ دیوے گا؟
بیٹھ رہو اس در پر جھولی کو پھیلائے ساری رات
ان نینوں کو یار نے پیار سے آگے بڑھ کے چوم لیا
جن نینوں نے بھی سچے موتی برسائے ساری رات
گیت کوی کے سن کے سر تو دھنتے ہو پر سوچا بھی؟
اس نے کتنی پیڑ سہی، کیا کشٹ اٹھائے ساری رات

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

وہ مل کر بھی کچھ غمگیں تھا، بچھڑ کے اور اُداس ہوا
میں پاکر بھی خوش تو یونہی تھا، کھو کر اور نراس ہوا

ایک زمانہ بیت گیا تو یاد آئیں اس کی باتیں!
کیوں کم کی تھیں اس سے باتیں اب یہ بہت احساس ہوا

میرے پاس رہا وہ گم سم، کم کم کیں باتیں اس نے
خوب کھلا پردیس میں جاکر مرجع عام و خاص ہوا

اس نے بھی کتنی مشکل سے اب پہچانے اپنے دوست
شکر ہے ان ناقدروں کا بھی کوئی قدر شناس ہوا

میرے جی میں پھر چاہت ہے اس سے آنکھ ملانے کی!
خواہش، خواب، خیال، خوشی سب کچھ اس کے پاس ہوا

﴿غالب احمد﴾

عید آئی ہے کوئی جاکر بتا دے شہر کو
یہ خبر خوشیوں بھری جا کر سنادے شہر کو

کیا کہیں، کیسے کہیں ، ہم عید کو خوش آمدید
یاد کی محفل سے ہی کوئی سجا دے شہر کو

عید کیا کیا برکتیں لاتی ہے دامن میں، ذرا
ہے تو ناممکن مگر کوئی گنادے شہر کو

ان کے نہ ہونے سے مجھ کو شہر ویراں سا لگا
یاد ان کی عید پر شاید بسا دے شہر کو

گو کہ ہے وہ دور نظروں سے مگر ممکن نہیں
عید کے موقع پر میری جاں بھلا دے شہر کو

اے خدا تو چشمہائے تر کو رونے سے بچا
آنسوؤں کی تیز رو ہی نہ بہا دے شہر کو

آتش فرقت لگا دی ہے مگر ایسا نہ ہو
اب کوئی سامان پیدا، جو ہوا دے شہر کو

﴿آصف محمود باسط﴾

نہ رت بدلی نہ آپ آئے ہماری عید کیا ہوگی
یہ غم رہ رہ کے تڑپائے ہماری عید کیا ہوگی

چمن کا بوٹا بوٹا، ڈالی ڈالی خشک و ویراں ہے
نجانے کب بہار آئے ہماری عید کیا ہوگی

وطن میں رہ کے بھی اپنے پیا کی یاد آتی ہے
پیا بن چین نہ آئے ہماری عید کیا ہوگی

تجھے جانے نہ دیتا، ترے قدموں سے لپٹ جاتا
بھلا کیا ہوت پچھتائے ہماری عید کیا ہوگی

نہ طائر ہی کوئی چہکے گلستان تمنا میں
نہ بلبل ہی کوئی گائے ہماری عید کیا ہوگی

رہ عشق و وفا میں جان تک اپنی لٹا دی ہے
ہزاروں زخم ہیں کھائے ہماری عید کیا ہوگی

قفس میں ہوں، گھٹتا ہے دم اور پھڑ پھڑاتا ہوں
یہ دل کیسے سکوں پائے ہماری عید کیا ہوگی

فضاؤں میں گھٹن سی ہے ہواؤں میں جلن سی ہے
اندھیرے چار سو چھائے ہماری عید کیا ہوگی

گھری ہے کشتیٔ امن و اماں بحرِ حوادث میں
خدا ہی رحم فرمائے ہماری عید کیا ہوگی

وطن کا ذرہ ذرہ منتظر ہے جس کے جلوے کا
وہی جلوہ نہ فرمائے ہماری عید کیا ہوگی

غمِ جاناں بھی یارب کیا قیامت ہے زمانے میں
غمِ فرقت ستم ڈھائے ہماری عید کیا ہوگی

نہ دیدِ جانِ جاں ممکن، نہ عیدِ شادماں ممکن
ہلالِ عید بتلائے ہماری عید کیا ہوگی

رہِ مولیٰ کے بندے آج بھی ہیں بند جیلوں میں
یہی وہ غم ہے کہ ہائے ہماری عید کیا ہوگی

یہ کس کی یاد میں پھرتے ہیں ہم دیوانہ وار احسنؔ
کہ اشک آنکھوں میں بھر آئے ہماری عید کیا ہوگی

﴿احسن اسماعیل صدیقی﴾

میرا آقا ظاہری نظروں سے میری دُور ہے
یاد میں اُس کی میرے مولا ہوا میں دِلفگار

اے خدا رحمت سے اپنی کیجئے مجھ پہ نظر
میری حالت دیکھیے میں ہو گیا زار و نزار

ہجر کی گھڑیاں گزاروں مجھ میں یہ طاقت کہاں
وصل کے سامان کر دے اے میرے حاجت برار

ماہئ بے آب ہوں مجھ کو ملے کیسے سکوں
کون سمجھے میرے غم کو میرا تُو ہے غمگسار

﴿راجہ نذیر احمد ظفر﴾

سب مل کے سر جھکایئے اللہ کے حضور
اِس طرح جورو ظلم کی دیوار ڈھایئے

عرشِ بریں سے کھینچ کے لے آیئے اثر
آہوں کو آسمان کا رستہ دکھایئے

﴿نسیم سیفی﴾

نہ دردِ فرقت کا نام لینا، نہ چشمِ تر کا پیام کہنا
مقام صبر و رضا سے ان کو، صبا ہمارا سلام کہنا

جو حال پوچھیں وہ زخم دل کا، یہی بتانا کہ مندمل ہے
دوائے دل بن کے خود جو آتے ہو دل میں تم صبح و شام کہنا

ہمارے خون جگر کی مے کیا تمہاری برق نظر ہے ساقی
کہ جس سے مغرب کے میکدے یوں ہوئے ہیں آتش بجام کہنا

تمہی ہو آب حیات گلشن، تمہی سے سرسبز باغ احمد
تمہی سے ہے شاخ گل ثمر ور، تمہی سے گل لالہ فام کہنا

ہمارے خوابوں کا سارا مضموں، تمہارا آنا، تمہارا جانا
کہ جیسے ساون کے بادلوں میں رواں ہو ماہ تمام کہنا

وہ اک دعا جو کہ ٹال دیتی ہے، اذن حق سے، قضائے مبرم
اسی کا مدت سے منتظر ہے، غلام ابن غلام کہنا

﴿بریگیڈیئر وقیع الزماں﴾

آج تیری یاد میں رویا بہت
داغ فرقت اشک سے دھویا بہت

لیس للانسان الا ما سعی
ہے عمل پر اجر، کم ہو یا بہت

دیکھ کر دنیائے دوں کی دلکشی
ہم نے کچھ پایا نہیں، کھویا بہت

خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو
اے دلِ نادان تو سویا بہت

ما سوا توحید کے باطل ہیں سب
ثنویت، تثلیث ہوں، دو یا بہت

گوشۂ چشمِ عنایت ہی فقط
میرے پیارے ہے مجھے گویا بہت

شاد ہی یاں آپ کا طالب نہیں
اور بھی عشاق ہیں جویا بہت

﴿محمد ابراہیم شاد﴾

اللہ کی تائید ہو اللہ کی اماں ہو
سایہ رہے رحمت کا میرا آقا جہاں ہو

دنیا کو نہیں علم کہ دولت ہے یہ کیسی
تو قادر و قیوم ہے ہر پل نگراں ہو

وہ اور کسی در کا سوالی نہیں ہوتا
اللہ کے دربار میں جو گریہ کناں ہو

پہلے بھی کئی مرتبہ طوفان اٹھے ہیں
حالات نے رخ پلٹا ہے تا عزم جواں ہو

تاریخ نے دھوکے میں نہیں رکھا کسی کو
برق آکے گری ہے وہیں، سچائی جہاں ہو

ہوتی ہے یہ اعمال کی کوتاہی و غفلت
ممکن نہیں اس در کا سوالی پریشاں ہو

﴿امۃ الباری ناصر﴾

کبھی بات اس کی سنو دوستو!
بس اک بار اسے دیکھ لو دوستو!
وہ محبوب بس میرا محبوب ہے
نہ کچھ ایسی ویسی کہو دوستو!
ہے کیا چیز کیفیت جذب و حال
ذرا گیت اس کے سنو دوستو!
یہ ناداں کسی کا ہوا کس لئے
مرے دل سے خود پوچھ لو دوستو!
سمجھ میں نہیں آرہا تو مجھے
مرے حال پر چھوڑ دو دوستو!
مرے ساتھ ناچے گا سارا جہاں
مجھے رقص کرنے تو دو دوستو!
نہ کھیلو میرے جذبۂ شوق سے
بھرم دوستی کا رکھو دوستو!
اگر عشق صادق سے سر مست ہو
سرِ دار بھی حق کہو دوستو!
اگر جان مال آبرو ہے عزیز
نہ دم دوستی کا بھرو دوستو!
جہاں بھر کا ہے دَرد دل میں میرے
مرے درد کی داد دو دوستو!

﴿عبدالمنان ناہید﴾

جذبوں کا جنوں سمجھے، اشکوں کی زباں سمجھے
ہے کون یہاں ایسا جو دردِ نہاں سمجھے

طوفانِ بلا خیزی میں سینۂ سپر ہو کر
یہ دل جو دھڑکتا ہے تم اس کو فغاں سمجھے

ہتھیار دعاؤں کے اور صبر کے بھالے ہیں
شمشیر جسے سمجھے تم جس کو سناں سمجھے

دھندلائی سی نظریں ہیں اور زعمِ جہاں بینی
اک ابرِ کرم دیکھا، تم اس کو دھواں سمجھے

الفت کے قرینوں سے واقف نہیں شاید وہ
ہے جن کو خدا پیارا کب سود و زیاں سمجھے

یہ درد کے سودے ہیں خوں دے کے چکائیں گے
جاں دے کے بھی ارزاں ہیں تم جن کو گراں سمجھے

پھولوں سے اٹا گلشن، یا زخم بھرا دل ہے
شبنم ہے کہ آنسو ہیں، نوکِ مژگاں سمجھے

آنے کو ہے گلشن میں تابندہ بہار اب کے
کچھ دیر کا ہے لوگو یہ دور خزاں سمجھے

دل عشق کی لہروں میں سرشار، مگن، گم ہے
بہتی ہوئی ندی میں کشتی ہے رواں سمجھے

آنکھوں میں رکے آنسو بہتے ہیں نہ تھمتے ہیں
اک ضبط مجسم کو تصویر بتاں سمجھے

لمحات جدائی کا اس دل سے مزہ پوچھو
ہاں زیست کا حاصل ہے یہ برق تپاں سمجھے

مولا تیرے جلووں کی بہتات سے جی اُٹھے
اب ضبط غم دل ہے چہروں سے عیاں سمجھے

افلاک سے پڑتی ہے جو اپنے ہی پیاروں پر
ان پیار کی نظروں کو سب لوگ کہاں سمجھے

عظمتؔ تیری چوکھٹ سے اٹھے تو کوئی جانے
کیا اس پہ گزرتی ہے، کب کوئی یہاں سمجھے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

ہاتھوں میں شوق دید کا کاسہ لئے ہوئے
من کی اُداسیوں کو دلاسہ دیئے ہوئے

بیٹھے ہیں رہ گزر میں سبھی لوگ منتظر
چشمِ فراق، ذوقِ تماشہ لئے ہوئے

دل کی تڑپ نے کر دیا ہم کو بہت نزار
رہتے ہیں تیری یاد میں ہم سخت بے قرار

تو سکھ کے سائے میں سدا پھولے پھلے بڑھے
اتنا بتا دے اور کریں کتنا انتظار؟

ضبط و سکوں سے چاک گریبان سی لئے
آئے تھے جتنے آنکھ میں آنسو وہ پی لئے

دل کا لہو نچوڑ لیا فرد جرم نے
ہیں کتنے سخت جان کہ ہم پھر بھی جی لئے

یہ صبر دیکھ دیکھ کے حیران ہیں رقیب
اس غم نے کر دیا ہے تیرے اور بھی قریب

روشن کریں گے نام ترے در کے یہ نقیب
اللہ تیرا حسنِ کرم ہے زہے نصیب

جوش جنوں کی خیر ہو پروردگار سن!
ہم تیرے در پہ آئے ہماری پکار سن!

ہم تیرا در نہ چھوڑیں گے مولا تری قسم
تجھ سے ہے التجائے کرم بار بار، سن

بچھڑے ہوؤں کو جلد ملا، اے مرے خدا
اٹھتے ہیں آج دست دعا، اے مرے خدا

''راضی ہیں ہم اسی میں ہو جس میں تری رضا''
سن لے اب آنسوؤں کی صدا، اے مرے خدا

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

تمہاری یاد بھی پیہم ہے درد فرقت بھی
گھڑی نہ آئی کوئی تجھ کو بھول جانے کی

﴿ندیم﴾

ہوتا نہیں ہے دل میں چراغاں تیرے بغیر
کتنا حسین شہر ہے ویراں تیرے بغیر

اب مسکراتی کلیوں کی خواہش نہیں رہی
ہر آرزو ہے دل میں گریزاں تیرے بغیر

اہل چمن کے مالک کلیاں اُداس ہیں
ویراں پڑا ہے تیرا گلستاں تیرے بغیر

جانِ شہابؔ لوٹ آ دل کا قرار بن کے
ہے دل مرا اُداس میری جاں تیرے بغیر

مظفر شہاب

آئی تھی عید اور وہ آکر گزر گئی
غم اور خوشی کی لہر تھی دل پر گزر گئی

پیر و جواں اُداس تھے دیوار و در اُداس
آقا تیرے دیدار کی ہر دل میں تھی پیاس

ہر آنکھ آبدیدہ تھی ہر لب پہ تھی دعا
یا رب ہمارے آقا کو تو جلد تر ملا

یہ بندشیں یہ مشکلیں سب دور کر خدا
دشمن کے ہر فساد اور شر سے ہمیں بچا

جلوہ فگن ہو بزم میں پھر میرا شہر یار
ربوہ کی سر زمین پہ پیدا ہو پھر بہار

مومنؔ کی التجا ہے یہ مولیٰ تیرے حضور
رنج و الم ہوں دور اور دل کو ملے سرور

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

ہر دشت ہے اُداس تو گلشن اُداس ہے
آقا تیرے فراق میں ہر تن اُداس ہے
اس پر گھٹن ماحول میں محبوب بن ترے
ہر لمحہ اف! کہ وقت کی راگن اُداس ہے
آقا ترا فراق ہے یا موت کا سماں!
مولا کرم! کہ روح کا درپن اُداس ہے
کچھ نظر التفات کی بارش ہو اے کریم
ہر جی یہاں اُداس ہے ہر من اُداس ہے
وا حسرتا ہے لوٹتی ارماں بھری نگاہ
''طائر کے بعد اس کا نشیمن اُداس ہے''
اتری حریم دل میں تیری ذات اس طرح
اے ضیف روح، قلب کا آنگن اُداس ہے
انداز دلربائی کے ہر نقش کی قسم
بے چین ہر دیوانہ ہے ساجن اُداس ہے
اے چشم زار لاج! ہے ابر سیاہ میں ضد
تو ہے بہت اُداس کہ ساون اُداس ہے

سب نیم جاں ہیں منتظر عیسیٰ نفس کہاں!
سانول کرشن لوٹ کے ارغن اُداس ہے
ہر ہر قدم پہ بکھری ہے حسرت کی داستاں
دلہا بیا! کہ شہر کا جوبن اُداس ہے
ہر لب لب خاموش ہے ہر چشم چشم نم
غازہ پریشاں ہے اگر اَنجن اُداس ہے
ہے تشنگیٔ جلوہ سے ہر ذرہ جاں بلب
''موسیٰ پلٹ کے وادیٔ ایمن اُداس ہے''
مولا ''نداء النصر'' کی یہ جانفزا نوید
روشن ہو خوب تر چڑھے یہ اختر سعید

﴿مرزا محمد الدین ناز﴾

ایسے گئے لوٹ کر ساجن اِدھر نہ آئے کیوں
اشکوں کا اِک سیلاب سا اکھیوں میں بھر نہ آئے کیوں

﴿محمد مقصود احمد منیب﴾

سن لے مرے خدایا دل زار کی دعا
دم توڑ جائے نہ کہیں بیمار کی دعا

ہونٹوں سے جو نکلتی ہے آہیں انہیں بھی سن
مقبول ہو یہ چشم گہر بار کی دعا

آنکھوں کی ندیوں کے کنارے چھلک پڑے
مانگی ہے جب بھی آپ کے دیدار کی دعا

کانپا فلک، ستارے بجھے، رو دیا قمر
نکلی جو دل سے عاشق بیدار کی دعا

زنجیر جبر خود بخود ٹوٹے گی دیکھنا
لائے گی رنگ تیرے وفادار کی دعا

وہ خوش رہیں، جہاں بھی رہیں، شادماں رہیں
کیا اور ہوگی بے بس و لاچار کی دعا

تو پاک ہے، رحیم ہے، رب کریم ہے
سنتا ہے تو ہر ایک گنہ گار کی دعا

بدلے گی ممکنات میں، ناممکنات کو
تیرے حضور تیرے طلب گار کی دعا

ہر سمت ہے ہجوم بلا، غم کی رات ہے
سورج کی منتظر ہے، دل زار کی دعا

دل داغ داغ ہو گیا زخم جدائی سے
دم توڑنے لگی مرے پندار کی دعا

پھر آئے اپنے شہر میں وہ یوسف جہاں
پوری ہو میرے شوق گنہ گار کی دعا

کہتی ہے ہاتھ اٹھا کے منیرہ بچشمِ نم
خالی نہ جائے اب دل بیمار کی دعا

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

بن گئی ہیں دُوریاں دل پہ بوجھ عائشہ
مجھ سے اِتنی دُور کیوں آج میری جان ہے

﴿عائشہ﴾

رحمت کی آس میں مرا دست دعا دراز
اک نظرِ التفات سے مولا مجھے نواز

ہر آن ہے لپیٹ میں اپنی لئے ہوئے
احساس کی تپش مجھے افکار کا گداز

لمحے جدائیوں کے بہت ہو گئے طویل
فرقت کی لے میں ڈوبی ہوئی ہے نوائے ساز

خدام کے فراق میں محمود بے قرار
شہر وفا میں مضطرب محمود کے ایاز

رب کریم! شان کریمی کا واسطہ
پہلی سی ڈال پھر وہی اک نگہِ نیم باز

یہ ابتلا کا دور بھی ہم کو قبول ہے
آقا مرے بخیر رہیں، عمر ہو دراز

اب تاب ضبط و صبر و تحمل نہیں رہی
اے ذوالجلال! آئین رحمت کا ہو نفاذ

میری مجال کیا ہے کہ شکوہ کروں ترا
گستاخیاں نہیں ہیں محبت کے ہیں یہ ناز

تیرے سوا ہے کون؟ تری ذات ہی تو ہے
مشکل کشا، مجیب دعا، رب کارساز

تیرے ہی پاس ہے مرے ہر کرب کا علاج
چارہ گری کا کوئی کرشمہ! اے چارہ ساز

بے پایاں تیری نعمتیں، رحمت ہے بے کراں
انساں کی پستیوں کو بھی بخشا گیا فراز

مالک ہے تو کریم ہے تو، بے نیاز ہے
نے حاجت عمل تجھے، نے حاجت جواز

ہاں مرد فارسی سے تعلق مرا بھی ہے
تیری عنایتوں کے تصدق مجھے نواز

اب جلد آ کہ سنگ عداوت کی زد میں ہے
میری اذان، میری عبادت، مری نماز

تدبیر کوئی کر تری تدبیر چاہیئے......!
میں سادہ و غریب ہوں دشمن زمانہ ساز

لا تقنطوا کا قول ہے ڈھارس دیئے ہوئے
تیری گرفت سخت ہے، پر ڈھیل ہے دراز

تشنہ لبانِ مشرق و مغرب کو ہو نوید
بٹتی ہے آج پھر مئے خم خانۂ حجاز

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

پیارے آقا کو اے فضاؤ سسکتی جاں کا سلام کہنا
فراق کی کند چھری سے گھائل تڑپتی روح کا پیام کہنا

ضیاء کے پردے میں اے پیارے ہیں پھیلے ہر سو دیجور سائے
اجالا ہے شب تیرگی میں تیرا ہی ماہ تمام کہنا

تیرا ہی ہے اک وجود آقا یہ خاکی ذرے تو خاک ٹھہرے
تیرے ہی لطف و کرم پہ واری ہے زیست کا اہتمام کہنا

ہمارے دل میں مکین آقا مکاں کی ہیں رونقیں تجھی سے
تیرے ہی نام کی مالا جپتی ہر ایک دھڑکن مدام کہنا

پیارے آقا ہیں دل ہوئے خوں کہ مرغ بسمل کی کیا تڑپ ہے
جگر کبیدہ ہیں پر بریدہ تیرے یہ چاکر غلام کہنا

بیا اے رونق بزم جاناں کہ محفل شب بجھی بجھی ہے
بنا تمہارے ہے میکدے میں ہر ایک لب تشنہ کام کہنا

تیری دعاؤں کی ہی گھٹا سے ہے رحمتوں کا نزول ہم پر
میرے سجود و قیام کی ضوء تیرے سجود و قیام کہنا

رہیں گے ہم جاں نثار آقا بفضل ایزد رقم کریں گے
لہو کی ایک ایک بوند سے انقلاب نو کا نظام کہنا

وفا کے رنگوں کو ہم بھریں گے تیرے تخیل کے زائچے میں
خدا کرے کہ اسی سے حاصل ہمیں ہو عمر دوام کہنا

اس لئے شیر دل ہوئے کہ خدا کے شیروں کے در پہ ہیں ہم
انہی دیوانوں کے صدقے قائم ہے لا الہ کا مقام کہنا

قدم قدم میں ہے تیرے برکت کہ نار گلنار بن رہی ہے
لنڈھا رہا ہے جو مئے عرفاں یہی ہے کاس الکرام کہنا

زہے مقدر تیری سیادت کمال نصرت کا فیض پائے
خدائے قادر کی راہنمائی قدم قدم گام گام کہنا

﴿مرزا محمد الدین ناز﴾

ہر گھڑی ہے انتظار و انتظار
ہر نفس ہے بے قرار و بے قرار

یہ تو ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے یہ
رائیگاں ہو نیک بندوں کی پکار

رنگ لائیں گی یہ آہ و زاریاں
دیر ہوتی ہے، نہیں اندھیر یار

دکھ ملے تو سکھ بھی ملتا ہے ضرور
ہر خزاں کے بعد لازم ہے بہار

کب تلک صبر و رضا سے کام لیں
کب تلک سجدوں میں روئیں زار زار

کب تلک صدق و صفا عجز و دعا
آئے اب نصرت تری پروردگار

رک ہی جائیں گے عطا اشک رواں
آپ کے آنے پہ ہے دار و مدار

عطاء اللہ عطا

دیار مغرب کے باسیوں کے دیار مشرق کے نام، پہنچے
کسی مقدس بہت مکرم کی چاہتوں کے پیام پہنچے

تمہارے شام وسحر کی حالت عیاں ہے جیسے کہ روز روشن
ہماری تقدیر میں لکھے کچھ جدائی کے صبح و شام پہنچے

تیرے مقدر کے زائچے پر ہمارے یہ جان و دل ہو قرباں
ہمارا خون جگر ہے حاضر، تمہارے ہاتھوں میں جام پہنچے

ہماری کیا ذات، کیا صفات اور کیا پونجی کائنات اپنی
تیری وساطت سے ہم تلک آج زیست کے انصرام پہنچے

تو رشتہ جاں سے منسلک ہے کریں گے ہم انتظار ترا
تیری دعاؤں کا بول ہم تک خدا کرے کہ مدام پہنچے

تیرے خدا نے قبول کرلیں تیری دعائیں، ہماری دولت تمہارے نغمے
کہ بارگاہ خدا میں سیدھے تیرے سجود و قیام پہنچے

جو سجدۂ شکر سے اٹھائیں یہ سر تو ہم یہ نظارہ دیکھیں
کہاں کہاں خاک اڑی ہے ان کی کہاں یہ رسوائے عام پہنچے

خدا کے شیروں کی گھن گھرج سے لرز اٹھے جنگلوں کے باسی
زقند بھرتے ہوئے یہ عالم میں ہر جگہ ہر مقام پہنچے

بچھائی جائے گی تیری خاطر بساط دنیا نئے سرے سے
خدا کے بندوں کے ہاتھ میں پھر جہان نو کے نظام پہنچے

کلید فتح و ظفر مبارک ہماری آنکھیں یہ تک رہی ہیں
نشان فتح و ظفر پہ لکھے ہمیں تمہارے ہی نام پہنچے

خوشی سے چلتے رہیں گے ہم شاہراہِ دینِ متیں پہ عظمتؔ
خدا کی رحمت کا سائباں ہے جہاں قدم اور گام پہنچے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

ذہن میں میرے چمکتے ہیں وہ چہرے آج بھی
ماند نہ ہوتے تھے جو شمس و قمر کے سامنے

چل رہی ہے ریل سی میری نظر کے سامنے
رفتگاں کی بھیڑ ہے یادوں کے گھر کے سامنے

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

اے شہر لندن کو جانے والو! میرا بھی انہیں سلام کہنا
تڑپ رہا ہے فراق و ہجراں میں ان کا ادنیٰ غلام کہنا

نہ جانے کیسا ہے کوئے جاناں کہ دن گزرتے نہیں وہاں پر
یہاں تو پل پل مسافتیں ہیں! اب اور کتنا قیام کہنا

دیکھنے کو تڑپ رہے ہیں، وہاں تو سارے ہی اہل وادی
ہوئے ہیں دل اب اُداس جیسے باغ میں چھائے شام کہنا

انہیں خبر دو کہ تشنہ لب ہیں مریض سارے ہی میکدے میں
خدا را اب لوٹ آؤ ساقی! ہوئے ہیں سب خالی جام کہنا

ہم ان کی یادوں کی کہکشاں سے سجائے رکھیں گے بام و در کو
انہی کے قدموں میں جان دیں گے یہی ہے اپنا مقام کہنا

نصرتِ حق ہو ساتھ ہر دم "رہیں سلامت رہیں جہاں بھی"
فتح کا دن اب آئے جلدی دعا ظفر کی مدام کہنا

﴿مبارک احمد ظفر﴾

میرے آقا تجھے احوال چمن کیا لکھوں
موسم گل کی ہے آمد میں مگر کیا لکھوں
کھلتی کلیوں کا یا ہجر کا قصہ لکھوں
چشمِ لبریز سے میں شوخیِ لب کیالکھوں

ہائے یہ آنکھ کہاں گل کے اشارے دیکھے
ہر گھڑی جس نے بہاروں کے نظارے دیکھے
دل مچلتا ہے تیرے رخ کے ستارے دیکھے
بے سہاروں کے بنو آ کے سہارا لکھوں

منتظر ہوں کسی دستک کا میرے پیارے امام
لے کے آئے کوئی قاصد تیری آمد کا پیام
تیری راہوں میں بچھے جائیں ترے در کے غلام
دل ناداں کا تجھے کیسے تقاضا لکھوں

تیری فرقت میں تڑپتے ہیں دکھوں کے مارے
ہجر کے داغ تو اب پھول بنے ہیں پیارے
تیرا اللہ ہو نگہباں تو جہاں ہو پیارے
اور میں تختۂ مشقِ ستم کیا لکھوں

میرے گلشن کی بہاریں تو ترے ساتھ گئیں
شہر سنساں ہوا گھر میں ضیائیں نہ رہیں
بزم آرائی ہو کیا رونق محفل ہی نہیں
وصل کا دور کہ فرقت کا زمانہ لکھوں

شجر بھی کانپ کے اب اپنے بدن ڈھانپ چکے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے شیدائی تیرے ہانپ چکے
ہم کو سینے سے لگاؤ کہ بہت کانپ چکے
منجمد ہاتھوں سے کیا غم کا فسانہ لکھوں

ذکر پھولوں کا کروں یا تیرے دیوانوں کا
مکر ابلیس کا، اللہ کے انعاموں کا
آتش ظلم میں جلتے ہوئے پروانوں کا
ہر گھڑی جلوہِ قدرت کا تماشا لکھوں

لوٹ آئے میرے مولا میرے گلشن کی بہار
فرقتِ غم میں جلے پھولوں پہ آجائے نکھار
سن لے اب آہیں مری، مان مرے دل کی پکار
ہجر کے ماروں کا کیا حال شکستہ لکھوں

آپ کے دم سے تو قائم ہے مری آنکھ کا نور
آپ ہیں جاں کا سکوں، آپ ہیں سینے کا سرور
بھیج دے اب تو مرے مولا کوئی جلوہ طور
نیم شب سجدے میں یہ عرض تمنا لکھوں

محمد ارشد طارق

نسیم صبح وطن ذرا سن، میرا بھی چھوٹا سا کام کرنا
دیارِ مغرب سے جب بھی گزرے وہاں ہیں آقا سلام کہنا

بصد محبت و دست بستہ جھکا کے گردن ہو لب کشائی
پیارے آقا! بنا تمہارے تڑپ رہے ہیں غلام کہنا

وصل کی گھڑیوں کے منتظر ہیں خدایا کب ہجر ختم ہوگی؟
دعائیں رو رو کے کر رہا ہے یہاں کا ہر خاص و عام کہنا

پیارے آقا! تیری جدائی سے چین نہیں ہے، دلِ حزیں کو
ہیں روز و شب منتظر ملن کے کب ہوگا ربوہ قیام کہنا

جو چال ان کی ہے میرا مولا ہمیں بچائے گا خود یقیناً
ذلیل و رسوا خود ہی وہ ہوں گے تمہارا اونچا مقام کہنا

عزم سے آگے ہی بڑھتے جائیں گے لے کے فتح وظفر کے جھنڈے
مجال کس کی جو راہ روکے رکاوٹیں ساری خام کہنا

خدا کی نصرت ہے ساتھ آقا مجھے یقیں ہے وہ ذات باری
عدو سے خود وہ نپٹ ہی لے گا وہی تو ہے ذوانتقام کہنا

وہ رونقیں جلد لوٹ آئیں جب آکے پھر مجلسیں سجائیں
سبھی خدا سے کریں دعائیں عطا ہو ان کو دوام کہنا

عرض ہے آقا خلیقؔ کرتا، دلِ حزیں ہے بہت تڑپتا
رضا سے مولا کی جلد آئیں، کرائیں دیدار عام کہنا

﴿خلیق بن فائق﴾

اک تو ہی نہیں اس کلبۂ احزاں میں، ولیک
شیشہ و مے بھی وہی، مے کے دلارے بھی وہی

﴿ایچ آر ساحر﴾

ارے ہواؤ، ارے فضاؤ، میرا یہ ان سے پیام کہنا
تمہارے دم سے رہے گی قائم سحر ہماری مدام کہنا

یہاں کے باسی اگرچہ آ قا! تمہاری یادوں میں بس رہے ہیں
تڑپ تمہارے ہی درشنوں کی ہمیں بھی ہے صبح و شام کہنا

ہماری قسمت کی روشنی تو تمہارے قدموں کو ڈھونڈتی ہے
انہی کی چاہت کے آسرے سے کریں گے طے ہر مقام کہنا

خدا کے بندوں کو خوف کیسا عداوتوں کا شقاوتوں کا
کریں گے تسخیر حوصلوں سے سفر کا ہر اک مقام کہنا

ہیں جاں بلب ہم یا تشنہ لب ہم، مگر یہ دیکھے گی ساری دنیا
کرے گا ذکر خدا ہمارا نفس نفس گام گام کہنا

ہو تیرا ادنیٰ سا اک اشارہ تو تیری خدمت میں پیش کر دیں
ہماری عزت یہ مال و دولت ہے وقف تیرے ہی نام کہنا

نشاط دنیا کی کیا حقیقت میری نگاہوں کے سامنے ہے
خدا کی رحمت کے منتظر ہیں میرے سجود و قیام کہنا

قمؔر ہمارا خدائے قادر دعا ہماری سنے گا اک دن
پلائے گا اپنی معرفت کے ہمیں وہ بھر بھر کے جام کہنا

﴿عبدالقدیر قمر﴾

مقصودِ قلب و نازش دوراں کب آئے گا؟
افسانۂ حیات کا عنواں کب آئے گا؟
خدمت گزارِ دینِ متیں ...... مرکز خلوص
تنویر زندگی کا نگہباں کب آئے گا؟
جلووں کو کب ملیں گی دو عالم کی وسعتیں
اس انجمن میں ماہ درخشاں کب آئے گا؟
تاریک شامِ غم میں بصد ناز جلوہ تاب
بن کر پیام صبح بہاراں کب آئے گا؟
ہے محو انتظار چمن کی روش روش
روح بہار و شاہد مستاں کب آئے گا؟
ٹوٹے گا کب طلسم سکوت ہجوم غم
وہ نغمہ ریز جان گلستاں کب آئے گا؟
وہ نطق جانفزا، وہ دوائے شکیب دل
وہ ہستئ مراد کا ساماں کب آئے گا؟
تاریکئ الم سے بھیانک ہیں خلوتیں
ان خلوتوں میں ماہ درخشاں کب آئے گا؟

پھر کب ملے گی مستی و وارفتگی کی بھیک
پھر میکدے میں میکدہ ساماں کب آئے گا؟
کب تک رہے گا شوق کو بے مائیگی کا غم
ہم بے کسوں کی بزم میں سلطاں کب آئے گا؟
جس کا وجد منبع نور حیات ہے
وہ حق شناس، حق کا ثنا خواں کب آئے گا؟
سنولا چلی ہیں علم و عمل کی تمازتیں
علم و عمل کا نیّر تاباں کب آئے گا؟
تشنہ لبوں کے دیدہ و دل فرش راہ ہیں
صدر الصدور مجلس عرفاں کب آئے گا؟

لا ریب وہ ہے اپنے عزائم میں کامگار
میں کیا کروں کہ مجھ کو نہیں دل پہ اختیار

﴿ثاقب زیروی﴾

مرے خواب کی بن کے تعبیر آؤ
مرے دیدہ و دل کو تسکیں دلاؤ

﴿یعقوب امجد﴾

ہجر میں جس کے دن رات تڑپا کئے خواہش دید ہر دم مچلتی رہی
شکر للہ کہ اس کی زیارت ہوئی ہم بھی جا پہنچے تسکین جاں کے لئے

ہے ہماری بھی تو ایک روداد غم دل کے پردے پہ ہے خون سے جو رقم
چھوڑ ہم اہل مشرق کو مغرب گئے ہجر میں رہ گئے ہم فغاں کے لئے

اہل مغرب کی قسمت چمکنے لگی آفتاب ان کی جانب طلوع ہو گیا
خوبیاں ان کی مالک نے کیا دیکھ لیں، بن گئے میزباں سارباں کے لئے

پیار کی تیرے جس پر نظر پڑ گئی جان پر سوز سے جب تعلق بڑھا
زندگی کی حقیقت سمجھ آ گئی، مل گئے پر اسے آسماں کے لئے

میرے پیارو بڑھو، اور آگے بڑھو، پار رفعت کی ہر ایک حد کو کرو
اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے جو راہبر بالیقیں فخر ہے کارواں کے لئے

کتنے پیارے ہیں جو پا بہ زنجیر ہیں آفت و ظلم ظالم کے نخچیر ہیں
میرے مالک تو ان کی دعا بن کے آ، منتظر ہے فضا اک نشاں کے لئے

جو شہیدان راہ خدا ہو گئے اس کی خاطر جو جاں دے کے نیچے گرے
آسماں کے ستارے بنائے گئے، سج گئے زینت آسماں کے لئے

جان جاں آفریں کو جو دی کیا دیا، اپنا کچھ بھی نہ تھا جو اسے دے دیا
دے کے مالک نے خود جو ہمارا کہا کر دیا پیش اس قدرداں کے لئے

﴿عبدالقدیر شاہد، ایم اے﴾

مختصر سی ہے یہ میری داستاں
درد دل میں، لب پہ آہ آنسو رواں

دنیا والوں سے نہیں کچھ بھی غرض
پیش رب ذوالمنن، آہ و فغاں

غم رسیدوں کی نہیں کوئی پناہ
اے خدا اے چارہ سازِ بے کساں

صبر کی طاقت عطا کر اے کریم
سخت ہوتا جا رہا ہے امتحاں

مضطرب رہتا ہے ہر دم، ہر گھڑی
چین پاتا ہی نہیں قلب تپاں

پر شکستہ، مضمحل، مجبور ہیں
اڑ کے جا پہنچیں، نہیں تاب و تواں

رونق محفل نہیں کچھ بھی نہیں
ہے اُداسی از کراں تا بہ کراں

ہم شکستہ پر بہت رویا کیئے
سیل غم آنکھوں سے ہے ہر دم رواں

حسرت آنکھوں میں سمٹ آئی تھی جب
دید کو تیری چلے تھے کارواں

ہجر کے لمحات کٹ جائیں شتاب
ہو نظر کے سامنے جانِ جہاں

میری تو ساری دعائیں کر قبول
اے مرے پیارے خداوندِ جہاں

﴿سیدہ منصورہ حناء﴾

چنے پلکوں سے کانٹے، آنسوؤں سے آبیاری کی
کہ تیرے شہر کی گلیوں پہ کوچوں پہ نکھار آئے
لب دریا چراغاں! دیدہ و دل فرشِ راہ اپنا
کسی دن چاند کی رتھ پر کوئی بانکا سوار آئے!

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

اس دورِ ستم ایجاد میں ہم جو کچھ بھی نظارا کرتے ہیں
"اشکوں کی زباں سے کہتے ہیں آہوں میں اشارا کرتے ہیں"

جو بھی ہم پہ بیت رہی ہے کس سے کہیں رُودادِ اَلم
سینوں میں دبا کر آہوں کو ہر ظلم گوارا کرتے ہیں

چھائی ہے ہم پر ہجر کی شب جو لمبی اور تاریک بھی ہے
کچھ تم کو خبر ہے جانِ جہاں ہم کیسے گذارا کرتے ہیں

اندھیاروں کی یلغار سے جب اس دل میں ہول سا اٹھتا ہے
یادوں کے دیپ جلا کر ہم ہر رات سنوارا کرتے ہیں

تسکینِ دل و جاں کا باعث، ہے ذکر ترا، ہے یاد تری
جب اشک مسلسل بہتے ہیں ہم تم کو پکارا کرتے ہیں

ماحول کوئی بھی ہو لیکن بس دھیان تمہارا رہتا ہے
موضوع کوئی بھی ہو لیکن ہم ذکر تمہارا کرتے ہیں

یہ دورِ جدائی بھی آخر اک روز گزر ہی جائے گا
منصورہ ہمت کر ناداں یوں دل نہیں ہارا کرتے ہیں

سیدہ منصورہ حناء

جانے کیوں تڑپا رہا ہے دل کو میرے مرغزار
یاد ماضی لوٹ آئی، ہیں فضائیں سوگوار
اشک آنکھوں سے رواں ہیں زندگی بے کیف ہے
اے میرے آقا میرے پیارے اے میرے غمگسار
بھول ہی سکتے نہیں تجھ کو یہ مشرق کے مکیں
ہیں تیری فرقت میں سب روتے یہاں زار و نزار
رونقِ محفل تھی جو آواز شیریں اب کہاں
کاش بدلے یہ سماں آ کاش لائے پھر بہار
سستیاں بھی اب نہیں آرام طلبی بھی نہیں
ایک جنبش پہ تیری کردیں گے اپنی جاں نثار
ہم نہیں منکر ہوئے، الزام ہے، بہتان ہے
ہم تو کرتے ہیں، خدائے ذوالعجائب سے پیار
اے خدا بیکس دعا کو طاقت پرواز دے
جو سچائی ہے وہ ہووے آسماں سے آشکار
ہل رہا ہے عرش اعظم افتتاح شاید ہوا
تشنہ لب کی جا چکی ہے غالبا اس جا پکار

﴿محمد حسین تشنہ﴾

آقا تیرا غلام تیرے پاس ہو کبھی
قدموں میں لوٹ جائے بدن گھاس ہو کبھی

تیرے قریب آؤں کبھی تجھ کو چھو بھی لوں
چپ چاپ دیکھتا رہوں پھر کچھ تجھے کہوں

تیری نگاہ ناز کبھی مجھ پہ آ پڑے
روشن ہو روح دل کا میرا طور جل اٹھے

اٹھوں صبح تو دیکھ لوں چہرہ حضور کا
سوؤں تو دیکھ دیکھ کے مکھڑا وہ نور کا

آقا میں تیری دید کے بن مر چلا ہوں آ
بجھتی نہیں ہے پیاس اب آنکھوں سے کچھ پلا

﴿طاہر عارف﴾

کیا بھلا پائیں گے وہ جو کچھ بھی کھو سکتے نہیں
اک ذرا سا داغِ ہجراں بھی تو دھو سکتے نہیں

ہجر کے صدمے اٹھانے ہی پڑیں گے تب تلک
رات کے پچھلے پہر گر اٹھ کے رو سکتے نہیں

ضبط لازم ہی سہی پر غم رسیدہ ساتھیو!
اس قدر بھی تو نہیں! دامن بھگو سکتے نہیں

کس طرح کیسے کٹے گی تم سے یوں فصل نجات
کس طرح پھوٹیں گے سوتے! بیج بو سکتے نہیں

آؤ جُھٹلائیں انہیں منصوؔر دکھلائیں انہیں
وہ جو کہتے ہیں کہ ہم کانٹوں پہ سو سکتے نہیں

﴿منصور احمد منصور﴾

تڑپا دیا دلوں کو ہے تیرے فراق نے
یادوں میں تیری محو میرا دل ادھر بھی ہے
کیونکر طویل ہو گئیں گھڑیاں فراق کی
دن رات پوچھتا دل گھائل ادھر بھی ہے
تجھ کو پسند آگئے ہیں کیوں دیار غیر
اے میر کارواں تری منزل ادھر بھی ہے
بیمار عشق ہوں تیرا اے میرے چارہ گر
چارہ گری کا منتظر یہ دل ادھر بھی ہے
مجھ کو یقیں ہے تو اُدھر ہے سخت بے قرار
بے تابیوں میں کوئی پر شامل اِدھر بھی ہے
بے چینیوں کے واسطے اکسیر تیری ذات
آجا کہ روح صورت بسمل ادھر بھی ہے
آجا اُداس شہر ہے اے میرے شہر یار
بے رنگ تیرے بِن تِری محفل اِدھر بھی ہے
آجا کہ تری دید کو آنکھیں ترس گئیں
آجا کہ تیرے قرب کا سائل اِدھر بھی ہے

محمد افتخار احمد نسیم

دیار مغرب میں بسنے والے امام عالی مقام آقا
غلام بے دام مشرقی کا قبول کیجیو سلام آقا

ہمارے شام وسحراب کیسے گزر رہے ہیں کچھ نہ پوچھیں
پڑے سسکتے ہیں بے سہارا حضور کے سب غلام آقا

خدا گواہ ہے ہمیں خدا سے ملی ہے صبر و رضا کی دولت
رہیں گے ثابت قدم ہمیشہ ہزار بدلیں نظام آقا

یہ زندگی کوئی زندگی ہے کہ اپنے آقا سے دور رہ کر
تڑپ رہے ہیں کبھی سے بسمل حضور انور خدام آقا

حضور انور کی اقتدا میں سرور جو تھا عبادتوں میں
نہیں مزہ اب وہ بے ربط ہیں میرے سجود وقیام آقا

تمہیں قسم میرے آنسوؤں کی صبا خدارا یہ ان سے کہنا
مریض فرقت تڑپ رہا ہے عطا ہو شفقت کا جام آقا

غموں کے اس بحر بے کراں میں بلا رہے ہیں اب آ کھویّا
نہ ڈوب جائے شکستہ کشتی کریں کوئی انصرام آقا

الٰہی کوئی سنا دے مژدہ کہ ہو مبارک وہ آ رہے ہیں
بچھاؤں آنکھیں میں راستوں میں قدم قدم گام گام آقا

خدا کرے کے حضور آئیں رہوں سلامت میں اس گھڑی تک
رخ منور کے نور سے میں بھروں ان آنکھوں کے جام آقا

رب کعبہ کی بارگاہ میں اعجؔاز عاصی کی یہ دعا ہے
نشاۃ ثانی مسیح دوراں رہے سلامت مدام آقا

﴿ملک افتخار احمد اعجاز کلانوری﴾

ہزاروں فتنے اٹھے لاکھوں ابتلا آئے
ہمارے عزم مصمم کو وہ بدل نہ سکے

فراقِ یار میں رو رو کے اَشک خشک ہوئے
یہ چشمہ پھر سے تو شاید کبھی ابل نہ سکے

ہم اہل حال ہیں خورشیؔد وہ کہ جن کے قدم
نہ ڈگمگائے کبھی اور کبھی پھسل نہ سکے

﴿خورشید احمد باجوہ﴾

ہمارے پیارے امام کہہ دیں کہ آ رہے ہیں ہم آ رہے ہیں
کہ بات اشکوں سے بڑھ گئی ہے اب لہو کی بوندیں گرا رہے ہیں

نظر کا جانا تو خیر تھا ہی مگر یہ سانسیں یہ دل کی دھڑکن
یہ دھیرے دھیرے تمام رشتے بھی ہم سے دامن چھڑا رہے ہیں

نہ صبح دم کوئی کرن بھائے نہ چاندنی دل لبھائے اپنا
یہ بیقراری کے لمحے ہم کو جلا رہے ہیں رُلا رہے ہیں

ہوا کے رخ پر دیئے جلا کر اور اپنے نینوں پہ زخم کھا کر
یوں آندھیوں کی تنی ہوئی گردنوں کو آقا جھکا رہے ہیں

صداقتوں کے نشان آ جا غموں سے بوجھل اُداس چہرے
نہ جانے کب سے تمہاری راہوں کو تک رہے ہیں بلا رہے ہیں

لہو سے تحریر کر رہے ہیں یقین کر لیں اے پیارے آقا
خدا گواہ ہے کہ اپنے زخموں کی آپ بیتی سنا رہے ہیں

جو دیں اجازت تو بن کے منصورؔ دار پر گنگنائیں ہم بھی
کہ قتل گاہوں کے سونے آنگن جگر پہ چرکے لگا رہے ہیں

منصور احمد منصور

مجھ سے ملو کہ گریۂ شب کا بتاؤں راز
مجھ سے ملو کہ میں بھی اٹھاؤں تمہارے ناز
فرقت میں کس طرح سے گزرتے ہیں رات دن
بے چین دل کے تاروں سے نکلے سناؤں ساز
وہ مست حال ہوں نہ رہے جس کو کچھ خبر
سر سجدہ ریز پچھلا پہر شب کا جا نماز
تجھ سے ہے التجا شب غم کی کر سحر
کر سر بلند، سرخرو، خوشیوں سے سرفراز
جس کے بغیر سارا چمن ہی اُداس ہے
آئے گا کب وہ پیارا ہمارا وہ دل نواز؟
کرلے قبول گر تو خدا کا یہ فضل ہے
سجدے یہ بے حضور نمائش کی یہ نماز
اپنے کئے پہ ہوتا ہے نادم یہ دل مرا
خوف خدا سے ہو گیا لاریب دل گداز
طاہؔر بجا ہے فخر مجھے بر ملا کہوں
طاہر کا میں غلام ہوں محمود کا ایاز

﴾میر مبشر احمد طاہر﴿

تیرے فضل و کرم کی کوئی حد نہیں، تیری رحمت ہے سارے جہاں کے لئے
بے کسوں کو سہارا تیرے نام کا، تو خزانہ ہے بے مائیگاں کے لئے

آرزو تھی کبھی ان سے جا کر ملیں، حال بے تابیٔ دل سنائیں انہیں
تیرا جود و کرم رہنما بن گیا، آرزوؤں کے اس کارواں کے لئے

اس کی فرقت کا غم تھا سمِ زندگی، آچکا تھا لبوں پر دمِ زندگی
بن گئی دید اس کی رمِ زندگی، عاشقوں کے دل ناتواں کے لئے

حسن محبوب سے آنکھیں روشن ہوئیں، قلب مضطر کو جیسے قرار آ گیا
غم کے سورج کو جیسے گہن لگ گیا، راحتیں چھا گئیں سائباں کے لئے

بزم طاہر تھی یا پیار کا میکدہ، مئے الفت میں ہر رند ڈوبا ہوا
جانِ محفل تھا وہ ساقیٔ دلربا، مرکزِ شوق پیر و جواں کے لئے

چشم ساقی کا جوں ہی اشارہ ملا، میکدے کی بہاروں پہ حسن آ گیا
ساغر و مینا سے شور قُلقُل اٹھا، اذن عام آ گیا میکشاں کے لئے

مئے توحید کا دَور چلنے لگا، بھر گئی کلمۂ لا الہ سے فضا
ہر مُوئے تَن اُٹھا بن کے دست دعا، ساقیٔ دلربا مہرباں کے لئے

ساقیٔ خوشنوا تیری آواز میں، تیری چاہت کے پیغام ملتے رہے
آرزوئے مئے دید رخت سفر، بن گئی تیرے بادہ کشاں کے لئے

قید و بند کے مصائب تو کیا چیز ہیں، کلمۂ حق کہیں گے سر دار ہم
جن کا مقصود خوشنودی یار ہو، وہ نہیں جیتے سود و زیاں کے لئے

مسند آرائے تخت خلافت ہے تو، مستعد تیری خدمت میں کروّ بیاں
جس طرح تو نے جنگل میں منگل کیا، جائے حیرت ہے دیدہ وراں کے لئے

ساری دنیا بھی نفرت کرے تو کرے، اک پر کاہ سی ہم کو پرواہ نہیں
تیرے دست دعا یوں ہی اٹھتے رہیں، خادمانِ مسیح الزماں کے لئے

ضامنِ دین احمد دعائیں تری، لائق زینتِ عرش آنسو تیرے
قابلِ فخر ہے تو زمیں کے لئے، باعث ناز ہے آسماں کے لئے

چار دن ابتلاء کے ہیں کٹ جائیں گے، عشق صادقؔ ہو ہر چوٹ سہہ جائے گا
میرے معبود ثابت قدم رکھ ہمیں، چن لیا ہے اگر امتحاں کے لئے

غلام محی الدین صادق

دیار مغرب کے جانے والے، انہیں بصد انکسار کہنا
سلام ان کا تو کر گیا ہے کچھ اور بھی اشکبار کہنا

اب آ بھی جاؤ کہ زندگی کا نہیں ہے کچھ اعتبار کہنا
تڑپ رہا ہے تمہاری خاطر کوئی دل بے قرار کہنا

نہ دعوئ علم و آگہی ہے، نہ ملکۂ شعر و شاعری ہے
فسانۂ غم کہوں تو کیسے، سناؤں کیا حال زار کہنا

بجا ہے تلقین صبر لیکن، مچل اٹھے دل تو کیا کریں ہم
کہ دل تو آخر کو دل ہے، دل پر ہمیں کہاں اختیار کہنا

بچھڑنے کو یوں تو مجھ سے میرے جگر کے ٹکڑے بچھڑ گئے ہیں
مگر تمہاری جدائی پیارے ہے زیست پہ سخت بار کہنا

تمہارے صبر و ثبات کی تو مثال ملنا نہیں ہے ممکن
مگر تمہارے غلام کا لُٹ چکا ہے صبر و قرار کہنا

نظر نظر نفرتوں کے افعی، نفس نفس بے بسی کا عالم
عجیب رنگ میں گزر رہے ہیں، ہمارے لیل و نہار کہنا

چمن میں اب کوئی زندگی ہے، نہ پھولوں میں کوئی دلکشی ہے
بگڑ گیا ہے تمہارے جانے سے سارا رنگ بہار کہنا

روش روش پر، شجر شجر پر ہیں ڈالے زاغ وزغن نے ڈیرے
چمن کو حسرت سے دیکھتے ہیں، چمن کے کبک و ہزار کہنا

تیرے قیام و سجود مقبول بارگاہ الٰہی ہوویں
تیری دعائیں فلک سے لائیں نوید فصلِ بہار کہنا

یقین ہے ظلمتیں چھٹیں گی، طلوع نور سحر بھی ہوگا
کریں گے ہم ایسی صبحِ صادق کا صبر سے انتظار کہنا

﴿غلام محی الدین صادق﴾

برملا نام اس کا ہم لیں گے
کون روکے گا عاشقوں کی زباں

﴿طارق محمود سدھو﴾

ہوا چلے گی تو موسم نکھر ہی جائے گا
کبھی یہ حبس کا دریا اُتر ہی جائے گا

تم اپنی سوچ کو کچھ اور وسعتیں دے دو
ہمارا ذہن تو آخر نکھر ہی جائے گا

مِلاپ رُت جو میسر نہیں تو کیا غم ہے
ترے فراق کا موسم گزر ہی جائے گا

کبھی تو لوٹ کے آؤ گے اپنے موسم میں
کبھی یہ عشق کا نشہ اتر ہی جائے گا

نجات پائیں گے ہم بھی کبھی دکھوں سے منیؔر
یہ زخم ہجر کسی رت میں بھر ہی جائے گا

﴿منیر راہی﴾

دُور مغرب سے کس کا پیام آ گیا اہل مشرق کو کس کا سلام آ گیا
میرے ہونٹوں پہ یہ کس کا نام آ گیا، نطق نے آج بوسے زباں کے لئے

کون یاد آ گیا کس نے تڑپا دیا کس کی یادِ محبت نے گرما دیا
کس کی فرقت کے غم نے پریشاں کیا، جاں سلگتی رہی جانِ جاں کے لئے

کس کی شیریں زباں کا یہ اعجاز ہے کس نے بخشا ہمیں ذوق پرواز ہے
کس کی ان چاہتوں پر ہمیں ناز ہے، دل تڑپتا ہے کس مہرباں کے لئے

کتنا ویران ہے میرا صحنِ چمن، کتنے پژمردہ ہیں یہ گل و نسترن
نہ کوئی بانکپن ہے نہ کوئی پھبن، اک خزاں آ گئی گلستاں کے لئے

یہ دل تیری فرقت میں سیماب ہے، تیرے غم میں ہر کوئی بیتاب ہے
اور آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب ہے فقط دیدِ پیرِ مغاں کے لئے

تیری فرقت کا غم اب گوارا نہیں، کوئی دنیا میں اپنا سہارا نہیں
ابھی چمکا مقدر کا تارا نہیں، کچھ مداوا ہو دردِ نہاں کے لئے

ہے اس باغ کی ہر کلی مضطرب، مرے شہر کی ہر گلی مضطرب
غرض ہیں یہاں ہم سبھی مضطرب، زمیں مضطرب آسماں کے لئے

اُٹھو اور خدا کے سپاہی بنو، رہِ دینِ احمد کے راہی بنو
سدا علم و ایماں کے داعی بنو، یہی حکم ہے بندگاں کے لئے

اُٹھو ساتھیو! سُوئے منزل بڑھو! یہ کس کی آواز ہے پہچان لو
امامِ جماعت کا خطبہ پڑھو، کہ امرت ہے صاحب دِلاں کے لئے

حمد باری کے نغمے سناتے چلو، کلمۂ حق کا پرچم اڑاتے چلو
بھولے بھٹکوں کو رستہ دکھاتے چلو،ایک رحمت بنو اس جہاں کے لئے

قافلہ آج ہے سوئے منزل رواں، سوئے منزل رواں اور تسبیح خواں
قدم بقدم کامراں کامراں، منزل عشق جانِ جہاں کے لئے

ہمیں اپنے پیارے خدا کی قسم، ہمیں احمدِ مصطفیٰ کی قسم
ہمیں اپنے عشق و وفا کی قسم ہیں تیار ہر امتحاں کے لئے

تو مالکِ زیر و بمِ زندگی، ترے ہاتھ ہے بیش و کمِ زندگی
عطا کر ہمیں پھر دمِ زندگی، منزلِ زیست جاوداں کے لئے

جس کی تقریر میں سوز ہو ساز ہو ہفت افلاک تک جس کی پرواز ہو
جس کے ہر لفظ میں ایک اعجاز ہو، وہ زباں بخش دے بے زباں کے لئے

کس طرح حال دل آپ سے ہو بیاں، غم سے معمور ہے یہ مری داستاں
وقت نازک ہے ناساز ہے یہ سماں، المدد! المدد! بیکساں کے لئے

ہم کہاں اور تیری امامت کہاں، ہم کہاں اور تیری قیادت کہاں
ہم کہاں اور تیری زیارت کہاں، ترستے ہیں دیدارِ جاں کے لئے

کب مری خوش نصیبی خبر لائے گی، کب تری پاک صورت نظر آئے گی
دعائے سحر کب ثمر لائے گی، آہِ تسکینِ قلبِ تپاں کے لئے

جادۂ منزلِ حق پہ ہے گامزن اس کے آگے ہیں کیا چیز کوہ و دمن
جس کا سالار ہے اک غریب الوطن، میرے نغمے ہیں اس کارواں کے لئے

اے مرے دوستو! حق کو پہچان لو زندگی کا بھروسہ نہیں جان لو
جس کے سب منتظر تھے اسے مان لو، لمحۂ فکر ہے دوستاں کے لئے

تیرے در کا گدا یہ تیری خاک پا عرض پرداز ہے، احسنؔ بے نوا
شامِ غم کو ملے مژدۂ جانفزا اک نگاہِ کرم ناتواں کے لئے

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

کتنے دکھ ہیں ایسے بھی جو کہہ نہ سکی میں تجھ سے بھی
کس نے سہا، کب، درد کسی کا سہہ سکتا تو کہتے بھی
میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہوں اک کل پرسوں کے وعدے پر
جس کے لئے یہ سج دھج ہے سب، کاش وہ آئے، دیکھے بھی

﴿امۃ الباری ناصر﴾

باوجود اس کے کہ ہیں میری خطائیں بے شمار
میرے مولیٰ کی رہیں مجھ پہ عطائیں بے شمار

حسن کے جلوے فقط بہر نکو کاراں نہیں
عاصیوں نے بھی تو دیکھی ہیں ادائیں بے شمار

آزمائش کی گھڑی، کرب و بلا کے امتحاں
سب بجا، پر رد ہوئی بھی ہیں بلائیں بے شمار

ہم رہ جاناں کے راہی دار پر کھینچے گئے
عشق میں ان کے سہیں ہم نے جفائیں بے شمار

اک ذرا سی بات پہ وہ کیوں خفا ہونے لگے
یاد کیا ان کو نہیں میری وفائیں بے شمار

ناتواں و مضمحل ہیں ہجر کے مارے ہوئے
اب نہیں طاقت کہ ہم صدمے اٹھائیں بے شمار

ذکر کیا غیروں کا وہ تو غیر ہیں پر میری جاں
آپ تو نہ اس طرح چرکے لگائیں بے شمار

میرے عیبوں کی نہ کرنا مالکا پردہ دری
ڈال دینا مجھ پہ غُفراں کی ردائیں بے شمار

داغ ہائے معصیت دل سے مٹانے کے لئے
عاصیو آؤ کہ ہم آنسو بہائیں بے شمار

آؤ پھر مل کے کریں تجدید ذوق عشق کی
چاند پھر عہد وفا کے جگمگائیں بے شمار

میں بھی ان کی ہوں مجھے بھی ان سے کچھ حصہ ملے
میرے آقا نے جو مانگی ہیں دعائیں بے شمار

دیکھئے کب لوٹ کے آتی ہیں جھولی کو بھرے
عرش پر پہنچی ہیں جو مضطر صدائیں بے شمار

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

ہم نے سوچا تھا کہ جلسہ ہے ملاقات کا وقت
مل کے بیٹھے تو نکل آئے گا کچھ بات کا وقت
بھیگ جائیں گی انہیں دیکھ کے آنکھیں مری
یک بیک ٹوٹ کے آجائے گا برسات کا وقت
ان کی باتیں مرے کانوں میں جو رس گھولیں گی
ایک ہو جائے گا میرے لئے دن رات کا وقت
شب گزاری کے لئے ''بیت'' میں جا بیٹھوں گا
ہے دعاؤں کے لئے رات، مہمات کا وقت
اس طرف جاؤں گا اور میں کبھی جاؤں گا ادھر
مجھے کم کم ہی کوئی دے گا ملاقات کا وقت
مل کے بھیجیں گے تمنائیں سر عرش بریں
ہم بنا لیں گے ہر اک لمحہ مناجات کا وقت
لیکن اب میں نے سنا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں
دن کے اوقات میں اب بھی ہے کہیں رات کا وقت
کچھ بھی ہو اپنی جبیں مائلِ سجدہ رکھیئے
آ ہی جائے گا نسیمؔ ان کی ملاقات کا وقت

﴿نسیم سیفی﴾

اس کی رحمت کا کیا کرے ''کوئی''
بیٹھ کے بس جلا کرے ''کوئی''

پھر خزاں میں بہار آئی ہے
سوکھے پتے چنا کرے ''کوئی''

شہر کے شہر جی اٹھیں اب بھی
ابن مریم ہوا کرے کوئی

چاند اترا ہے ارض حبشی پر
آج ہر سو صدا کرے کوئی

چل کے خود پاس آگئے ہیں وہ
کس طرح، کیا فدا کرے کوئی

ذات کا غیب سے وہ دے گا ثبوت
شرط یہ ہے دعا کرے کوئی

رہ گزر میں پڑا ہوں میں طاؔہر
میرے دل کی دوا کرے کوئی

طاہر عارف

اپنے اعمال نظروں میں پھرنے لگے جب بھی سر کو جھکایا دعا کے لئے
اپنی بے مائیگی پہ ندامت ہوئی لفظ ملتے نہیں التجا کے لئے

وہ اگر بخش دے تو ہے اس کی عطا، جانتی ہوں کہ میری حقیقت ہے کیا
کوئی دعویٰ کروں یہ نہیں حوصلہ کچھ عمل بھی تو ہو ادعّا کے لئے

ذات سے ان کی ہم جب سے منسوب ہیں اہل دنیا کی نظروں میں معتوب ہیں
پر ہمیں تو یہ کانٹے بھی محبوب ہیں ہم ہیں تیار ہر اک جفا کے لئے

پیار اُن کا ہی تو روح ایمان ہے، ان سے نسبت ہی تو اپنی پہچان ہے
یہ تعلق نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں، ہم ہیں کوشاں اسی کی بقا کے لئے

یوں نہ تضحیک کی ہم پہ ڈالو نظر، پا لیا ہم نے کیا یہ تمہیں کیا خبر
ہم تو خوش ہیں ہمارا چناؤ ہوا معرکہ ہائے کرب و بلا کے لئے

زخم سینوں میں اپنے چھپائے ہوئے، مسکراہٹ لبوں پہ سجائے ہوئے
پیار کی جوت من میں جگائے ہوئے، جی رہے ہیں اسی کی رضا کے لئے

آزماتا ہے ان کو ہی وہ دوستو! جن کے جذبوں پہ محبوب کو ناز ہو
امتحاں میں وہی سرخرو ہو گئے، تھے جو تیار ہر ابتلاء کے لئے

یہ ادائیں غضب کس قدر کر گئیں، عشق کی شدتیں اور بھی بڑھ گئیں
ناز دکھلا کے ان کا چرانا نظر، تازیانہ ہے شوقِ لقا کے لئے

ہجر کی تلخیاں کچھ سِوا ہو گئیں، کلفتیں فرقتوں کی بلا ہو گئیں
جوت کتنی امیدوں کی بجھنے لگی، لوٹ ہی آئیں اب تو خدا کے لئے

وہ مجیب دعا آج بھی ہے مگر، بات کیا ہے کہ آہیں ہوئیں بے اثر
کیا ہمارے یہ جذبے ہی صادق نہیں، ہاتھ اٹھتے نہیں یا دعا کے لئے

ہم تو مجبور ہیں اور لاچار ہیں، کتنی پابندیوں میں گرفتار ہیں
وہ تو مختار ہے مالکِ کل بھی ہے، بات مشکل ہے کیا کبریاء کے لئے

آرزو خوش نصیبوں کی پوری ہوئی، ان کو مولیٰ نے توفیقِ پرواز دی
یاں شکستہ پری ابتلاء بن گئی جذبہ ہائے خلوص و وفا کے لئے

جب وہ چاہے گا زنجیریں کٹ جائیں گی، فاصلوں کی طنابیں سمٹ جائیں گی
کام میرے لئے غیر ممکن ہے جو سہل ہے میرے مشکل کشا کے لئے

جو مجسم تھا رحمت، فقط پیار تھا، جو محبت کا اک بحرِ زخّار تھا
نام پر اس کے یاں ایسی باتیں ہوئیں دل تڑپ اٹھا اس دلربا کے لئے

میرے اپنے وطن کے یہ اہلِ قلم جن کو دعویٰ ہے رکھتے ہیں دنیا کا غم
ہو رہا ہے یہاں جو بھی کیا ہے وہ کم ان کے احساسِ درد آشنا کے لئے

سامنے ان کے خونیں تماشے ہوئے، بے کفن کتنی بہنوں کے لاشے ہوئے
جن کے اسلاف سینہ سپر ہوگئے، سر سے نوچی گئی اِک رِدا کے لئے

نفرتوں کے الاؤ دہکتے رہے، اور ہر سمت شعلے لپکتے رہے
آگ میں فکر و احساس جلتے رہے کہ تھا ایندھن بہت اس چِتا کے لئے

امتحاں ٹھیک ہے آزمائش بجا، پھر بھی انسان کمزور ہے اے خدا
کچھ تسلی تو دے، کوئی ڈھارس بندھا خاطرِ قلبِ لرزیدہ پا کے لئے

آنکھ نم، دل پریشاں، جگر سوختہ، منتظر ہیں ترے لُطف کے ما لکا
کب صبا لائے گی مژدۂ جانفزا میری جاں اہلِ شہرِ وفا کے لئے

صاحبزادی امۃ القدوس بیگم

جب اپنی راہ اس کے فرشتے کریں گے صاف
جب ہوں گے واپسی کے اشارے تب آئیں گے

کلام طاہر

آنکھوں میں بس گیا ہے تیرا انتظار آ
جانے لگی ہے جان میری بیقرار آ
مانگی ہیں میں نے کتنی دعائیں تیرے لئے
ہوتی ہے زیست میری یہ دشوار اب تو آ
راہوں میں کتنے پھول کھلے ہیں یہاں وہاں
آنکھوں سے چن لئے سبھی خار میں نے آ
راہ طلب میں کتنے ستم ہم پہ ہو چکے
منزل پہ ساتھ ہوں گے سبھی راہوار آ
یارب میرا حبیب بہت دور جا بسا
تو ساتھ اس کو لے کر میرے دوار آ

﴿شفقت شاکرہ﴾

چھیڑے ہوئے ہے ساز جدائی دل حزیں
مطرب سے کوئی اٹھ کے کہو توڑ دے رباب
ان کی حسین یاد مہکتی ہوئی بہار
ان کا خیال جیسے ہو کھلتا ہوا گلاب

﴿سعید احمد اعجاز﴾

منتظر شام و سحر رکھتی ہے امید ملن
عین ممکن ہے کہ وہ جلوہ دکھانے آئے
کاش ہم سے نہ جدا ہوتے نہ آتا یہ دِن
یاد بیتے ہوئے وہ سارے زمانے آئے
ہجر کی رات تو کاٹے نہیں کٹتی ہم سے
کون ان کے ہمیں حالات بتانے آئے
کوئی تو کہہ دے کہ آتا ہے تمہارا دلبر
کوئی تو وصل کی خوشخبری سنانے آئے
میں تو بے زر تھا سو مجبور تھا میرے پیارے
آپ کیوں نہ میری اُمید بندھانے آئے
''دکھ بھری رات کٹے گی تو سحر آئے گی''
رنج و غم درد و الم لاکھ ستانے آئے
ہم کو امید ہے مولا سے کہ بعد از پَت جھڑ
باغ میں باد صبا پھول کھلانے آئے
ہر گھڑی ساتھ ہے جب فضلِ خدا تو بے شک
دشمنِ جاں یہاں کر کر کے بہانے آئے
یاد میں تیری گزرتا ہے خلیقؔ عاصی کا دن
رات سوتے میں تیرے خواب سہانے آئے

﴿خلیق بن فائق گورداسپوری﴾

اگر نہیں ہے یہ دیدار یار کا موسم
بلا سے آئے نہ آئے بہار کا موسم
خزاں و فصل بہاراں بدلتے رہتے ہیں
نہیں بدلتا مگر انتظار کا موسم
شکیب و صبر کا شاید ہے امتحاں مقصود
سفر کٹھن بھی ہے اور ہے غبار کا موسم
ترے کرم سے یہ اک روز بیت جائے گا
غم و الم کا دل بے قرار کا موسم
پھر اس زمین پہ عرفاں کی بارشیں ہوں گی
وہ ساتھ لائیں گے اپنے بہار کا موسم
یہ التجا ہے خدایا پلٹ کے آجائے
وہ دِیں کی عصمت و عِزّ و وقار کا موسم
عجب نہیں کہ گنہگار کو بھی مل جائے
نزولِ رحمتِ پروردگار کا موسم
رہِ وفا میں جو ثابت قدم رہے ناؔدر
نہیں ہے ان کے مقدّر میں ہار کا موسم

﴿محمد اسماعیل نادر قریشی﴾

صبا سلامِ وفا اُس نگار سے کہنا
بہار آئی ہے جانِ بہار سے کہنا
قبول جاں کے ہوں نذرانے جاں نثاروں سے
دیارِ حُسن کے اس شہر یار سے کہنا
سروں کے فرش بچھائے ہیں ہم نے رستوں میں
اگر ہو عزمِ سفر شہسوار سے کہنا
ہیں انتظار میں خدّام با ادب کب سے
جہانِ حُسن کے اس تاجدار سے کہنا
بہت اداس گیا موسم بہار اب کے
اگر ملو تو گل زَر نگار سے کہنا
کہیں نہ بار بنے آپ کی سماعت پر
ہمارا قصۂِ غم اختصار سے کہنا
نہ آپ آئے تو اکؔبر سے اَن گنت عشاق
نہیں اٹھیں گے کبھی رہگزار سے کہنا

﴿اکبر حمیدی﴾

جب سنا قافلے سوئے لندن چلے شرکت محفل کارواں کے لئے
اپنی محرومیوں پہ بہت روئے ہم حسرت دید پیر مغاں کے لئے

انکی چاہت تمہارا صلہ بن گیا، ان کا پیار اپنی خاطر دعا بن گیا
دیکھو ساتھی تمہارا خدا بن گیا تم بنائے گئے آسماں کے لئے

ساتھیو پَر شکستہ کچھ ایسے بھی ہیں، ہیں تو ان کے ہی چاہے وہ جیسے بھی ہیں
ان سے کہنا تڑپتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں ہم انہیں امتحاں کے لئے

یاد پچھلے برس کی جو آنے لگی، دل پہ بے رحم آرے چلانے لگی
اپنی بیچارگی کو کہو کیا کہوں خوں ہوئی اشک سیل رواں کے لئے

ہم تصور میں ٹلفورڈ پہنچ جائیں گے، تیری محفل میں ہم سر کے بل جائیں گے
بٹ رہے ہوں گے جب جامِ جاں آفریں ہم بھی لے لیں گے تسکینِ جاں کے لئے

زخم دل آج پھر سے ہرا ہوگیا، درد حد سے بڑھا تو دوا ہو گیا
میرے آقا کے الفاظ مرہم بنے، زخمِ دل سوزشِ جسم و جاں کے لئے

﴿اصغری نور الحق﴾

دیارِ مغرب کو جانے والو، دیارِ مشرق کے باسیوں کو
مِلا ہے اپنے پیارے آقا کی چاہتوں کا سلام کہنا!

تمہاری ان چاہتوں کے صدقے، تمہاری ان الفتوں کے قرباں
ہم عاصیوں کی ہو خوش نصیبی، جو آپ ہوں شاد کام کہنا!

تمہاری شام وسحر کے خوں سے، ہماری صبحیں جواں ہوئی ہیں
ابھر رہے ہیں ہزراوں سورج، قدم قدم گام گام کہنا!

یہ علم و عرفان کی سبیلیں، یہ پیاسی روحیں یہ سلسبیلیں
یہ حکمتوں کے ابلتے چشمے پئیں نہ کیوں تشنہ کام کہنا!

پیام سارے جہاں کو دینا، کہاں تھا ممکن؟ یہاں پہ رہ کر
خدائے برتر کے فضل سے ہو رہے ہیں سب اپنے کام کہنا!

کدورتوں کو مٹانے والے، محبتوں کو جگانے والے
کلامِ شیریں سے ہوں گے آخر بڑے ستمگر بھی رام کہنا!

فقط فضا کو کریں مکدّر، ہے یہ بگولوں کا ہی مقدر
ہماری تقدیر، ابرِ رحمت، مئے محبت کا جام کہنا!

تمہارے نغموں کی لے پہ آقا، ہماری روحیں پنپ رہی ہیں
پہنچ رہی ہیں دعائیں ہم کو، بہت ہیں خوش یہ غلام کہنا!

دعا کی ناہیدؔ کو ہے خواہش، دعاؤں میں یاد رکھنا آقا
حضور اکرمؐ کی بارگہ میں، شفاعتوں کا پیام کہنا!

﴿این ناہید ساہی﴾

ہر شخص ہی بیتاب ہے غمگیں و فسردہ
بھیگا سا ہے ہر ایک کے دامن کا کنارا
وہ چاند نظر آئے تو ہم خوشیاں منائیں
روشن ہو افق پر کوئی تقدیر کا تارا

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

اب ہم سے سہی جاتی ہی نہیں محبوب، جدائی کی گھڑیاں
چہروں پہ کھنڈی زردی دیکھو پھولی ہیں فصلیں سرسوں کی

رمضان جدائی میں گزرے بن تم سے ملے عیدیں گزریں
پل بھر کے لئے ہی آن ملو، تب عید ہو دید کے ترسوں کی

کب وہ برکھا رت آئے گی؟ جب چھاجوں پانی برسے گا؟
جب نین کنول مسکائیں گے جب پیاس بجھے گی برسوں کی

من دیپ جلا کر گلیوں میں ہم روز اجالا کرتے ہیں
یہ دل کی ضد ہے آؤ تم اب بات نہیں کل پرسوں کی

سرسوں کی فصلیں پکنے میں اک سال کا عرصہ باقی ہے
ہم جی نہ سکیں شاید جب تک لمبی ہے جدائی عرصوں کی

کچھ لوگ تو جاکر مل آئے جل تھل نینا برسا آئے
آنسو بھی چھپانے پڑتے ہیں یہ ریت ہے دید کے ترسوں کی

تصویر تیری مسکاتی ہے تو ہاتھ دعا کو اٹھتے ہیں
آنکھوں میں مرے پھر جاتی ہیں وہ ساری باتیں برسوں کی

پھر تیرے تصور سے گویا گھنٹوں ہی باتیں ہوتی ہیں
تم پاس ہی ہوتے ہو گویا اور محفل درشن درسوں کی

اب دیوانے جی سے گزرے اب تم ہی مسیحا بن آؤ
اب دید طبیب کی بات نہیں اب بات نہیں ہے نرسوں کی

ہم زخم چھپا کر ہنستے ہیں، عرشوں کے خدا پہ تکیہ ہے
انعام بھی وہ دے گا مولیٰ لکھی جو جدائی عرصوں کی

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

آنکھ تیرے نام پر یوں یک بیک
کیا خبر تھی اس طرح بھر آئے گی
پاؤں میں زنجیر اور دامن کا صبر
ساتھ لے کر تیرے در پر آئے گی
ہوں گی کچھ مجبوریاں وہ ٹال کر
خود ہتھیلی پر لئے سر آئے گی
زاد راہ اس کے نہیں ہے پاس کچھ
کیسے جائے گی وہ کیونکر آئے گی

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

ہم اس بہار کے نوزائیدہ گلوں سے جب
کہانیوں کی طرح تیری بات کرتے ہیں
تمہارے کوچۂ و بازار سے گزر ہو جب
تمہارے خالی دروں سے سوال کرتے ہیں

کسی بھی اوٹ سے ہر روز چاند کی صورت
ہمیشہ ایک جو چہرہ طلوع ہوتا تھا
چلا گیا ہے کہاں وہ اب پیکر رعنا
جو ان فضاؤں میں مہکار اپنی بوتا تھا

مہک تھا وہ اگر تو کیوں گیا گلستاں سے
اگر ہوا تھا تو کب لوٹ کر وہ آئے گا
اگر تھا خواب تو آنکھوں میں کیوں نہیں بستا
اگر ہے پھول تو کب کھل کے مسکرائے گا

مثال دیدۂ پُر شوق گھر کے دروازو
کواڑ کھول کے تم اپنے باخبر رہنا
مجھے یقین ہے وہ، واپس ضرور آئے گا
میں اس کی منتظر ہوں تم بھی منتظر رہنا

پھر اپنے شہر کے لوگوں کو دیکھ کر اس کی
نگاہیں بارشِ جذبات میں نہائیں گی
اداس شام کھڑی سوچتی ہے پاس مرے
یہ ٹھیک ہے مگر وہ ساعتیں کب آئیں گی

ہمارے آقا جب آئیں گے شہر میں اپنے
سجائی جائیں گی خوشیوں کی محفلیں پھر سے
وہ یوم طاہر و اقدس ضرور آئے گا
کہ لیں گی اس کے قدم بڑھ کے منزلیں پھر سے

مثال دیدۂ پُر شوق گھر کے دروازو
کواڑ کھول کے تم اپنے باخبر رہنا
وہ اک دن لوٹ کے، واپس ضرور آئے گا
میں اس کی منتظر ہوں تم بھی منتظر رہنا

﴿طیبہ سروش۔ ربوہ﴾

خالی ہے میرا کوچہ ویران یہ گلی ہے
دل کو بچھائے بیٹھا جو شہر ہے مبارک
نظریں ہماری پیاسی دیدار تیرا مانگیں
دنیا سجانے والے دن لے آ وہ مبارک

﴿فرخندہ کنول﴾

پاس نہیں ہے زادِ راہ کہ لندن کو میں جاؤں
پگلا من جانے کو مچلے کیسے اسے سمجھاؤں
للہ کوئی راہ بتاؤ کیسے وہاں تک پہنچوں
پیدل آؤں اڑ کر پہنچوں، یا سر کے بل آؤں
قافلے والے مجھ برہن کو پیچھے چھوڑے جائیں
میرے دل میں حسرت ہے کہ ساتھ ہی ان کے جاؤں
پہنچ کے تیرے در تک آقا سب احوال سناؤں
بیٹھ کے تیرے قدموں میں مَیں دل کا حال بتاؤں
تیرے بن اے میرے آقا ہے بے چین یہ باندی
تو جب مجھ کو نظر نہ آئے، چین میں کیسے پاؤں
دیر ہوئی اب گھر کو آجا سونا ہے گھر سارا
گھر والے راہ دیکھ رہے ہیں اٹھا اٹھا کر پاؤں
پیاسی آنکھیں ترس رہی ہیں آقا تیرے درشن کو
دید کی ترسی آنکھوں کی میں کیسے پیاس بجھاؤں
چل پگلی نہ دل میلا کر، وہ ہے فضلوں والا
کیوں نہ اس کے دوارے جا کر جھولیاں بھر بھر لاؤں

﴿حلیمہ لطیف۔ واہ کینٹ﴾

اک رشتہ جو گہرا ہے   اک پیار جو سچا ہے
اس پیار کے ناطے سے   کچھ آپ سے کہنا ہے
اک عرض تمنا ہے

وہ یہ کہ تم آجاؤ   للہ کہ لوٹ آؤ
برداشت نہیں ہوتا   اب اور نہ تڑپاؤ
کب آؤ گے؟ فرماؤ

﴿م۔ا﴾

میرے دل و نگاہ میں وہ یوں سما گئے
جب بھی اٹھی نظر تو میں سمجھا وہ آگئے

بیٹھا تھا ان کے ہجر کے غم میں بہت اداس
آئے وہ لمحہ بھر کے لئے اور ہنسا گئے

﴿محمد صدیق امرتسری﴾

کوئی مجھ سے آج یہ پوچھے
پہروں بیٹھی میں کیا سوچتی ہوں
سوچتی ہوں کہ آخر یہ دوریاں کیوں
محبت میں یہ سب مجبوریاں کیوں
جانے والے اپنی ہی دھن میں
پھیر کے نگاہیں
چلے گئے ہیں
شوق دید سمیٹے ہوئے
وائے افسوس ہم رہ گئے ہیں
کسی نے پوچھا ہے کب حال دل ہمارا
کہ سناتے ہم خود داستانِ غم
گر ہوتے دو پنکھ ہمارے
کبھی اتنے نہ بے بس ہوتے
ہم آزمائے گئے
اپنے جذبات سے
اپنے حالات سے
جا نہ سکے ہم

مجبور تھے بہت
سسکتے رہے ہم
بلکتے رہے
نہ تڑپاؤ ہمیں اب نہ اتنا آزماؤ
چھلک پڑے نہ
صبر کا پیمانہ
محبت میں آزمائش تو ہوتی نہیں ہے
ہجر کی راتیں اب کٹتی نہیں ہیں
اب کہ شاید ہم جی نہ سکیں گے
دید کے واسطے
شوق اتنا بڑھا
ہوئے آنسو رواں
کند ہوئی اپنی زباں
دن گئے بہار کے رہ گئی ہے خزاں
بے رونق گلیاں یہ دل ہے پریشاں
تسلیٔ دل کے واسطے
کافی ہے بس یہی
کہ یوسفؑ کی ہم کو خوشبو آ رہی ہے
آواز آ رہی ہے کہ آواز آ رہی ہے

ن۔ا

یہی ہے اب تو آرزو
کہ ہوں حضور رو برو
چمن میں پھول کھل پڑیں
مسرتیں ہوں کو بکو
ہر ایک گھر میں ہو فقط
محبتوں کی گفتگو
حضور کا وجود ہے
چمن میں مثل رنگ و بو
انہی کی کل تلاش تھی
انہی کی آج جستجو
گزر گئی ہیں مدتیں
کہ خالی ہو گئے سُبُو
ہے دل میں اب یہی مرے
ہو پوری اس کی آرزو

﴿طارق محمود سدھو﴾

وطن سے لندن کو جانے والو! نصیب اپنا جگانے والو
میرے غریب الدیار آقا کو جھک کے میرا سلام کہنا

سلام کہنا، سلام کہہ کر، انہیں بصد احترام کہنا
کہ خوں کے آنسو رلا گیا ہے تیرا وہ شیریں کلام کہنا

وطن میں تیرے بغیر گلشن کی ڈالی ڈالی تڑپ رہی ہے
اداسیوں کے مہیب سائے ہیں چھا رہے صبح و شام کہنا

بڑا اذیت رساں ہے آقا تری جدائی کا لمحہ لمحہ
ترس رہے ہیں تری زیارت کو میرے آقا عوام کہنا

ہزار طوفان آرہے ہیں ہزار جھکڑ سے چل رہے ہیں
ملی ہے توفیقِ صبر لیکن طفیل خیر الانامؐ کہنا

الٰہی چھٹ جائیں یہ اندھیرے، الٰہی آجائیں پھر سویرے
یہی دعائیں ہیں سجدے میرے یہی دعائیں قیام کہنا

نہ کوئی ساقی یہاں ہے باقی، نہ مئے عرفاں کے غلغلے ہیں
عجب پریشان حال پھرتے ہیں تیرے مے کش تمام کہنا

خدا کے بندوں کو تنگ کرنا خدا سے گویا ہے جنگ کرنا
خدا کی تقدیر لے کے رہتی ہے ظلم کا انتقام کہنا

بڑی مقدس ہے ارضِ ربوہ بڑی مبارک یہ سرزمیں ہے
یہاں پہ مدفون ہیں ہمارے بزرگ عالی مقام کہنا

خدا کے بندے یہاں بھی راتوں کو اٹھ کے کرتے ہیں آہ و زاری
یہی عبادت، یہی ریاضت ہے زندگی بخش جام کہنا

تمہاری راہوں میں میرے آقا ہماری آنکھیں بچھی ہوئی ہیں
خدا کرے آپ جلد لوٹیں یہاں بصد احتشام کہنا

خطا کا پتلا، دعا کا طالب، گدا ہوں تیری عطا کا طالب
تیری دعاؤں سے ہیں سنورتے تیرے غلاموں کے کام کہنا

اگرچہ قابل نہیں ہوں آقا تیری امامت کی بارگاہ کے
مگر خدا کی قسم ہمیشہ رہوں گا تیرا غلام کہنا

تیری محبت، تیری عقیدت کی شمعیں روشن ہیں میرے دل میں
دعا کریں کہ خدا میری چاہتوں کو بخشے دوام کہنا

نہیں مجالِ سخن اگرچہ یہ حوصلہ ہے دلِ حزیں کا
وگرنہ احسن تو ہے فقط تیری جوتیوں کا غُلام کہنا

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

دیار مغرب کو جانے والو، دیار مشرق میں بسنے والے
ہم عاجزوں کا حضور آقا بڑے ادب سے سلام کہنا

ہمارے شام و سحر تھے ان سے یہ راز تو اب کھلا ہے ہم پر
انہی کے تھے صبح و شام کہنا، انہی کے ہیں صبح و شام کہنا

فراق و ظلم و ستم کی دہری مصیبتوں میں دبے ہیں لیکن
''خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا''

ہماری خاطر ہیں ان کے نغمے دعائیں ان کی ہماری دولت
اس اک خبر سے ہماری جاں کے ہوئے معطر مشام کہنا

خدا کے بندو کو خوف کیسا خدا کی رحمت ہے ساتھ ان کے
خدا کے فضل و کرم سے کوئی نہیں ہے مشکل مقام کہنا

جو اٹھ رہے ہیں بگولے وہ تو کبھی قمر کو نہ چھو سکیں گے
''خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا''

رضا و فقر و غنا کی دولت ہمارے دل میں خدا نے بھر دی
ادھر کمالِ عطائے آقا اِدھر نیازِ غلام کہنا

خدا ہمارا نبی ہمارا کلیدِ فتح و ظفر ہماری
ہماری خاطر بدل رہا ہے جہاں کا کُہنہ نظام کہنا

چلا جو روزِ ازل سے خالد محبتوں کا سفر ہے جاری
ہے چاہتوں کا سلام آیا محبتوں کا سلام کہنا

خالد ہدایت بھٹی ایم اے

مولا! تیری خدمت میں سو سال ہمارے ہیں
ہم جب بھی تمہارے تھے، ہم اب بھی تمہارے ہیں

گُلفت میں تیری آقا! دن رات گزارے ہیں
شاید میری الفت کے چاند اور ستارے ہیں

جینا بھی تری خاطر، مرنا بھی تری خاطر
ہم عشق کے بھوکے ہیں، ہم پیار کے مارے ہیں

وہ کچھ بھی کہیں ہم کو، ہیں ان کے مگر ہم تو!
منسوب ہیں آقا سے وہ جان سے پیارے ہیں

وہ وقت بھی آئے گا، وہ لوٹ کے آئے گا
آنکھوں میں میری رخشاں خوش رنگ نظارے ہیں

﴿غالب احمد﴾

تم سات سمندر پار گئے ہم چین کی بازی ہار گئے
دل کہتا ہے تم کہتے ہو۔ تم آؤ گے، آجاؤ نا
اس رنگ و بو کی دنیا میں گل رنگ بہت سے بت دیکھے
کچھ بات انوکھی ہے تجھ میں، کیا بات ہے کچھ بتلاؤ نا
تم گوہر ہو، یک دانہ ہو اوقات مری کچھ بھی نہ سہی
تیرے کرم کا مول ہے کیا یہ بھید مجھے سمجھاؤ نا
دنیا کے کناروں تک پہنچے، ہم لوگ ترا پیغام لئے
اب دل کے تالے تم کھولو اب ان کو رہ دکھلاؤ نا
کب پیارے گھر کو آئیں گے کب زنداں کھولے جائیں گے
جو لوگ بہت بے باک ہوئے تم ان کو راہ پہ لاؤ نا
تو مالک ہے تو خالق ہے تو ارحم ہے تو راحم ہے
خالد سے تیری رسم ہے کیا کچھ مجھ کو بھی سمجھاؤنا

﴿خالد ہدایت بھٹی﴾

اللہ چاہے آنیوالے کل پرسوں آجائیں گے
اچھلیں کودیں گے متوالے خوشیاں خوب منائیں گے

دید کا شربت مل جائے گا دیر کی پیاسی آنکھوں کو
ہر چہرہ پُر رونق ہوگا گھر گھر دیئے جلائیں گے

مہکی مہکی خوشبو ہوگی اس ماحول کے آنگن میں
روحانی انوار کے جلوے ہر سُو پھیلتے جائیں گے

پیاری پیاری باتیں ہوں گی میٹھی میٹھی یادوں کی
اطمینان کی دولت ہوگی خواب سہانے آئیں گے

اتنا عرصہ کیسے گزرا، درد بھرا افسانہ ہے
پہلے سن کر حال ان کا پھر اپنا حال سنائیں گے

ان کے آنے پر ربوہ کا گوشہ گوشہ چمکے گا
دور اداسی ہوگی سب کی گیت خوشی کے گائیں گے

دیکھنے والے دیکھیں گے محبوب ہمارے آئیں گے
اقصیٰ کے محراب کے اندر وہ جلوہ فرمائیں گے

آ پہنچی ہے اب تو خوشبو میرے پیارے یوسف کی
بے شک کہہ دو دیوانہ ہم دیوانے بن جائیں گے

چھٹ جائے گی رات اندھیری آجائے گا نیّرِ تاباں
بستی بستی، قریہ قریہ پھول نئے کِھل جائیں گے

حیراں ہوں گے دشمن سارے ہاتھ ملیں گے حسرت سے
جب ہم اپنے سامنے بیٹھا پیتم پیارا پائیں گے

﴿چوہدری غلام دستگیر﴾

کسی نصیبوں والی گھڑی میں یکدم گھر وہ آجائیں گے
ہر سو خوشبو مہک رہی ہے ان کی ذات آنے سے پہلے

﴿امۃ الباری ناصر﴾

دیار مغرب کو جانے والو! حضور انور کی بارگہ میں
وطن میں رہ کر بھی جو غریب الوطن ہیں ان کا سلام کہنا

یہ عرض کرنا جدائیوں کی طویل راتیں بڑی کٹھن ہیں
نفس نفس جل رہے ہیں فرقت میں آپ کے سب غلام کہنا

حضور ہم منتظر ہیں ایسے کہ چشم نرگس بھی منفعل ہے
حضور ہم مضطرب ہیں ایسے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہمارا دل ہے

﴿پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی﴾

اب تیرے ہجر کا مجسم دُکھ
میری ہر سانس میں اُتر جائے
میرے ہر گام پر میرے ہمراہ
تیری یادوں کا اک شجر جائے

﴿آصف محمود باسط﴾

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں وہ وقت بھی جلدی آئے گا
جب منموہن، جگموہن اپنا مکھڑا پھر دکھلائے گا
آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا، وہ روحوں کو گرمائے گا
چاروں کھونٹ جگت میں پھر اک نور کا ہالہ چھائے گا
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں وہ وقت بھی جلدی آئے گا

جب پھر سے سبھا سج جائے گی اس منموہن جگموہن کی
چاروں طرف پھیلیں گی پھر خوشبوئیں اس کے آنگن کی
بپتا دور کرے گا وہ ہَر ہِردے کی ہر اک من کی
سُندر مکھ سے جب وہ میٹھے شبد سنائے گا
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں وہ وقت بھی جلدی آئے گا

اک روز تو اس کو آ کر پھر سے اپنی سبھا سجانا ہے
ان ترسے ہوئے نینوں کو آ کر ٹھنڈک پھر پہنچانا ہے
توحید کا پرچم ہاتھ میں لے کر چاروں طرف لہرانا ہے
اس شمع کا درشن کرنے کو ہر اک پروانہ آئے گا
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں وہ وقت بھی جلدی آئے گا

وہ جانتے ہو کس کا ہے پسر، ہے فضل عمرِ کا لختِ جگر
وہ ثانیہ قدرت کا مظہر وہ طاہر ہے، وہ ہے اطہر
وہ نور کا پیکر رشک قمر، شک اس میں نہیں ہے ذرہ بھر
خورشید تمہیں دیتا ہے خبر، اک روز یقیناً آئے گا
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں وہ وقت بھی جلدی آئے گا

﴿خورشید احمد باجوہ﴾

دل سجاؤں کہ گھر سجاؤں میں
چاند تاروں کو توڑ لاؤں میں

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
ہر گلی میں دیئے جلاؤں میں

سرخ قالین کوئی چیز نہیں
کہکشاں راہ میں بچھاؤں میں

﴿نسیم سیفی﴾

تیری فرقت کے مناظر کو کہاں تک دیکھوں
اشک ہی اشک نظر آتے ہیں جہاں تک دیکھوں

دیکھ کر تجھ کو اگر حد گماں تک دیکھوں
نور ہی نور دکھائی دے جہاں تک دیکھوں

سوزنِ صبر سے سی لوں اسے بخیہ بخیہ
اپنے اس چاک گریباں کو کہاں تک دیکھوں

کیا عجب ہے کہ اچانک تو نظر آ جائے
راستے کی میں ترے گرد نہاں تک دیکھوں

تیرے دیدار کی شب اتنی تو لمبی ہو جائے
کہ میں سپنے میں تجھے عمرِ رواں تک دیکھوں

لوٹ آؤ کہ تری دید کا پیاسا ہوں بہت
اپنی کٹیا کے کھلے در کو کہاں تک دیکھوں

کبر کے بت کو کچھ اس طرح سے توڑوں طاہرؔ
پھر کبھی اس کا نہ میں نام و نشاں تک دیکھوں

﴿محمد طاہر ندیم﴾

ہم شہر ان کے پیار کا دل میں بسائیں گے
آنکھوں میں شوق دید کی شمعیں جلائیں گے

ان کے غم فراق میں آنسو گرائیں کیوں
جب رو برو ملیں گے تو دریا بہائیں گے

تھوڑی سی اپنے پاؤں کی وہ خاک بھیج دیں
ہم اس کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنائیں گے

دیکھو ہمارا آج دل کتنا اداس ہے
لگتا ہے آج رات وہ خوابوں میں آئیں گے

کچھ دیر جاگنا کہ ظفر آج رات ہم
یادوں میں بھیگتا تمہیں نغمہ سنائیں گے

﴿مبارک احمد ظفر﴾

ہجر کی آئی لمبی رات
لے کے یادوں کی بارات
درد کی کھیتی موتی اگلے
آنسو بن گئے ہیں برسات

﴿مبارک احمد ظفر﴾

بے کار ہے محال ہے جینا تیرے بغیر
فرقت کا چاک بھی نہیں سینا تیرے بغیر

مے خوار ہیں اداس تو ویراں ہے میکدہ
الٹے پڑے ہیں ساغر و مینا ترے بغیر

وہ جس کی روشنی سے منور تھے جسم و جاں
گل ہو گیا وہ دیدہ بینا تیرے بغیر

وہ جس میں جل رہے تھے تیرے وصل کے چراغ
وہ جل کے راکھ ہو چکا سینہ ترے بغیر

﴿فرید احمد ناصر﴾

آپ آئیں گے تو پھر کھل کر کریں گے گفتگو
نامہ بر بتلائے گا اک دوسرے کا حال کیا

﴿نسیم سیفی﴾

کسی گلشن میں بیٹھا اِک پرندہ خشک ٹہنی پر
دعا مانگے گھٹائے رحمت باری ادھر آئے

اڑے وہ بے قراری میں یہ گائے گیت رو رو کر
مجھے یوسف نظر آئے مجھے یوسف نظر آئے

بہاروں کا سماں ہو پھول ہوں پھر ڈالی ڈالی پر
وہ بلبل خوش نوا اک بار پھر میرے نگر آئے

شب ہجر و فراقِ یار میں اب دم نکلتا ہے
کبھی اے کاش اب اس رات کی جلدی سحر آئے

جنہیں توفیق ہے پرواز کی اڑ کر وہاں پہنچے
مجھے اس بار بھی پرواز کرنے کو نہ پَر آئے

میں یوں آزاد ہوں لیکن قفس کا بند پنچھی ہوں
مجھے اپنے ہی گھر میں بیٹھے اپنا یاد گھر آئے

خدایا خیر ہو اب پھر کوئی صیاد نکلا ہے
لو خود صیاد اپنے دام میں آیا خبر آئے

تصور میں بھی جس کو پا کے میں تسکین پاتا ہوں
وہ چند لمحے تو رک جایا کرے خوابوں میں گر آئے

گزر جاؤں جہاں سے بھی تو میری آرزو ہو گی
کبھی محبوب میرا شہر میرے لوٹ کر آئے

ظفر اپنی دعاؤں میں مچا دو شور محشر اک
فلک پہ جو دعا جائے وہ لے کے اک اثر آئے

مبارک احمد ظفر

من میں یاد کے دیپ جلائے ایک زمانہ بیت گیا
لوٹ کے وہ پھر بھی نہ آئے ایک زمانہ بیت گیا

پھول چمن میں مرجھائے ہیں جب سے مالی دور گیا
بلبل کو بھی راگ سنائے ایک زمانہ بیت گیا

پانچ برس کا لمبا عرصہ روتے روتے گزرا ہے
کل پرسوں پر آس لگائے ایک زمانہ بیت گیا

صبح کو اڑنے والا پنچھی شام کو گھر آجاتا ہے
اس پنچھی کو گھر میں آئے ایک زمانہ بیت گیا

جانے ہونگے کب وہ اشارے جانے کب وہ آئیں گے
راہوں کو پھولوں سے سجائے ایک زمانہ بیت گیا

یاد میں تیری لوگ مجھے اب مجنوں مجنوں کہتے ہیں
محرومی میں خود کو سجائے ایک زمانہ بیت گیا

یاد نہیں کب پھول کھلے تھے پیارے گلشن میں طاہر
باد صبا سے آنکھ ملائے ایک زمانہ بیت گیا

﴿محمد طاہر ندیم﴾

گھر آجا مرے من کے راجہ
برسوں کی میری پیاس بجھا جا
باٹ جوہوں[1] دن رَین تمہاری
کب آوگے کرشن مراری[2]
مکھ اپنا دکھلا جا
گھر آجا میرے من کے راجہ
پیاں پروں اور بلی بلی جاؤں
چرن کمل پر سیس نواؤں
سن اک ارج گریب نواجا
گھر آجا میرے من کے راجہ
ہاتھ جوڑی کے بنتی کریہوں
ترے ملنے کی آشا کریہوں
تو نے میرے من کو ساجا[3]
گھر آجا میرے من کے راجہ

1. انتظار کروں۔ 2. دشمن کو قتل کرنے والا۔ 3. سنوارا

میں مَند بھاگی برہ کی ماری
آس کروں دن رین تمہاری
سَپنے میں آ کر مُکھ دکھلا جا
گھر آ جا میرے من کے راجہ
جب سے پریتم سنگ پریت لگائی
بیری ہوا سب جگت لوکائی[1]
بگڑ گیا ہے لوک سماجا[2]
گھر آ جا میرے من کے راجہ
پربھو چرنن پہ تن من واروں
شام سویرے تیرا نام پکاروں
ورہ[3] انکر پھر ہو گئے تا جا
گھر آ جا میرے من کے راجہ
جیسا سکھ پربھو چرنن میں پایا
ویسا سکھ ویکنٹھ[4] نہ پایا
یہی دنیا ہے راج سماجا
گھر آ جا میرے من کے راجہ

[1] زمانہ۔ [2] معاشرہ۔ [3] جدائی کے کانٹے۔ [4] سورگ

یاد تیری جس کھن[1] مجھے آئے
دکھیا من کو اور رلائے
مرے مَن کا دیپ جگا جا
گھر آجا میرے من کے راجہ
پر پُھلِّت[2] ہے کیوں مَن میرا
کس پر کاشت کیا آنگن میرا
من مندر میں کون دِراجا[3]
گھر آجا میرے من کے راجہ
آؤ سکھی سب مل کر گائیں
من موہن کو گھر میں لائیں
بن پریتم سب شوک[4] سماجا
گھر آجا میرے من کے راجہ

﴿ع۔و۔ودیارتھی﴾

۱ لمحہ۔ ۲ شگفتہ۔ ۳ چمکا۔ ۴ دکھی معاشرہ

دل پہ جو آج گزرتی ہے سنائیں کیسے
عید آئی ہے مگر عید منائیں کیسے؟

ان کے لوٹ آنے کی مانگیں نہ دعائیں کیسے؟
ان کی فرقت میں یوں آنسو نہ بہائیں کیسے؟

نقش ہے جس پہ تیرے حسن کی اک ایک ادا
ہم تیری یاد کو اس دل سے مٹائیں کیسے؟

صحن گلشن میں خزاؤں کی حکمرانی ہے
جشن تاباں کی مگر خوشیاں منائیں کیسے؟

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

سورج چاند زمین ستارے سب ان سے مانوس ہوئے
ان کا دکھ بھی سب نے دیکھا اپنا دکھ بھی سہتے ہیں
ان کے پریم میں میرے تن من خاک ہوئے کہ پاک ہوئے
میری رُوح بھی پردیسی ہے وہ پردیس میں رہتے ہیں

﴿غالب احمد﴾

حسن و وفا و پیار ہے جو اُس نگار میں
ہرگز نہیں ہے اور کسی گلعذار میں

عشاق کے جنوں میں گریباں ہے تار تار
عقل و خرد کا دخل نہیں رسم پیار میں

واعظ کو میرے جذبۂ الفت کی کیا خبر
ترک خیال یار نہیں اختیار میں

کب آئے گا قرار دلِ بے قرار کو
آنکھیں ہیں فرش راہ تیرے انتظار میں

کیسے تیرے فراق میں گزرے گی زندگی
کب تک رہوں گا جانِ جہاں حال زار میں

ہر بزم بے چراغ ہے بے کیف انجمن
تیرے بغیر لُطف کیا ہے اس دیار میں

جورو ستم کا گرم ہے بازار تا ہنوز
ہر سُو لگی ہے آگ سی قرب و جوار میں

ہوگی نمودِ فجر شب تار میں کبھی
موسم خزاں کا بدلے گا فصل بہار میں

لائے گا رنگ خونِ شہیدانِ باوفا
جو کر رہے ہیں جان فدا کوئے یار میں
دردِ فراقِ گل کی دوا دیجئے مجھے
میں بھی ہوں اک ''ہزار'' ہزاروں ہزار میں
مجھ کو فقط ہے آپ کے عرفان کی طلب
اَرماں نہیں کچھ اور دلِ خاکسار میں
ایام غم میں ''یاس'' مداوائے غم نہیں
تسکینِ قلب شاد ملے یادِ یار میں

﴿محمد ابراہیم شاد﴾

حصول قرب کی عرفان کی تمنا ہے
غم فراق کے ہاتھوں ہیں ہم ستائے ہوئے
جہاں جہاں بھی گئے ہم ہمارے ساتھ رہے
تمہاری یاد کے سائے دلوں پہ چھائے ہوئے
وفا کے عہد کو ہم عمر بھر نبھائیں گے
چلیں گے راہ وفا پر قدم بڑھائے ہوئے

﴿محمد ابراہیم شاد﴾

اب اسی دھن میں بھرے شہر کو جینا ہوگا
تجھ سے ملنے کا بھی کوئی تو قرینہ ہوگا

اشک در اشک تجھے ڈھونڈنے نکلیں گے لوگ
وصل کے شہر میں فرقت کا مہینہ ہوگا

ہجر کی رات ہے رو رو کے گزاریں گے اسے
ہر گلی کوچے میں اجلاس شبینہ ہوگا

﴿چوہدری محمد علی﴾

جیسے تڑپ رہا ہو کوئی طفل شیر خوار
ربوہ رہا ہے ایسے مچل آپ کے لئے

﴿سلیمان میر﴾

میرا گھر بھی تیرا گھر تھا
تو اندر تھا تو باہر تھا

تیرے پیار کا جو منظر تھا
وہ الفاظ سے بالا تر تھا

پلکوں پہ جو نورِ سحر تھا
اس سے اندھیروں کو ڈر تھا

مجھ کو تھا کچھ فکر نہ فاقہ
میرا سر تھا تیرا دَر تھا

تو مرکز تھا میری جاں کا
میری ذات کا تو محور تھا

میں اک بھوکا پیاسا راہی
تو میرا حوضِ کوثر تھا

تیری یاد میں بہنے والا
ہر آنسو گھر کا زیور تھا

تو محرم تھا میرے گھر کا
تو اس عہد کا دیدہ ور تھا
کوتاہ قامت تھا ہر کوئی
تو ہی تھا جو قد آور تھا

سب نے آنسو روک لئے تھے
بستی کو بارش کا ڈر تھا

اپنوں پر موقوف نہیں ہے
وہ غیروں کا بھی دِلبر تھا

تیرا ہر دعویٰ تھا سچا
تو سچائی کا پیکر تھا

تو نے سب سے پیار کیا تھا
یہ الزام بھی تیرے سر تھا

سینہ لہولہان تھا تیرا
چہرہ بھی اشکوں سے تر تھا

حشر کا دن تھا گھر کے اندر
باہر بھی روزِ محشر تھا

خلقت ملنے کو آئی تھی
تو تھا کہ سرگرم سفر تھا

باہر سورج ڈوب رہا تھا
اندر برفانی بستر تھا

تو نے پیار کیا تھا جس سے
آقا! وہ تیرا مضطر تھا

چوہدری محمد علی

کچھ دیر کو تو روشن یہ بزمِ طرب ہوگی
دل میں نے جلایا ہے آمد تری کب ہوگی

کچھ نذر گزاریں گے کچھ تجھ سے بھی مانگیں گے
کچھ جذبۂ دل ہوگا، کچھ دل کی طلب ہوگی

کچھ دل میں گھٹن سی ہے کچھ اشک ہیں آنکھوں میں
کب برسے گا یہ بادل برسات یہ کب ہوگی

آنا ہے تو اب آجا آنکھوں میں ابھی دَم ہے
پھر آنے سے کیا ہوگا جب جان بہ لب ہوگی؟

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

جیتی ہوں جانے کس طرح؟ کس اعتبار میں
اس روگ کا علاج نہیں اختیار میں

تو شام تک تو ساتھ تھا بس اتنا یاد ہے
پھر رات پڑ گئی تھی ترے اس دیار میں

سورج بھی روز ڈھونڈتا ہے تجھ کو آج کل
اور چاند جاگتا ہے تیرے انتظار میں

اب تیرے ساتھ نامہ و پیغام بھی نہیں
اک ملگجی سی شام ہے جشن بہار میں

زنجیر ہر قدم پہ ہے ہر سوچ میں گھٹن
گردن تلک پھنسی ہوں غمِ روزگار میں

کچھ اس طرح سے تو نے پکارا ہے مجھ کو آج
ردّ و قبول دونوں نہیں اختیار میں

پردیس جا کے تجھ سے ملوں غیر کی طرح
اتنی سکت نہیں ہے دلِ بے قرار میں

دو چار دن کی بات نہیں اب تو یوں لگے
اک عمر کاٹنی ہے ترے انتظار میں

میں معترف ہوں آج کہ اک بات کہہ سکوں
اک پیار کی کرن ہے دلِ داغدار میں

کھل کے برس نہ پائی کبھی بھی گھٹائے دل
موتی چھپا لئے نگہہ آب دار نے

تو بھی چلا گیا ہے چلے جا رہے ہیں لوگ
عظمت پڑی ہوئی ہے مگر کوئے یار میں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

افسردہ ہے چمن چمن والے اُداس ہیں
آواز دو چمن کی بہارو! کہاں ہو تم

تاریک شب ہے راستہ آتا نہیں نظر
اے شام زندگی کے ستارو! کہاں ہو تم

کشتی گھری ہے موجۂ طوفاں میں آن کر
حدّ نظر میں آؤ کنارو! کہاں ہو تم

عبدالمنان ناہید

جب وہ آئے گا تو گلشن میں بہار آئے گی
مسکرائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

پھر اسی شاخ نشیمن پہ بصد عز و وقار
چہچہائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

پھر مرے صحن گلستاں میں وہی سرو بلند
لہلہائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

مسکراتی ہوئی آنکھوں سے دلوں کے فانوس
جگمگائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

کھلکھلاتے ہوئے ہونٹوں سے دلوں کے غنچے
کھلکھلائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

غم نہ کر حالتِ گلشن پہ کہ وہ جانِ بہار
لوٹ آئے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

ان لبوں پر ہے سبھی رنگِ چمن رنگِ بہار
لب ہلائے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

ایک حالت پہ زمانہ نہیں رہتا اکبؔر
وقت آئے گا تو گلشن میں بہار آئے گی

اکبر حمیدی

میرے مولیٰ تری خدائی میں
صبر کے امتحان کتنے ہیں؟

ظلم کے دوش پر ابھی باقی
تیر کتنے؟ کمان کتنے ہیں؟

سہمے سہمے اداس ہجر کے دن
مالک دو جہان کتنے ہیں؟

دست قدرت سے ڈھیل پائی ہے
زعم کتنے گمان کتنے ہیں؟

سارے ہمدرد حق ہیں مہر بہ لب
دشمنوں کے بیان کتنے ہیں؟

نوجواں نسل مجھ سے پوچھتی ہے
ضبط کے امتحان کتنے ہیں؟

امۃ الباری ناصر

آ اور مرے دل میں بہاروں کو کھلا دے
اے نزدِ رگِ جاں تنِ مردہ کوجلا دے

جس طرح بلایا تھا انہوں نے مجھے لندن
یا رب انہیں اس شہر غریباں میں بلا دے

دنیا کے کناروں پہ صدا گونج اٹھی ہے
سن پائے زمانہ یہ زمانے کو دعا دے

لایا ہوں خبر میں تو نسیم ان کی گلی سے
ڈر ہے کوئی چپکے سے ہوائی نہ اڑا دے

﴿نسیم سیفی﴾

یار سے ملنے کی گر آگ ہے دل میں موجود
کیوں نہ پھر تیری ملاقات کا ساماں ہوگا
اپنے محبوب کی یادوں میں حزیں ہے مومن
میرا دل بھی کبھی شاداں و فرحاں ہوگا

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

دیس میں پردیس کی باتوں سے بہلاتا ہے دل
شاید اپنوں کے لگائے زخم سہلاتا ہے دل

ان کے آنے کے تصور میں گزر جاتا ہے دن
رات کو خوابوں میں جاکر ان سے مل آتا ہے دل

شبنمی لمسِ سحر دیتا ہے مجھ کو حوصلہ
ڈوبنے لگتا ہے دن تو ڈوب سا جاتا ہے دل

نامہ و پیغام سے بھی تو بہل جاتے ہیں لوگ
نامہ و پیغام پاکر اور تڑپاتا ہے دل

میں نسیم اک بار ان سے مل تو آیا ہوں مگر
"بار بار ان سے ملو" یہ بات سمجھاتا ہے دل

﴿نسیم سیفی﴾

رنج فراق و شدت احساس بے کسی
شاید یہی ہیں میکدۂ آسماں کے جام
کیا ہو سکیں گے دیدہ و دل کامیاب شوق
یا عمر بھر پئیں گے یونہی امتحان کے جام

﴿نسیم سیفی﴾

مجھے یاد آئی پل پل تیری چاہ میٹھی میٹھی
وہ مدھر مدھر سا لہجہ وہ نگاہ میٹھی میٹھی

تیرا ہاتھ جب سے تھاما رہ زندگی پہ میں نے
سبھی تلخیاں لگی ہیں سر راہ میٹھی میٹھی

ہوا میں جو مر کے زندہ تو ہوا تیری دعا سے
دمِ زیست بن کے ابھری تیری آہ میٹھی میٹھی

تیرے حسن نے چلائی نئی رسم دلربائی
میرے عشق نے تراشی نئی راہ میٹھی میٹھی

سپر امان تو ہے تیری چھاؤں چار سو ہے
تو بہار رنگ و بو ہے تو پناہ میٹھی میٹھی

﴿ڈاکٹر سید نصرت پاشا﴾

نہ چمن میں کوئی بہار ہے نہ ہی دل کو میرے قرار ہے
تو گیا ہے جب سے دیار سے نہ وقار ہے نہ نکھار ہے

تو بہار بن کے ہے چھا گیا تو ہے دھڑکنوں میں سما گیا
تو ضرور آئے گا لوٹ کے دل ناتواں کی پکار ہے

کریں ذکر کیا شب غم کا ہم، شب غم بھی اتنی طویل ہے
تیرے ساتھ تھیں یہاں رونقیں تیرے بعد سُونا دیار ہے

میرے رنگ و بو میں سما گیا تو بہار بن کے ہے چھا گیا
تو عزیز ہے مجھے جان سے میری جان تجھ پہ نثار ہے

تیرے بعد ہم پہ گزر گئیں یہ قیامتیں اور یہ وحشتیں
ہوئے جبر بھی رہے صبر سے تیری عاشقی میں قرار ہے

کسے ہم سنائیں یہ داستاں یوں جہاں کے جبر و فتور کی
نہ ہے لفظ میں کوئی حوصلہ نہ قلم میں کوئی پکار ہے

تو ہے ہم نوا تو ہے راہ نما، تو ہے باخبر تو ہے با وفا
تجھے چاہتے ہیں کروڑہا، تیرا انجمن میں وقار ہے

تو ہے پاسباں تو ہے مہرباں تو صداقتوں کا ہے ترجماں
تیرا حسن ہے حسنِ جاوداں، تیرا حسن وجہ قرار ہے

﴿شفیق احمد مہرباں﴾

دھوپ پلکوں سے چھانٹ دی ہم نے
چھاؤں لوگوں میں بانٹ دی ہم نے
رات آنکھوں میں کاٹ دی ہم نے
صبح آئی تو ڈانٹ دی ہم نے

تیری تصویر ہم سے کہتی ہے
تیری تحریر ہم سے کہتی ہے
تیری تقریر ہم سے کہتی ہے
تیری تدبیر ہم سے کہتی ہے

"درد کی رات بیت جائے گی
زندگی سکھ کے گیت گائے گی
ہم کو اپنوں کے پاس پائے گی
وہ گھڑی جلد لوٹ آئے گی"

ہم تجھے رات دن پکاریں گے
درد ہنستے ہوئے سہاریں گے
کاکلِ زیست پھر سنواریں گے
نقد جاں نذر بھی گزاریں گے

تھک ہی جائیں نہ تیرے دیوانے
اونگھ جائیں نہ تیرے فرزانے
بند کب تک رہیں گے مئے خانے
دل میں خدشے ہیں کیسے انجانے

جانتے ہیں تو لوٹ آئیگا
مانتے ہیں تو لوٹ آئیگا
لوٹ کر پھر کبھی نہ جائیگا
تب تلک کس کو زندہ پائیگا؟

گردشِ ماہ و سال پوچھیں گی
گزرے وقتوں کا حال پوچھیں گی
تجھ سے نظریں سوال پوچھیں گی
تجھ سے قبریں سوال پوچھیں گی

اعتبار اور اب نہیں ہوگا
انتظار اور اب نہیں ہوگا
دل گداز اور اب نہیں ہوگا
بے قرار اور اب نہیں ہوگا

جو نہ کرنا ہو کر نہ جائیں ہم
تہمتیں خود پہ دھر نہ جائیں ہم
لوٹ آؤ کہ ڈر نہ جائیں ہم
زندگی میں ہی مر نہ جائیں ہم

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

آیا میرا مسافر
اپنے جِلَو میں لے کر
مہر و سخا کے تحفے
صبر و وفا کے نسخے
اک آفتاب تاباں
جس نے کیئے فروزاں
تاریک و تار گوشے
دشوار کار رستے
رہبر مرا جہاں کو
رستہ دکھا رہا ہے

غوّاص بحر معنی
لایا زباں سے اپنی
انمول موتیوں کو
تہ سے سمندروں کی
پھیلاؤ جھولیوں کو
میرا سخی خزانے
بھر بھر لٹا رہا ہے

آیا مرا مسافر
ہاتھوں میں اپنے لے کے
بیمار مغربی کے
دل کی شفا کے نسخے
تریاق زہر دنیا
شب کی دعا کے تحفے
جس صدق کا یقیں ہے
جس نور کا امیں ہے
اس کی تجلیوں سے
دنیا کا ہر کنارہ
اب جگمگا رہا ہے

آنکھیں نہ اپنی موندو
پردے اٹھاؤ دل کے
جو نور آرہا ہے
اس سے وجود بھر لو
یوسف کی میرے خوشبو
رگ رگ میں یوں رچا لو
ہوجائے جاں معطر
ہر آنکھ ہو منور

کاندھوں کا بار دیکھو
رُخ کا نکھار دیکھو
دنیا نثار دیکھو
بھرتی ہیں کب نگاہیں
کیا بار بار دیکھو
آمد سے اس کی میرے
گھر کی بہار دیکھو
حُبِّ خدا کے پیاسو
لے کے شراب عرفاں
خود میکدے کی جانب
ساقی بلا رہا ہے

کیا جلاوطن ہے
ڈنکا دمن دمن ہے
چرچا چمن چمن ہے
اس طائر امن کا
سارا جہاں وطن ہے
لے کر لوائے احمدؐ
جس سمت جا رہا ہے
آنکھوں میں بس رہا ہے
دل میں سما رہا ہے

وہ برق گام میرا
وہ خوش خرام میرا
جس سرزمین کو جائے
جس راستے سے آئے
رحمت کی اس پہ بارش
فضل و کرم کے سائے
پہنچیں مری دعائیں
میرا سلام جائے
ہر راہ کی طوالت
تسخیر خاک پا ہو
حافظ ترا خدا ہو
ناصر ترا خدا ہو

راشدہ اشرف سیال

ہم آ بھی بسے ہیں اپنے خوابوں کی سرمد تعبیروں میں
آپ اب تک فانی دنیا میں سپنوں سے دل بہلائے ہیں
ہم سرافراز ہوئے رخصت ہے آپ سے بھی امید بہت
یہ یاد رہے کس باپ کے بیٹے ہیں کس ماں کے جائے ہیں

انتخاب کلامِ طاہر

''ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہونگی دید کے ترسوں کی''
اے دل تو عجب سودائی ہے کبھی ترسے تھا پیار کی بتیا کو
آیا ہے سندیسہ ملن رت کا تو چھم چھم جل برسائے ہے
ان تپتے جھلستے کھیتوں میں جب پیار کی سرسوں پھولے گی
جب دل کی کھیتیاں سینچیں گی وہ سمے بھی جلد ہی آئے گا
وہ پلکیں موندے سامنے ہوں اور اک ٹک دیکھے جاؤں میں
ان دید کے ترسے نینوں کو کچھ اور نہ اب تو بھائے ہے
یہ عشق و وفا کوئی روگ نہیں مرہم ہے ہجر کے ماروں کا
کب ہم میں طاقت جینے کی اک یہی تو آس بندھائے ہے
وہ آن ملیں گے پگلے بس اک دیر ہے کل یا پرسوں کی
اے دل تو کچھ پل شانت بھی ہو کیوں بے کل ہو ہو جائے ہے
رت بدلے گی پھر خوب بدروا پیار کی چھم چھم برسے گی
اے من پنچھی تو تڑپ تڑپ کر اتنا کیوں کرلائے ہے
خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اس نے سندیسہ آنے کا
اے روٹھے منوا مان بھی جا کیوں گھائل ہو ہو جائے ہے

آسیہ عارف

میرے کول زاد راہ نہیں کیویں آواں دس دے
کول ہوندا زاد راہ تے ہوندی نہ بے بس وے

تاہنگاں نے ڈاہڈیاں تے واٹاں نے دور دیاں
دل چاہندا چھیتی ہون زیارتاں حضور دیاں

پیارے آقا ہن تے توں موڑ لے مہار وے
مڑ کے توں پچھے ہن ساڈی وی لے سار وے

ساڈے تے خیالاں وچ ای حضور پے آندے نے
قسمتاں والے اونہاں کول پے جاندے نے

﴿حلیمہ لطیف﴾

اپنوں کا بھرم رکھنے لوٹ آئیں مرے آقا
اپنوں کا بھرم رکھنے لوٹ آئیں مرے آقا

﴿ڈاکٹر عارف آصف﴾

آجا میرے آقا ہن وطن نوں آجا
اک واری آکے سانوں مکھ توں ویکھا جا

ہر ویلے تیریاں راہواں وچ بیناں
ایہو گل مولا نوں میں ہر روز کہنیاں

لنڈن بڑی دور اے تے پینڈا وی دور دا
کینج ویکھاں جا کے میں مکھڑا حضور دا

مغرب والے بھائیو تسی سنو میری گل اے
بھیج دیو آقا ساڈا ہن ساڈے ول اے

کئی سال گزر گئے تہاڈے وچ رہندیاں
اسی وی تے تھک گئے ان راواں وچ بیندیاں

رہن تے نہیں دینا آقا اسی لالو پاویں زور اے
سانوں ایتھے آقا دی ڈاڈی پیندی لوڑ اے

جد آوے آقا اسیں سیج وچھاواں گے
نالے اسیں کراں وچ دیوے وی جلاواں گے

جھنڈیاں دے نال اسیں ربوہ سجاواں گے
فیر اسیں رل کے تے جشن مناواں گے

انیسہ دی تے رات دن ایہو ای پکار اے
پیارے آقا وطناں نوں موڑ مہار اے

﴿انیسہ﴾

سو بار کی سنی بھی ہمیں ان سنی لگے
ہونٹوں سے تیرے نکلی ہمیں راگنی لگے

تالیف قلب کی سی کوئی واردات ہے
اب دل کے آس پاس بہت روشنی لگے

تیرہ شبی میں تیرے تصوّر کی اک جھلک
چہرہ کے آس پاس کھلی چاندنی لگے

جن راستوں سے روز گزرتے رہے تھے ہم
وہ راستے بھی ہم کو بہت اجنبی لگے

اب شور و غل کی بات سمجھتی نہیں ہوں میں
کچھ بات کہتی مجھ کو سدا خامشی لگے

اک عرصۂ دراز سے تو کتنی دور ہے
اس کا سبب مجھے مری کم مائیگی لگے

ہمسائیگی میں آکے بھی گھر پر نہ آوگے
دیوار و در کو بات یہ شاید بری لگے

دل کی لگی یہ پوچھے ہے کب تک ملیں گے ہم؟
ہر بات دل کو اس کے سوا دل لگی لگے

سب کچھ لٹا کے سوچ رہی ہوں میں کیوں بھلا؟
عظمتؔ کا پیار لوگوں کو اک برہمی لگے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

یوں ملے ہیں تو سرِ رَہ بھی نظارے ہونگے
وہ ہمارے تھے، ہمارے ہیں، ہمارے ہونگے

برق کے دوش شب ہجر وہ آپہنچے ہیں
دیکھنا چپکے سے اب اور اشارے ہونگے

چند ساعت ہی سہی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی
رو برو بھی کسی دن راج دلارے ہوں گے

رات کے پچھلے پہر چاند سے باتیں ہونگی
ایک وہ، ایک میں، اور ستارے ہونگے

کیسا دن ہوگا کہ وہ آن ملیں گے ہم سے
اب بھی ہیں خیر، مگر پھر وہ ہمارے ہوں گے

جی نہیں ٹکتا ذرا، اب تو وہ بس آ ہی جائیں
ہم سے دنیا میں نہیں ہجر کے مارے ہونگے

یوں بھی پیار آتا ہے ہر بات پہ ان کی طاؔہر
پاس ہونگے تو ہمیں اور بھی پیارے ہونگے

﴿طاہر عارف﴾

ہم نے اپنے دل کے خوں سے دیپ جلایا ساری رات
تارے گن گن رات کٹی، پر وہ نہ آیا ساری رات

ہجر کا لمحہ لمحہ ہم پر صدیاں بن کر گزرا ہے
تڑپ تڑپ کر دن کاٹا، اور چین نہ پایا ساری رات

یادوں کی گھنگھور گھٹائیں اُمڈ اُمڈ کر برسی ہیں
پیاسی روح تو پیاسی ہے گو مینہ برسایا ساری رات

صبحدم آنے کا کہہ کر وہ نہ لوٹے شام تلک
ان کے آنے کی آشا سے دل بہلایا ساری رات

پی درشن کی پیاسی اکھین ایک اُمڈتا ساگر ہیں
اک اک بوند کو ترسے ہیں گو نیر بہایا ساری رات

خون کی اک اک بوند میں پنہاں درد کی ایک کہانی ہے
لیکن کچھ نہ کہہ پائے ہم دل پگھلایا ساری رات

ساقی نے عرفان کی مے کے خم کے خم لنڈھائے ہیں
ہم قسمت ماروں کے ہاتھوں جام نہ آیا ساری رات

رت کے آنے جانے سے کب جیون بدلا کرتے ہیں
آنگن میں تو پھول کھلے پر دل مرجھایا ساری رات

ان کی محفل میں جانے کو دل دیوانہ مچلے ہے
دل کے اس دیوانے پن نے بہت رلایا ساری رات

ان کی میٹھی باتوں اور نغموں کا کیا کہنا ناہیدؔ
میں نے اپنے کانوں میں یہ رس ٹپکایا ساری رات

﴿این ناہید ساہی﴾

تیرا عکس رہے میری جھیلوں میں
ہر شکل ہو خواب بدر سائیں
تیرے نقش پا کو ترس گئیں
میری سونی راہگزر سائیں
گھر سائیں سائیں کرتا ہے
اب لوٹ کے آجا گھر سائیں

﴿اکرم محمود﴾

سجنو! مڑ وطناں نوں آوٗ گل نئیں بن دی
آوٗ سانوں گل نال لاوٗ گل نئیں بن دی

تُسیں جدوں دے او پرتا کے پاسے آئے
تُہاڈے بعد نہ بُلھیاں اُتے ہاسے آئے
فیر آکے ہاسے ورتاوٗ! گل نئیں بن دی
سجنو! مڑ وطناں نوں آوٗ گل نئیں بن دی

نہ کوئی سجّن نہ کوئی مِتر نہ ہمسایہ
اپنا دشمن ہویا اج کل اپنا سایہ
آکے ساڈے درد ونڈاوٗ! گل نئیں بن دی
سجنو! مڑ وطناں نوں آوٗ گل نئیں بن دی

ساڈے سر تے شفقت دا کوئی ہتھ نئیں رکھدا
ہر کوئی آوندا جاندا گُھوری پاکے تکدا
ایہہ بلدی ہوئی اگ بجھاوٗ! گل نئیں بن دی
سجنو! مڑ وطناں نوں آوٗ گل نئیں بن دی

علم ہنر جے سکھنا چاہیے سکھ نئیں سکدے
جو بیتی اوہ لکھنا چاہیے لکھ نئیں سکدے
کیہ کریئے سانوں سمجھاوٗ گل نئیں بن دی
سجنو! مڑ وطناں نوں آوٗ گل نئیں بن دی
آوٗ سانوں گل نال لاوٗ گل نئیں بن دی

﴿عبدالکریم قدسی﴾

تجھ سے بچھڑے برسوں بیتے آس ملن کی لگائے
میرا رب ہے قدرت والا بچھڑے میت ملائے

پریت کی ریت ہے سب سے نرالی راہ کٹھن ہے اس کی
تن من دھن کی بازی لگائے تب اس یار کو پائے

میں دیوانی راہ انجانی آگے بڑھتی جاؤں
پیچھے مڑ کر دیکھنے والا پتھر کا ہو جائے

بیچ سمندر نیا اپنی بھاری بوجھ لدا ہے
حرص و ہوا کا بوجھ اتاروں نیا ڈوب نہ جائے

میرا پریتم ایسا نہیں جو پردے میں چُھپ بیٹھے
میں جو اس کو پیار سے دیکھوں وہ باہیں پھیلائے

سچ کی خاطر سب دکھ جھیلے پاؤں پڑی زنجیریں
سچ کی راہ کبھی نہ چھوڑوں چاہے سَر کٹ جائے

سچے عشق کو آگ بھی ٹھنڈی کیسی سوچ بچار
نعرہ اک مستانہ لگا کر سُولی پر چڑھ جائے

اُسکی اونچی شان ہے پیارے کوئی نہ اس کو پائے
آدم خاکی خاک میں مل کر اس کی قربت پائے

اس کے در کی منگتی بن کر کیوں نہ بیٹھ رہوں میں
مینہ برسائے رحمت کا برہا کی آگ بجھائے

دکھ کی راتیں جاگ گزاریں دن پھر آس کا نکلا
اک پردیس کو جانے والا جانے کب آجائے

﴿بشریٰ جمیل احمد﴾

ساغر گردش چھلک رہا ہے صبر کی سِل پر برسوں سے
دن میں رہی جو دھوپ کڑی تو رات بھی ہے کجلائی بہت

چپکے سے آنکھوں میں فروکش آکر وہ مہمان ہوا
روزنِ قلب و ذہن سے اُجلی یاد اس کی در آئی بہت

لگتا ہے فرقت میں ساجن کتنی صدیاں بیت گئیں
آجا پیارے اب تو آجا ڈستی ہے تنہائی بہت

﴿مرزا محمد الدین نازؔ﴾

دور بہت بیٹھا ہوں میں اور تو آتا ہے یاد
میٹھا رس ہیں بول ترے، اور بول مرے فریاد

آنگن آنگن بادل برسا، برسا چھاجوں چھاج
بوندا باندی نے میرے گھر کی بھی رکھ لی لاج

سپنوں کو اپنا کر میں نے جیون تان اڑائی
پلکوں کی چھاؤں نے دے دی نندیا کی گہرائی

تو نے اپنے دیس میں جاکر سب کی، کی پہچان
اپنے اور پرائے تجھ پر اب کرتے ہیں مان

میلی آنکھ سے دیکھنے والے اب کرتے ہیں پیار
تیرے حسنِ خُلق سے چمکی ہیں ساری اقدار

سب کہتے ہیں اب تو آجا اور یہیں پر رہ جا
جاتے جاتے واپس آنے کی اک بات تو کہہ جا

تیرے آجانے سے اپنا روپ نکھرتا جائے
سمٹی سمٹی خوشبوؤں کا جال بکھرتا جائے

جن آنکھوں میں پیار بھرا ہے انکی رکھ لے لاج
جیتے جاگتے روح کے جذبے، یہ ہیں کل اور آج

لہروں کے کاندھوں نے مجھ کو دریا پار اتارا
اب پانی سے پوچھ رہا ہوں میں جیتا یا ہارا

میں نے اپنی بات کہی اور دل کا درد بتایا
کون نسیم مجھے سمجھائے کیا کھویا کیا پایا

﴿نسیم سیفی﴾

دیار غیر تو بے شک کوئی نہیں لیکن
ہماری آنکھ سے اوجھل وطن سے دور ہیں آپ
مسرتوں سے ملی ہیں ہمارے غم کی حدیں
میانِ تیرگیِ غرب وجہِ نور ہیں آپ
دکھایا آپ نے ان کو نشان منزل دوست
فسردہ قلب و نظر کے لئے سرور ہیں آپ
نسیم ان سے کہو تو بس اتنی بات کہو
ہمارے دل سے قریب اور نظر سے دور ہیں آپ

﴿نسیم سیفی﴾

دن گزرتا جاتا ہے معمول کے کاموں میں مگر
رات بھر آنکھوں سے ساون کی جھڑی رہتی ہے

جسم جلنے لگے موسم کا ستم ٹوٹا ہے
سایۂ ابر نہیں دھوپ بڑی رہتی ہے

بے بسی دیکھو کہ کیسٹ سے انہیں سنتے ہیں
سامنے میز پہ تصویر پڑی رہتی ہے

خط کی تحریر پہ گر جاتے ہیں آنسو اکثر
گھاس کے فرش پہ شبنم سی پڑی رہتی ہے

﴿امۃ الباری ناصر﴾

تیرے کُن کہنے سے کیا کچھ نہیں ہو سکتا خدا
اذن کن فرما کہ تا ہوں دور سارے ابتلا
مدتوں سے تیرے کچھ قیدی ہیں ظلموں کا شکار
اپنی رحمت سے انہیں تو جلد تر کردے رہا
اپنی بستی چھوڑ کر مدت سے اک پیارا تیرا
بیٹھا ہے پردیس میں وہ اپنے پیاروں سے جدا
تو کرم فرما میرے آقا میرے قادر خدا
دور کر مجبوریاں سب اے میرے مشکل کشا
ہو گئی ہیں انتظار وصل کی گھڑیاں طویل
صبر کی بھی اب تو مولیٰ ہو چکی ہے انتہا
پھر وہی جلوے دکھا دے جو دکھائے تھے کبھی
اہل ربوہ کو وہی جلوے دکھا صبح و مسا
تیرا پیارا آئے پوری شان سے ربوہ میں پھر
گونج جائے نعرۂ تکبیر سے ارض و سما
درد دل سے اٹھ رہی ہیں التجائیں اے خدا
تو دلِ مومنؔ کی سن لے آج ہر اک التجا

﴿عبدالمومن﴾

ہم صبح و مسا دن رات چلیں گے
لیکن ان کے ساتھ چلیں گے

وقت ہے کم پرواہ نہیں ہے
نصرت حق ہے ساتھ چلیں گے

ساری دنیا راہیں روکے!!!
جیسے ہوں حالات چلیں گے

روکے گی نہ راہ ہماری
آندھی یا برسات، چلیں گے

حکم آقا سر آنکھوں پر
رد نہ ہوگی بات چلیں گے

تنہا تو ہم چل نہیں سکتے
تھام کے ان کا ہاتھ چلیں گے

﴿سیدہ ساجدہ تبسم بخاری﴾

ہر ایک سانس کسی آس کا بہانہ لگے
فراق یار میں جینا منافقانہ لگے

﴿مظفر منصور﴾

فرشتے خود محافظ ہوں تمہارے اے میرے آقا
تڑپ کر دل تجھے ہر دم پکارے اے میرے آقا

میں سجدے میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں رو رو کر
کہ لمبی عمر تجھ کو وہ خدا دے اے میرے آقا

تیری تصویر کو جب چومتا ہوں بے قراری میں
میری حالت پہ روتے ہیں ستارے اے میرے آقا

اسی امید پر اب تو تیرا ایوبؔ زندہ ہے
کہ دیکھے تیری آمد کے نظارے اے میرے آقا

﴿محمد ایوب﴾

اے مکین دل تجھے ہجر کا میں گلہ کروں، نہ خدا کرے
ترے سارے درد سمیٹ لوں میں خدا کرے، ہاں خدا کرے
تری چاہتیں، مری خواہشیں، تیری قربتیں میری منزلیں
مری جان جان عظیمؔ ہو تیرے پاؤں میں جو فنا کرے
وہی عمر عمر عزیز ہے جو ترے قدم کی کنیز ہے
وہی زندگی تو امر ہوئی جو ترے حضور وفا کرے

﴿ضیاء اللہ مبشر﴾

کل بھی پیاسا تھا یہ دل اور آج بھی تشنہ یہ من ہے
تیرے ہجر کی شدت میں جاں! بے جاں بے جاں یہ تن ہے

کتنی شامیں گزریں سارے پنچھی لوٹ کے آ گئے
تو بھی میرے دلبر آجا سونا سونا گلشن ہے

تیری دعائیں ہی تو میرے من کا سہارا ہیں آقا!
تیرے وصل کی آس پہ جانی گزرے میرا جیون ہے

پانی پی کر پیاسے کو تو آجاتا ہے چین۔ مگر
تشنہ آنکھوں کا دیدار سے بڑھتا شوق درشن ہے

ڈھونڈنے والے ہاتھوں میں قسمت کا حال یہ کیا جانیں
ہیچ لکیریں ہیں یہ ہاتھ کی تو ہی میرا بھگون ہے

تو راضی تو جگ راضی ہے تیری رضا ہی میرا جگ ہے
جگ میں جوت جگا دے پیارے سونا میرا جگون ہے

تیرے ہاتھ میں باگ تھما کر خود میں ''گھوڑا'' بن جاؤں
تیرے بوجھ بٹا لوں پیارے یہ ہی دل میں ''ارمن'' ہے

﴿ضیاء اللہ مبشر۔ ربوہ﴾

میں بھی گھائل ہوں تری پیاری نظر کے تیر سے
بے نیازی اپنی تھی فتراک کے نخچیر سے
مشکلیں آسان ہوں گی راہرو منزل تیری
اک تعلق چاہیے اس مالکِ تقدیر سے

ہائے لطفِ دست بوسی ہائے لطفِ بزمِ یار
لذتِ دیدار افضل لذتِ تقریر سے
سامنے کی میز پر میں نے سجا رکھی ہے جو
رات دن کرتا ہوں باتیں اس تری تصویر سے

دل اگر آباد ہے تو اک تمہاری یاد سے
عشق کی شمع ہے روشن حسن کی تنویر سے
دشمنِ اسلام ہو یا کوئی غدارِ وطن
بچ نہیں سکتا کبھی اللہ کی تعزیر سے

آنکھ پرنم، دل فسردہ اور نگاہ خاموش ہے
جانے کب آزاد ہوگا وقت کی زنجیر سے
ظلم و استبداد سے یا جبر کی شمشیر سے
شمع حق بجھنے نہ پائے گی کسی تدبیر سے

یہ حقیقت بھی رہے پیشِ نظر اے دوستو
دیں کی ہوگی آبیاری نالۂ شب گیر سے
ان کے خط میں کس نے لکھا ہے مجھ ایسے کو سلام
ہائے یہ شفقت مجھ ایسی خاک پر تقصیر سے
دیدہ و دل فرش راہ رہتا ہوں جن کے واسطے
کام کیوں وہ لے رہے ہیں اے خدا تاخیر سے
اپنے حالِ دل سے میں کچھ اس طرح بے حال ہوں
پوچھتا ہوں حالِ دل میں ہر دل دلگیر سے
کاش پہنچا دے کوئی احسن انہیں میرا پیام
دیر سے محروم ہوں پیارے تیری تحریر سے

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

مسکرا کر غم زدہ ماحول پر
وہ مسرت کا نشہ طاری کرے
روز دل چھیڑے ہے قصہ ہجر کا
میری پلکیں روز کیوں بھاری کرے

﴿عبدالکریم قدسی﴾

دل میں پھر کیفیت ایک تکرار کی
آج ہو جائے کچھ بات پھر پیار کی

مدتیں ہو گئیں ہم ملے ہی نہیں
موسمِ گل ہے اور گل کھلے ہی نہیں

اس کی آواز تو سن ہی لیتے ہیں ہم
اور سپنے بھی کچھ بن ہی لیتے ہیں ہم

اس طرح زندگی اب گزرتی نہیں
دل کی حالت سنبھالے سنبھلتی نہیں

ہر کوئی اس کے پاس آئے تو کس طرح؟
اپنی آواز پہنچائے تو کس طرح؟

اور اب صبر ہوتا نہیں اے خدا
اب تو لے آ اُسے اب یہیں اے خدا

اے خدا تو خدا ہے ہمارا خدا !!
مصطفیٰ ﷺ کا خدا پیارا پیارا خدا

آج سجدہ سے سر نہ اٹھائیں گے ہم
بات منوا کے اس در سے جائیں گے ہم

اس کے گھر جائیں اور پھر ملاقات ہو!
آمنے سامنے بیٹھ کر بات ہو!

اس کا گھر جس کو دیکھے بہت دن ہوئے
جس کے بن عید شبرات کے دن ہوئے

غیر ہنستے ہیں اس حالت زار پر
اور روتے ہیں ہم اپنے اس پیار پر

ہم کو رسوائی اور اب گوارا نہیں
اب ملے بن کوئی اور چارا نہیں

آسماں رو پڑے ایسی تقریر کر
فاصلوں کے سمٹنے کی تدبیر کر

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

گھبرا کے دردِ ہجر سے اے میہمانِ عشق
جس من میں آ کے اُترے ہو وہ مَن اُداس ہے

﴿انتخاب کلام طاہر﴾

کسی کی لگن دل میں رکھتا ہوں میں
اس کے تخیل میں رہتا ہوں میں

مجھے اُن کے لطف و کرم یاد ہیں
مرے دل کی دنیا میں آباد ہیں

بہت خوب ہیں عکس و آواز بھی
عیاں ہو رہے ہیں نئے راز بھی

مگر کیا کروں؟ دل نہیں مانتا
وہ ناداں یہ قصے نہیں جانتا

نہیں چین ملتا، اسے ایک پل!
صدا دے رہا ہے، تو لندن کو چل!

فقط عکس سے دل بہلتا نہیں
اُترتا ہے دل میں، ٹھہرتا نہیں

مری آرزو کو جو مل جائیں پر
تو لمحوں میں طے ہو یہ سارا سفر

خدایا! سدا وہ رہیں شاد کام
کبھی تو طلوع ہوگا "ماہ تمام"

صفوں کی صفیں منتظر ہیں کھڑی
خدایا! وہ آئے مبارک گھڑی

کہ مغرب سے "خورشید" بن کر چڑھے
ضیاء شش جہت میں بڑھے ہاں! بڑھے

ترے کام کا بول بالا رہے!
ہاں! وحدت کا تیری اجالا رہے!

﴿یعقوب امجد﴾

برملا نام اس کا ہم لیں گے
کون روکے گا عاشقوں کی زباں
ہم نہ ہوں گے تو ہوں گے اور بہت
وقت کے قافلے رہیں گے رواں
فرقتِ یار میں رہے طارقؔ
بن کے خوں اشک بھی سرِ مژگاں

﴿طارق محمود سدھو﴾

ان سے ملنا میرے احوال کی تقدیر تو تھی
اُس ملاقات میں کچھ اُن کی بھی تدبیر تو تھی

پھر کسی یاد کی آغوش میں دن ڈوب گیا
پھر کسی خواب نے دیکھی کوئی تصویر تو تھی

بجھ گیا دل کہ جو تھا شمعِ شبستانِ وفا
اس خرابی میں مگر اپنی بھی تقصیر تو تھی

ہم سفر! سست رہے دشت وفا میں ہم بھی
تیرے پاؤں میں بھی لیکن کوئی زنجیر تو تھی

اُس کی آواز تو صحراؤں میں گونج اُٹھی ہے
دُور اُس پار اُفق پر کوئی تحریر تو تھی

﴿غالب احمد﴾

پھر سرِ شام ترے پیار کی خوشبو آئے
شبِ مہتاب میں پھر یاد کے آہو آئے

میں ترے پاس تو ہوں آنکھ اٹھا کر دیکھو
وادئ خواب میں آواز یہ ہر سو آئے

کس طرح صبر کی تلقین کریں ہم دل کو
بات چھیڑی بھی نہ تھی، آنکھ میں آنسو آئے

ہو گئے درد تہہ زیست بچھڑ کر تجھ سے
زندگانی کے مگر اور بھی پہلو آئے

شب گزیدہ غمِ فرقت میں بھی ہے رنگِ وصال
تیرے جانے سے تری اور بھی خوشبو آئے

میری تقدیر میں تھا تجھ سے جدا ہو جانا
کیا یہ ممکن ہے مرے پاس کبھی تو آئے

غالب احمد

ملتا تو نہ تھا ہم ہی مگر ڈھونڈ کے لائے
وہ درد جو انسان کو دیوانہ بنائے
وہ نور کا پیکر تو کہیں اور ہی اترا۔
تم بیٹھے رہے اپنے در و بام سجائے
یہ اشک نہیں درد کی دنیا کے خدا ہیں
جو دل کی پناہوں سے مری آنکھ تک آئے
ٹوٹے نہیں وہ کانچ کے آنسو بھی ابھی تک
جو ہم نے ترے ہجر کے لمحوں میں بہائے
اس کو بھی چلو آنکھ کا دھوکا ہی سمجھ لیں
آتے ہیں نظر آج تو اپنے بھی پرائے
شائد کہ اسی شام کی جانب ہے اشارہ
کچھ یاد دلاتے ہیں یہ بڑھتے ہوئے سائے

﴿آصف محمود باسط﴾

اب کے برس برکھا نہیں برسی، برس رہے ہیں نین
جب سے تم پردیس سدھارے روتے ہیں دن رین
داغ جگر دہکے تو کیسی خوشبو آئی کلیوں میں
اب نہ کبھی تم آؤ گے کیا ساجن اپنی گلیوں میں؟
تم اپنی آواز کا جادو یوں لہروں پر پھینکو نہ!
ہم تو تم کو دیکھ رہے ہیں تم بھی آکر دیکھو نا!
مانا تم ملنے آؤ گے روز ہمارے گھر ساجن!
تم سے ملنے کیسے آئیں ہم تمہارے گھر ساجن!
کیسے بھولیں ہم وہ دن؟ جب ساتھ تمہارے رہتے تھے
دھیرج سے سنتے تھے باتیں جو تم ہم سے کہتے تھے
برساتوں میں نیر بہانا جیسے مور کی قسمت میں
ایک جدائی لکھی اب تک چاند چکور کی قسمت میں
جیون جیسے بور کے لڈو، کھا کر ہم مجبور ہوئے
آرزؤں کے سارے گھروندے ٹوٹ کے چکنا چور ہوئے
آنگن آنگن چاند اترا ہے آنگن آنگن اُجیارا
تڑپ کے دل رہ جائے ہے جب چاند کو دیکھے بیچارہ

ان رستوں پر کب آؤ گے نین جھروکے راہ تکیں
تم کہدو تو ان رستوں پر بیٹھے بیٹھے ہم نہ تھکیں!

ہم بے چارے ہجر کے مارے سینے پہ سِل رکھ لیں گے
ہنس ہنس کر ہر وار سہیں گے دنیا کا دل رکھ لیں گے

تم کو مبارکبادی کا پیغام بھی ساجن بھیجیں گے
ٹی وی کی کھڑکی سے تم جھانکا کرنا ہم دیکھیں گے

ہجر کے زخم پہ مرہم رکھ کر ہم زخموں کو سینکیں گے
آج منائیں گے خوشیاں اور غم کا لبادہ پھینکیں گے

پریم سندیسہ بھیجیں گے ہم آج تو چاند ستاروں کو
تیری اک مسکان بہت ہے ہم سے ہجر کے ماروں کو

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

کتنی بے تاب دعاؤں نے تجھے یاد کیا
کتنی مجبور نواؤں نے تجھے یاد کیا
پیکرِ گل میں نظر آئی جہاں تیری جھلک
وہیں رُک رُک کے ہواؤں نے تجھے یاد کیا

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

میں نے سوچا بہت ہے سوچا
رات فلک کو دیکھ کے سوچا
پیارے آقا کو!
تحفے میں کیا پیش کروں؟
کوئی گلاب کا پھول
موتیے کی کلیاں!
ستاروں کی ضیاء
چاند کا ہالہ
یا پھر کوئی موتی
ہر چیز ہے سوچی
پر یہ دل میرا نہ مانا
خیال مجھے اک گزرا ایسے
اندھیری رات میں چمکے جگنو جیسے
کیوں ایسا نہ ہو؟
چھوٹے چھوٹے ننھے منے ہاتھوں کو
سکھا دوں اٹھنا دعا کے لئے
جو مانگیں خدا سے
پیارے آقا تمہارے لئے

ہزار سوغاتیں
غلبۂ دین حق کے لئے
دکھی انسانیت کے لئے
عاقبت کے لئے
یہ میرا عاجزانہ تحفہ
میرے پیارے آقا آپ کے لئے
فقط آپ کے لئے

﴿شافیہ رفعت﴾

مجھے انتظار بہت رہا
وہ ابھی تلک تو نہ آسکا
میرے ذھن و دل میں بسا ہوا
مری چشم نم میں رچا ہوا
تری جب بھی میں نے سنی صدا
مرے لب پہ جاری رہی دعا
کبھی اس طرف تو نکل ہی آ
میرا صبر اور نہ آزما
تری دید کے لئے مضطرب
نہ ہے کچھ دلوں میں بجز تڑپ
مرے ٹوٹے دل کی سنی صدا
مرے جیتے جی یہاں بھی آجا
تو سدا امانِ خدا میں رہ
تو پناہِ ربِ جہاں میں رہ

﴿شیخ ضیاء الحق﴾

زندگی کا لطف کیا اے دلستاں تیرے بغیر
مضطرب دل کو قرار آئے کہاں تیرے بغیر
گلستاں سُونا پڑا ہے باغباں تیرے بغیر
ہیں عنادل مضمحل بے خانماں تیرے بغیر
خامشی طاری ہوئی ہر محفلِ عشاق پر
ساقیا ہیں تِشنہ لب ہم سب یہاں تیرے بغیر
ہو گئی مفقود رنگینی مناظر کی تمام
اور بے رونق ہے ربوہ کا سماں تیرے بغیر
دے خدا صحت تجھے تو آئے با نیلِ مرام
کارواں آئے نہ میرِ کارواں تیرے بغیر
جلد آئیں روز و شب تیری ملاقاتوں کے پھر
زندگی اپنی ہے گویا رائگاں تیرے بغیر
کفر کی یورش سے پھر تو نے بچایا دِین کو
کون ہے اسلام کا اب پہلواں تیرے بغیر
دیدہ و دل فرشِ راہ ہیں ہر گھڑی تیرے لئے
رہتے ہیں ہر وقت آقا! نیم جاں تیرے بغیر
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی دل ناشاد کو
چین ممکن ہی نہیں روح رواں تیرے بغیر

محمد ابراہیم شاد

''تیری ڈاچی دے گل وچ ٹلیاں''

میں ہاں کملی تے نالے میں اکلی ہاں
وچ تھلّاں گواچی ہوئی کھلی آں
انجے پیر مناون چلی آں
ناں ہے ڈولی تے ناں ہے کہار وے
ڈاچی والیا موڑ مہار وے

ساڈے دلاں تے پیرا تینڈا راج ہے
تینڈے پیراں دی خاک ساڈا تاج ہے
مینڈے دُکھاں دا چارا تینڈے باہج ہے؟
میں تاں ڈاہڈی بیمار تے لاچار وے
ڈاچی والیا موڑ مہار وے

ہتھ بندی آں بھائی جسوال دے
میکو ہور ناں آوے کائی گال وے
ڈاچی لے چل اج ساہی وال وے
بھانویں لنڈن ونجیں بھانویں ناروے
ڈاچی والیا موڑ مہار وے

پلا خالی تے حالوں ہاں بے حال وے
ڈاچی والیا لے چل نال وے

﴿میجر (ر) منظور احمد﴾

قرار کیسے دل زار دید سے پائے
کہ دیکھتے ہی اسے آنکھ اشک بھر لائے

یہ آفتاب سے سیکھا ہے حُسنِ کم آمیز
کہ جب شباب پہ آئے سمیٹ لے سائے

ہنسا رہا تھا ابھی وہ رُلا رہا ہے ابھی
اسے کہو کہ کسی ایک بات پر آئے

نہ شاخ سے اسے توڑو یہ پھول کا حق ہے
کہ جس زمین سے پھوٹے اسی پہ مرجھائے

بکھیرتا رہے خوشبو وہ چار سو لیکن
مرے گلاب سے کہنا چمن میں لوٹ آئے

بس ایک دِید کا منظر اگر ملے محمؔود
تو میری آنکھ کا کاسہ ابھی چھلک جائے

مبشر احمد محمود

کب مٹیں گی دوریاں پروردگار
کب کٹے گی یہ شب تاریک و تار
کب ملے گی تیری نصرت کس طرح
کب تلک ہم یوں کریں گے انتظار

بڑھ رہی ہیں اب مری مجبوریاں
آزمانا چھوڑ دے صبر و قرار
وہ جو اب تک لوٹ کر آئے نہیں
مارے مارے پھر رہے ہیں دلفگار

میرے مولا! التجا ہے فضل کر
جانتا ہے تو مرا سب حال زار
تو تو قادر ہے مٹا سب دوریاں
جلد لا وہ دن کہ دیکھیں ہم بہار

﴿محمد رفیق احمد﴾

یہ عجیب مرحلے ہیں، یہ عجیب امتحاں ہے
کبھی اضطرابِ دل ہے، کبھی ابتلائے جاں ہے

یہ دبی دبی سی آہیں، یہ تھمے تھمے سے آنسو
یہ کمالِ ضبط غم ہی تو مزاجِ عاشقاں ہے

تجھے کیا بتاؤں کیا ہے، غمِ دل بری بلا ہے
یہ زمیں سلگ رہی ہے، یہ جہاں دُھواں دُھواں ہے

کبھی دل نثارِ جاناں، کبھی جاں سپردِ یاراں
یہاں جان و دل ہیں ارزاں، یہ دیارِ عاشقاں ہے

ترے غم کا ہے سہارا، ترا غم ہے سب سے پیارا
جنہیں یہ نہیں گوارا وہ حدیثِ دیگراں ہے

تیری بزم تیری محفل ہے فروغ دیدہ و دل
یہ حصارِ عاشقاں تھی، یہ حصارِ عاشقاں ہے

تھی جبینِ شوق میری، ہے جبینِ شوق میری
ترا سنگِ آستاں تھا، ترا سنگ آستاں ہے

مجھے کوئی غم نہیں ہے، مری آنکھ نم نہیں ہے
یہ سکون کم نہیں ہے، نہ چمن نہ آشیاں ہے

یہ جو اک خیال سا ہے تو ملے محال سا ہے
مجھے احتمال سا ہے کوئی اور درمیاں ہے

﴿ڈاکٹر محمود الحسن﴾

وہ جن سے مانوس تھیں نگاہیں وہ جن سے حاصل تھی دل کو فرحت
انہیں فضاؤں کو ڈھونڈتا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے

گزرنے والوں کا نقش پا ہوں نشانِ منزل بنا ہوا ہوں
میں آپ کی راہ میں پڑا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے

﴿سلیم شاہجہانپوری﴾

اک سمندر اشک کا محراب میں رکھا ہوا
اور دل کو حیطۂ بے تاب میں رکھا ہوا

اب کہاں فرصت کہ دیکھیں ہم تری دنیا کے رنگ
چشم کو تو گریۂ خوں ناب میں رکھا ہوا

دھیرے دھیرے چھیڑتا ہے دل کے تاروں کو وہ شخص
گریۂ نم ناک ہے مضراب میں رکھا ہوا

بولتا ہے تمکنت سے اس طرح جیسے کنول
کھل اٹھے یوں آئنۂ آب میں رکھا ہوا

وہ چٹاں ہے عزم کی اس کے مقابل پر عدو
ایک تنکا تندیِٔ سیلاب میں رکھا ہوا

جان سے وہ ہم کو پیارا ہے کہ دل اس کے لئے
آرزوئے گلشنِ شاداب میں رکھا ہوا

اک وہی ہے جاگتا ہے رات بھر میرے لئے
اور میں نے دل حصارِ خواب میں رکھا ہوا

﴿عبدالکریم خالد﴾

میرے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں آپ
آنکھوں میں نور بن کر سمائے ہوئے ہیں آپ
قلب و نگہ کی وسعتیں آباد کیوں نہ ہوں
آئینۂ خیال میں آئے ہوئے ہیں آپ
دل کیوں نہ ہو گرویدۂ تجدیدِ مے کشی
اس ساقیٔ ازل سے جب لائے ہوئے ہیں آپ
مجھ کو خبر نہیں ہے ستاروں کی، چاند کی
جب سے کہ میرے سامنے آئے ہوئے ہیں آپ
تکتی ہے آنکھ جس طرف جلوہ ہے آپ کا
شاید نظر کی تہہ میں سمائے ہوئے ہیں آپ
تیرے حضور جرأتِ اظہار نہ رہی
جو زخم ہم نے کھائے تھے کھائے ہوئے ہیں آپ
جائے گا اڑ کے اب کہاں یہ مرغِ دل مرا
زلفوں کا دام ہر سو بچھائے ہوئے ہیں آپ
مجھ کو غرض نہ طور سے نہ جام جم سے ہے
آئینہ میرے دل کا سجائے ہوئے ہیں آپ
اِسلاؔم جائے گا کہاں در چھوڑ کر ترا
نظروں سے کھینچ کر جسے لائے ہوئے ہیں آپ

﴿عبدالسلام اسلام﴾

لا ریب ہیں وہ خالقِ کون و مکاں سے دور
جو لوگ رَہ گئے ہیں ترے آستاں سے دور

اہل جنوں کی شان بھی کتنی عجیب ہے
رہتے تو ہیں جہاں میں مگر ہیں جہاں سے دور

ڈھونڈیں انہیں تو ہیں رگ جاں سے قریب تر
سوچیں اگر تو سرحد وہم و گماں سے دور

تو ہی بتا ہیں کیوں ترے ملنے پہ بندشیں؟
ہم کیوں تڑپ رہے ہیں ترے آستاں سے دور

بے شک فلک شگاف سہی لیکن اے ندیم
اہل خرد ہیں آج بھی سرِ نہاں سے دور

ہم دل شکستگانِ محبت پہ اِک نظر
یہ کیا کہ ہم غلام ہیں شاہ شہاں سے دور

میں پھر بھی کہہ گیا ہوں جو کہنا تھا آپ سے
یہ اور بات ہے کہ سخن ہے زباں سے دور

﴿ڈاکٹر محمود الحسن﴾

پیارے آقا ہر طرح ہو تیرے ایوانوں کی خیر
اے مرے طاہؔر تری بھی ہجرتیں یاد آ گئیں

اے خدا! تو جلد اُن کے وصل کے سامان کر
ہجر میں ان کے وہ کٹتی فرقتیں یاد آ گئیں

آشیاں کو لوٹ آئیں اب اسیرانِ چمن
قید و بند میں ان پہ بیتی کلفتیں یاد آ گئیں

اے خدا! تیرا کرم ہو ہم پہ بے حد و حساب
یہ دعا کرتے ہی تیری رحمتیں یاد آ گئیں

ہو مبارک جوبلی کا جشن سب احباب کو
اس مبارک جوبلی کی برکتیں یاد آ گئیں

''کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس''
کم نگاہی اپنی، تیری رفعتیں یاد آ گئیں

حلیمہ لطیف

گاہے گاہے دل نادان مچل جاتا ہے
لاکھ روکوں پہ وہ ہاتھوں سے نکل جاتا ہے
نیم جاں دیکھ کے کہتے ہیں سرِ بزم رقیب
آج جاتا ہے یہ بیمار کہ کل جاتا ہے
تیری یادوں سے ہے رونق مری تنہائی میں
وقت آئے بھی جو مشکل کا تو ٹل جاتا ہے
تنگ آجاتا ہوں میں ہجر سے گاہے لیکن
کر گزرنے کا خیال آ کے بدل جاتا ہے
گو دلِ زار ہے محروم تری قربت سے
پر ترے پیار بھرے خط سے بہل جاتا ہے
غم دیا یار نے تو صبر کی تلقین بھی کی
یاد آتی ہے نصیحت تو سنبھل جاتا ہے
اپنے آقا کی نوازش پہ ہے نازاں شبیر
جس کا ہر لطف مرے شعر میں ڈھل جاتا ہے

﴿چوہدری شبیر احمد﴾

اک تخت سنگھاسن پر بیٹھا وہ روپ اپنا دکھلاتا ہے
ہر دل کے حزیں جذبات سبھی وہ دور کہیں لے جاتا ہے

بس دل میں اتر سی جاتی ہے وہ بات ایسے سمجھاتا ہے
سجدوں میں بچھا دل حیراں سا چوکھٹ پہ دھرا رہ جاتا ہے

سر ساز کا جادو لہرا کر نغمات کی لے میں گاتا ہے
"دل ٹھاٹھاں پیا مریندا اے" دل ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے

خم کے خم ہاتھ میں لے لے کر درشن کے جام لنڈھاتا ہے
دل دیدۂ حیراں سا ہو کر راہوں میں بچھا سا جاتا ہے

محفل میں سماں بندھ جاتا ہے وجدان تسلی پاتا ہے
یہ وقت کا پنچھی پل بھر میں کیوں پنکھ لگا اڑ جاتا ہے

کچھ اور بھڑک سی جاتی ہے مانا وہ پیاس بجھاتا ہے
ساقی ہر روز پلاتا ہے اور خود پیاسا رہ جاتا ہے

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

دِوانہ پھرے کو بکو ساقیا!
نہ بھائیں اسے رنگ و بو ساقیا!

تری بزم کا ہو کے رہ جاؤں میں
یہی ہے فقط آرزو ساقیا!

یہ خار مغیلاں مری راہ کے
فقط مانگتے ہیں لہو ساقیا!

لہو ہے امانت فقط آپ کی
شہادت کی ہے جستجو ساقیا!

ملے وَصل کا مژدۂ جانفزا
شب و روز ہو گفتگو ساقیا!

چلے آؤ گر میکدے میں کبھی
تو بھر جائیں سارے سبو ساقیا!

عقیدت کا جامِ لبا لب ملے
تو بہتی عقیدت کی جو ساقیا!

تری بزم کا حسن بڑھتا رہے
میں بیٹھا رہوں رو برو ساقیا!

یہ غنچے محبت کے کھلتے رہیں
مہکتے رہیں چار سو ساقیا!

قلم سے میں تلوار کا کام لوں
بدل دوں زمانے کی خو ساقیا!

﴿محمد یعقوب امجد﴾

او اکھاں تو اولے نیں پر میرے دل وچ وسدے نے
ایہہ اتھرو، رون دے اتھرو نہیں، ایہہ اتھرو کھڑ کھڑ ہسدے نے
میں جد وی اکھاں میٹنا واں اوہ میرے آل دوالے نے
ایہہ لگ دا اے اوہ، مٹھّیاں مٹھّیاں یاداں دے رکھوالے نے
ہن میرے گھر وچ آ کے میرے ٹی وی دے وچ بہندے نے
ہن پہلے نالوں بہتا بہتا میرے لاگے رہندے نے

﴿نسیم سیفی﴾

جان دل، جان چمن، آنکھ کی پتلی میری
تیرے ہونے سے ہی وابستہ ہے میری زندگی
تیرے اک آنسو پہ قرباں، تیرے خادم کا وجود
تو نے بخشی ہے وطن کے رنگ و بو کو تازگی
اس وطن کی رونقیں کچھ بھی نہیں تیرے سوا

اس ادا سے آئے اب کہ عید تیرے دیس میں
کاش تیری عید گزرے تیرے اپنے دیس میں

ہجر کے موسم گواہ ہیں رات کے پچھلے پہر
جانتا تو بھی تو ہو گا ہوگی تجھ کو بھی خبر
تیرے پروانے مجسم عجز با دیدۂ تر
کاٹتے ہیں کس طرح سے اپنے سجدوں کا سفر
اور ہوتا ہے لبوں پہ بس یہی اک مدعا

اس ادا سے آئے اب کہ عید تیرے دیس میں
کاش تیری عید گزرے تیرے اپنے دیس میں

ڈرتے ڈرتے پوچھ لوں اک بات اے جان وفا
اہل مغرب کی ادائیں بھا گئیں ہیں تجھ کو کیا
ہم سے سرزد ہو گئی ہے کون سی ایسی خطا؟
سات ساگر پار اتنی دور ہم سے جا بسا
تجھ کو جاں میری قسم تو جلد واپس لوٹ آ
اس ادا سے آئے اب کہ عید تیرے دیس میں
کاش تیری عید گزرے تیرے اپنے دیس میں

﴿وسیم احمد شاہد﴾

نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں جسے نہیں ملتا
ہم اس گلی سے ہیں ہو کے شرمسار چلے

چمن اُداس ہے مدت سے اب تو آ جاؤ
''گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے''

﴿رحمت اللہ شاکر﴾

خیال وصل بہ ہنگام ہجر یار نہ پوچھ
نہ پوچھ سلسلۂ کیفِ انتظار نہ پوچھ

اِک آہِ سرد میں سب دل کی داستاں کہہ دی
بیانِ اہل محبت کا اختصار نہ پوچھ

شبِ وصال و شبِ ہجر میں نہ تھا کچھ فرق
تمام رات رہا ہے جو اضطرار نہ پوچھ

اگر سمجھنا ہے منصور کو رسن سے تو جھول
تماشہ دیکھنے والوں سے حالِ زار نہ پوچھ

تبسم آج جو گزری ہے اس کے کوچے میں
تو اس کا حال مرے دل سے بار بار نہ پوچھ

﴿عبدالرشید تبسم﴾

ہجر گر وصل میں ڈھل جائے تو جانوں جاناں
میری تقدیر بدل جائے تو جانوں جاناں

دل مضطر کو کسی طور نہیں ملتا قرار
روح بے چین سنبھل جائے تو جانوں جاناں

جانِ من یاد تیری آتی ہے سب کو ہر پل
یاد کی پل مجھے مل جائے تو جانوں جاناں

میں اگر زندہ ہوں موہوم سی امید کے ساتھ
میری امیدجو پھل جائے تو جانوں جاناں

﴿خلیق بن فائق گورداسپوری﴾

شام کے جھٹپٹے میں تم آئے
چاند بھی شاید آج گہنائے

روز سنتا ہوں آ رہے ہیں وہ
جانے کیوں آج تک نہیں آئے

تم نہیں ہو تو دل فسردہ ہے
میرے زخموں کو کون سہلائے

﴿نسیم سیفی﴾

ایک مدت سے دل کی بستی میں
ایک ہی شخص کا بسیرا ہے

آ بھی جاؤ کہ باسیوں کے لئے
اتنی فرقت کا غم بہتیرا ہے

مختلف نام ہیں لٹیروں کے
کوئی جوگی، کوئی سپیرا ہے

میرے مولیٰ مجھے پتہ دے دے
کب مرے گھر میں اس کا پھیرا ہے

مجھ سے کیوں دور ہے ارے ناصؔر
جو ازل سے ہی شخص میرا ہے

﴿فرید احمد ناصر﴾

تیرا عید سندیسہ آیا
بیتی یادیں ساتھ ہے لایا
لمحوں کی جلتی آنکھوں میں
پھر دریا اک لہرایا
تیرا عید سندیسہ آیا
پھر بند لبوں پر، چپکے سے
یوں نام تمہارا آیا
جیسے دھوپ جلے صحرا میں
چشمہ پھوٹ بہا ہو
جیسے پتھریلے پربت پر
کوئی بادل آ برسا ہو
جیسے پت جھڑ کے موسم میں
کوئی اکیلا پھول کھلا ہو
جیسے ذہن کی تاریکی میں
دھیرے دھیرے
چاند کی کرنیں پھیل گئی ہوں
تیرا عید سندیسہ آیا
بیتی یادیں ساتھ ہے لایا

﴾ سیدہ فریحہ ظہور ﴿

تمہارے ہاتھ کی سطریں ہیں پیراہن میرا
تمہاری یاد سے آباد شہر فن میرا

خلوص و پیار سے اہل وطن کو بھیجتا ہے
محبتوں کے تحائف جلا وطن میرا

زمین دل پہ تخاطب کے پھول کھلتے رہیں
ترے خطوں سے مہکتا رہے چمن میرا

تری نظر کا ہے فیضان ورنہ میں کیا ہوں
ترے کرم کا ہے مقروض فکرو فن میرا

وفا کے رن میں لگا دوں گا جان کی بازی
یہی ہے عہد مرا اور یہی وچن میرا

چلو کہ ہاتھ اٹھائیں دعا کریں قدسیؔ
عجیب موسموں کی زد میں ہے وطن میرا

﴿عبدالکریم قدسی﴾

شاید آ جائیں وہ ملنے کے لئے
دار پہ بیٹھا ہوں دھرنا مار کر

پیار کے عادی نہ ہو جائیں کہیں
ہم حقیروں سے نہ اتنا پیار کر

میں بھی پیاسا ہوں کسی کی دید کا
میرے اندر بھی ہے اک تھرپارکر

تاب لائے گا کہاں سے دید کی
حد فاصل کو نہ مضطر پار کر

﴿چوہدری محمد علی﴾

وہ تھا تو اس کی خوشبو سے گھر کے عیب چھپے تھے سب
اس کی ہجرت نے خوشبو کا رخ بھی جیسے موڑ دیا

تم کیونکر ہجرت کا مطلب تنہائی ٹھہراتے ہو
تنہا تو وہ شخص ہے جس کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا

جن کو کرنے والے تھے یہ کوڑی کوڑی کا محتاج
ان کو طیب رزق کی صورت رب نے لاکھ کروڑ دیا

﴿عبدالکریم قدسی﴾

تم ساتھ تھے تو ہجر کا وہم و گماں نہ تھا
مجھ خوش نصیب پر کوئی نا مہرباں نہ تھا

تم کیا گئے کہ پاؤں تلے سے زمیں گئی
دیکھا جو آسمان کو تو آسماں نہ تھا

میرے چمن پہ اس طرح برق تپاں گری
گویا چمن میں میرا کوئی آشیاں نہ تھا

کیوں چھوڑ کر وہ آج میرے گھر سے چل دیئے
عادت میں جن کی غصہ کا نام و نشاں نہ تھا

ویران اس طرح ہوئیں آنکھوں کی بستیاں
آہ و فغاں تو تھی مگر اشک رواں نہ تھا

مشکل میں ڈال کر مجھے بے حد کرم کئے
مقصود میرے رب کو مرا امتحاں نہ تھا

شبیر کیوں نہ کربلا میں ہوتے سرفراز
کیا ان کے سر پہ سایہ یار نہاں نہ تھا؟

﴿شبیر احمد﴾

یہ پورا چاند ترساتا بہت ہے
کہ پھر وہ شخص یاد آتا بہت ہے

نہ دستک دو کہ دروازہ کھلا ہے
چلے آؤ جی گھبراتا بہت ہے

تصور بھی ہے ان کا اِک مسیحا
جو گھائل دل کو سہلاتا بہت ہے

﴿امۃ الباری ناصر﴾

جن سے بچھڑے ہوئے اک عرصہ ہوا ان سے بھی
آمنا سامنا اک روز کرا دے یارب

ہر مرض کی ہے دوا پاس ترے، میرے طبیب
دلِ بیمار کو بھی کوئی دوا دے یا رب

ساری دنیاکے مریضوں کو دعا دیتا ہوں
''ساری دنیا کے مریضوں کو شفا دے یارب''

﴿عبدالکریم قدسی﴾

ے آقا

ے آقا

ں آتی ہے، میرے دل کو بہت تڑپاتی ہے

ں اک حسرت سی میرے دل میں ہی رہ جاتی ہے

ے آقا

ے آقا

اس ہیں، فضائیں اداس ہیں

پکارتی ہیں وہ صدائیں اداس ہیں

ے آقا

ے آقا

پھول مسیح کے ربوہ کی زمیں پر

تیرا نام ربوہ کی جبیں پر

ے آقا

ے آقا

پورب کے باسیو آقا نگر جب جانا
میرا سندیسہ لے جانا
سنگی ساتھی چھوڑ چکے سب
بیری ہوا ہے زمانہ
میرا سندیسہ لے جانا
دنیا ہم کو سمجھ نہ پائے
یونہی ہردم فتنے اٹھائے
کوئی کہے ہے پگلا ہم کو
کوئی کہے دیوانہ
میرا سندیسہ لے جانا
من کی بتیاں من میں چھپائے
تمھرے ملن کی آس لگائے
تمھرے بنا موہے کوئی نہ بھائے
مورے آقا کو یہ بتلانا
میرا سندیسہ لے جانا
بیٹھی ہے برہن سر کو جھکائے
رب سے کرم کی آس لگائے
بیکل منوا کرے ہے دعائیں
رب آقا کو جلدی لانا
میرا سندیسہ لے جانا

آقا کو بچھڑے برسوں بیتے
صبر و رضا سے ہم ہیں جیتے
ہوں گی پوری جلد دعائیں
آقا تم بھی نہ اب گھبرانا
میرا سندیسہ لے جانا

ظلم و ستم دنیا نے ڈھائے
تم نے بھی آقا بڑے دکھ اٹھائے
گھائل منوا سیکھ چکا ہے
صبر و رضا کا ترانہ
میرا سندیسہ لے جانا

بیری دنیا لاکھ ستائے
لاکھ یہ ہم پر پہرے بٹھائے
من میں ہمارے مولا سمائے
ہمرا مولا سے ہے یارانہ
میرا سندیسہ لے جانا

جانے نہ ہم کو بیری دنیا
پگلی یونہی شور مچائے
شمع خدا کے ہم پروانے
آتا ہے ہمیں جل جانا
میرا سندیسہ لے جانا
آقا نگر جب جانا

﴿ام یحیٰ﴾

پھر مرے شہر میں وہ ماہ لقا آئے گا
پھر مرے شہر کے گھر گھر میں چراغاں ہو گا

پھر کوئی آئے گا انفاسِ مسیحا لے کر
پھر مسیحائی سے ہر درد کا درماں ہوگا

﴿عبدالمنان ناہید﴾

تیرے بچھڑنے کا وہ لمحہ
آنکھ میں میری ٹھہر گیا ہے

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

سفر کا یا قیام کا، کوئی اشارہ بھی نہیں
فلک پہ چاند بھی نہیں کوئی ستارہ بھی نہیں

ترے قدیم شہر میں وہ رونقیں تجھی سے تھیں
کہ تیرے بعد کوئی تیرا استعارہ بھی نہیں

کہاں سے لے کے آؤں میں دل ونظر کی وسعتیں
ترے لطیف خواب کا کوئی کنارہ بھی نہیں

ہے میری تنگ دامنی بھی روک تیری راہ میں
مگر تیرے بغیر اب مرا گزارہ بھی نہیں

ہماری چشم نم تو ہے پر اس میں تیرا غم بھی ہے
تمہارے درد مند اتنے بے سہارا بھی نہیں

یہ مصلحت سے ماورا عقیدتوں کی بات ہے
تمہارا جو نہیں ہے شخص وہ ہمارا بھی نہیں

﴿اکرم محمود﴾

سلگتے غم کی آنچ میں نظر پگھل پگھل گئی
کسی خیال جاوداں کی دھوپ جیسے ڈھل گئی

جدائی ایک شخص کی شہر کو بوڑھا کر گئی!
گھڑی تھی سمجھو موت کی نہ جانے کیسے ٹل گئی

وہ آگ تھی کہ الاماں وہ کرب تھا کہ الحذر
ہری جو دل کی شاخ تھی وہ ایک پل میں جل گئی

یہ فرد جرم اس سے پہلے ہم نے تو سنی نہ تھی!
جو اس شہر کے باسیوں کا چین ہی نگل گئی

رہے گی کیا تمام عمر ساتھ یہ جدائی اب؟
سمجھ رہے تھے ہم کہ لو جی آج آئی کل گئی

کچھ اپنا من ہی ایسا تھا کہ جوگ ہم نے لے لیا
جدائی کی یہ شام جیسے راکھ منہ پہ مل گئی

نظر بدل گئی ہر ایک راستہ بدل گیا!
یہ دیکھئے زمانے کی تو چال ہی بدل گئی

سمجھ رہے تھے لوگ بس ہمیں تو موت آ گئی
یہ وار کتنا خوب تھا پہ زندگی سنبھل گئی

بلند حوصلے رہے نظر کبھی جھکی نہیں!!
قدم مسافتوں کی دوڑ کر کے خوب شل گئی

محبتوں کی ہر ردا فقط ہمارے ساتھ ہے
جو دھوپ سخت تیز تھی سمجھئے اب نکل گئی

خدا کی راہ میں جیئے تو حوصلہ ملا رہا
خدا کی راہ میں مرے ہماری ضد اٹل گئی

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

سینے میں ترے لاکھ اٹھیں درد کے شعلے
پر شرط ہے آنکھوں میں دھواں آنے نہ پائے

بنیاد محبت کی تیرے دل کا یقیں ہے
اس آئینے میں عکس گماں آنے نہ پائے

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

دور شبہائے ابتلا آیا
مژدۂ صبح نو بنو لایا

چین کی راہ پر نہیں آیا
ہم نے دل کو ہزار سمجھایا

ان کے جانے کے بعد ایسا ہے
گھر میں شاید کوئی نہیں آیا

مجھ کو تنہائیوں میں الجھا کر
اے شبِ ہجر! تو نے کیا پایا

چشم خونبار! یوں تو خوں نہ لٹا
خونِ دل ہی ہے دل کا سرمایہ

اے خوشا لذتِ وفاداری
موت میں زیست کا مزہ پایا

اور کیا مانگوں، ہے بہت ناہیؔد
مجھ کو دیوارِ یار کا سایہ

﴿عبدالمنان ناہیؔد﴾

نہ لب ہلے نہ نظر ہی ملا سکے اُن سے
عجیب لمحے تھے وہ عرضِ حال کے لمحے

رواں دواں ہیں، یہ لمحے تو رُک نہیں سکتے
گذر ہی جاتے ہیں یہ ماہ و سال کے لمحے

ہے زخم کھا کے بھی خوش کبھی دلِ ناداں
اداس اداس کبھی اندمال کے لمحے

یونہی گذرتے گذرتے گذر گئی ناہیدؔ
یہ زندگی، یہ فراق و وصال کے لمحے

﴿عبدالمنان ناہید﴾

ہجر کی رات اور اتنی طویل!
آ ذرا مژدۂ سحر لے کر

آ تجھے یاد کر رہا ہوں میں
دیکھ فریاد کر رہا ہوں میں

﴿عبدالمنان ناہید﴾

یادوں کا کارواں چلا بھادوں کے ساتھ ساتھ
اشکوں کی اک جھڑی تھی کہ برکھا کہیں جسے

نظروں سے دور دور ہی رہنے کے باوجود
ایسے لگے کہ پاس ہی بیٹھا کہیں جسے

ناہیدؔ جانے والے نے مجھ کو دم فراق
دیکھا کچھ اس طرح کہ دلاسا کہیں جسے

﴿عبدالمنان ناہید﴾

دور دراڈے وسدے بیلی کدی نہ کدی تے آون گے
بلدیاں سڑدیاں اکھاں نوں اوہ آ کے ٹھنڈاں پاون گے

دھپاں توں تے ڈرنا واں پرچھاواں کتھے لبھدیاں نیں
آون گے تے ساڈے سر تے اک چھاتا بن جاون گے

رات وہاڑے لوکاں دے غم کھا کھا کے پئے جینے آں
شالا چھیتی آون جیہڑے ساڈے وی غم کھاون گے

﴿نسیم سیفی﴾

عقلوں ٹھلا سمجھ نہ سکیا ایس دنیا دے ہتھ
چڑھدے ڈبدے سورج نوں میں ویکھیا اے سو وار
بتی بال کے ہتھ وچ پھڑ لئی ٹریا ایدھر اودھر
لبھن چلیاں واں میں اپنا بیلی، اپنا یار
میرے ہنجو تاریاں ورگے ڈگ ڈگ جھولی بھر دے
کون سنے گا اَدھی راتیں میری ہاہا کار
لگدا اے اوہ ہن آوے گا اپنے وطناں ول
میں سفنے وچ ویکھ رہیا واں سب راہاں ہموار
لوکو انہوں جا کے دسو میرا اے کی حال
اودا حال سنا کے دل نوں کردیو ٹھنڈا ٹھار

﴿نسیم سیفی﴾

جانا ہے جہاں چاہو جاؤ پر لوٹ کے آنا یاد رہے
احباب جو پیچھے چھوڑے ہیں ان کو بہلانا یاد رہے
تم قریہ بہ قریہ پھرتے ہو یہ بات تو اچھی ہے لیکن
جو بات ہے اس سے بھی اچھی وہ یہ کہ ٹھکانا یاد رہے
گمبھیر اندھیرے مٹ جائیں یہ میرے بس کا روگ نہیں
دیوار پہ رکھتا تو ہوں دیئے پر ان کو جلانا یاد رہے

﴿نسیم سیفی﴾

صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۱ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک قادیان آمد سے متاثر ہو کر۔

مہدی کی بستی میں ''راجا'' قدم رنجا جب ہوئے
جاگ اٹھے ''پرجا'' کے بھاگ جو مدت سے تھے سوئے

ترس گئے تھے واں کے باسی درشن کو پریتم کے
من مندر تھا سونا سونا سب تھے کھوئے کھوئے

پریم سندیسے آس بندھاتے رہتے تھے پرجا کی
پل پل من بے تاب تھا رہتا آس نہ پوری ہوئے

''کرپا'' سے رحمان خدا کی گھڑی ملن کی آئی
ختم ہوا ''بن باس'' رام جی واپس دیس کو ہوئے

نر، ناری، بوڑھے اور بالک بڑھے سواگت کارن
چاروں اور یہ شور تھا برپا ''جے مرزا کی ہوئے''

ہندو، سکھ، عیسائی، احمدی سب نے کیا سواگت
کھلے ہوئے تھے سب کے چہرے پھول گلاب جوں ہوئے

اکھین میں تھے خوشی کے آنسو لب پہ خوشی کے نعرے
جس کی جانب دیکھا پایا، انگ انگ خوشی سموئے

شان نرالی اس بستی کی ایسی کبھو نہ دیکھی
ہر ہر گھر اور ہر اک رہ میں خوب چراغاں ہوئے

بنتی کرے خلیقؔ ترے در کچھو کرم خدایا
''قادیاں'' کے جوں بھاگ جگائے نظر ''ادھر'' بھی ہوئے

پریتم کا دیدار کرا دے ہم ہیں پریم پجاری
ہمری آس بھی پوری کر دے تورے در پہ واری

﴿خلیق بن فائق گورداسپوری﴾

ہم عہد وفا باندھ کے توڑیں بھلا ممکن!
یہ بات جہاں والوں کو سمجھاؤ خدارا
ممکن نہیں اس غم کا مداوا ہو کسی طور
کچھ لمحوں کو اب ان کو بلا لاؤ خدارا

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

دنیا میں یوں تو حال میرا کب زبوں نہ تھا
لیکن ہے جیسا اب تری فرقت میں یوں نہ تھا

تڑپا کوئی فراق میں، کوئی ترے حضور
حاصل کسی کو عشق میں دل کا سکوں نہ تھا

آتا رہا تو میرے تصور میں رات دن
تجھ کو مرا خیال میں کیسے کہوں نہ تھا

یوں خندہ زن ہے تو مرے گریہ پہ بزم میں
ٹپکا جو میری آنکھ سے گویا وہ خوں نہ تھا

زنجیر پا کے شور سے کچھ اور بڑھ گیا
رک جاتا قید سے جو وہ میرا جنوں نہ تھا

ہر مدعی عشق کو پرکھا جو اس نے کل
ان میں مرے سوا کوئی اہل جنوں نہ تھا

آیا گیا ہوں گرچہ تبسمؔ! وہاں بہت
یہ حوصلہ کہ کوئے بتاں میں رہوں، نہ تھا

﴿عبدالرشید تبسم﴾

رہا تھا بجلیوں کی زد پہ اپنا آشیاں ہر دم
خدا کے ہاتھ نے رکھا بلاؤں سے نہاں ہر دم

ہمارے پاس ہے اک نسخۂ تریاق اور شافی
جسے ہم پاس رکھتے ہیں برائے دوستاں ہر دم

مہکتا ہے سدا خوشبو سے گلہائے رنگا رنگ سے
خزاؤں اور بہاروں میں ہمارا گلستاں ہر دم

تجھے پایا تو ہم نے اک جہاں کی خوبیاں پائیں
ملا کرتے ہیں ورنہ دوست تجھ جیسے کہاں ہر دم

میں کس کا نام لوں کس کس کو چھوڑوں بس کہ ہر اک دل!
تری یادوں کے جھرمٹ میں سلگتا ہے یہاں ہر دم

چلو اچھا ہوا کچھ روز کو تو دور جا بیٹھا
جلاتی تھی وصال یار کی برقِ تپاں ہر دم

یہ عظمتؔ اپنی قسمت تھی کہ ہر طوفاں سے بچ نکلے
مٹانے کو ہمیں تیار تھا وحشی جہاں ہر دم

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

گل بھی ہیں گلستان بھی شبنم بھی گہر بھی!
ہوتا ہے مرے دل سے خزاؤں کا گذر بھی!

اس دل کے نہاں خانہ کی دنیا بھی عجب ہے
دل میرا محل بھی ہے سرائے بھی ہے کھنڈر بھی

دل جھیل ہے دریا ہے سمندر ہے کہ ساحل؟
لہریں ہیں تلاطم بھی سکوت اور بھنور بھی

اس شہر کے آنگن میں تو نکلا ہی نہیں چاند
اے عید اسے کہنا کہ آئے وہ ادھر بھی

ہو سکتا ہے یہ شہر بھی ہم چھوڑ ہی جائیں
ہوتا نہیں ان گلیوں سے اب ان کا گذر بھی

ہم غم کی کڑی دھوپ میں کیا عید منائیں
وہ لے گئے جاتے ہوئے چھاؤں بھی شجر بھی

خوناب ہے زہراب ہے یہ ننھا سا قطرہ
دکھ دیتا ہے کیوں اتنا یہ آنسو کا سفر بھی

عظمتؔ تجھے سمجھایا تھا سودائی نہ بننا
سودا ہو اگر دل میں تو اک چاہیئے سر بھی

خاموش اور اداس سی پرچھائیوں کے ساتھ
کچھ رونقیں بھی ہیں مری تنہائیوں کے ساتھ
کوئی سبب تو تھا کہ یہاں سے چلا گیا!!
اک شخص اپنے حسن کی رعنائیوں کے ساتھ
قائم ہے اس کے دم سے قدم سے وجود سے
تقدیس بزم دوستاں دانائیوں کے ساتھ
دم توڑتے ہوئے سے کئی قہقہے بھی ہیں
روتی ہے کوئی آنکھ بھی شہنائیوں کے ساتھ
تنہائیاں ہیں بزم تصور ہے اور میں!
دل محفلوں میں تنہا ہے ہرجائیوں کے ساتھ

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

آپ کی باتوں سے لگتا ہے مجھے
جلد ہی ہے آپ کا پھیرا ادھر
آپ ہی کے دم سے رب نے غیب سے
میرے ہاتھوں میں تھما دی ہے سپر
میں نے ناصؔر ان کی آمد کے لئے
لاکھ اشکوں سے سجایا ہے یہ گھر

﴿فرید احمد ناصر﴾

اتنا کیا کم ہے مجھے یاد تو فرمایا ہے
مجھ کو دیدار کا ارشاد تو فرمایا ہے
کتنی شفقت سے بلایا مرے ساجن نے مجھے
جلوہ حسن دکھانے مرے محسن نے مجھے
میں تو بے زر تھا ہوئی نظر عنایت اس کی
مجھ سے ناچیز سے بھی اتنی محبت اس کی
لب جاناں پہ میرا نام بھی آیا چہ خوب
میرے ساجن نے مجھے پاس بلایا چہ خوب
اپنی قسمت میں بھی دیدار صنم ہونے کو تھا
ختم ہی دور غم و رنج و الم ہونے کو تھا
''اذن'' تو شرف ملاقات ہوا تھا جاناں
لیک مولا کو یہ منظور نہیں تھا جاناں
ایک حسرت دل مہجور کی پوری نہ ہوئی
آرزو مفلس و مجبور کی پوری نہ ہوئی
مجھ کو ''ویزہ'' نہ ملا پاس ترے نہ آسکا
ہائے قسمت مری دیدار ترا پا نہ سکا
دل مرا بحر غم و رنج میں ڈوبا ساجن
بے سکوں رہتا ہے ہر آن مری جاں تجھ بن

کوئی تو اس کے تڑپنے کی دوا بھی دیجے
جس طرح بھی ہو مجھے جلوہ دکھا ہی دیجے
جان و دل ماہی بے آب کی مانند تڑپیں
یاد میں تیری اے جاناں مرے نیناں برسیں
ہم تو مولا کی رضا پر رہیں راضی ہر دم
اس نے چاہا تو ملا دے گا ہمیں بھی پریتم
تیرے ارشاد سے دل شاد ہوا جان خلیق
راہ ''مسدود'' بھی اب کھول دے اے رب شفیق

﴿عبدالحمید خلیق﴾

چنگی قسمت والے لوکیں کول تیرے جو بیٹھے
رشک اونہاں تے آ کے میری جان جگر نوں سلے
پچھے بیٹھا پچھوتاساں، میں روگی میں سوگی
جاون والے تے ٹُرپئے نیں چلن والے چلے
اڈ کے جاواں، ٹر کے جاواں یا جاواں سر پرنے
دیکھن والے لوکیں کہسن، تیرے بلے بلے
حضرت کول بلاؤ ہن تے اپنے نال بٹھاؤ
دل میرا ہن لگدا ناہیں بیٹھیاں کلے کلے

﴿صادق جنجوعہ﴾

دل کا بوجھ ہلکا اور غم ہوا ہو کم جیسے
وہ جو مسکرائے تو مٹ گئے ہوں غم جیسے
اُس سے شہسواروں کو جب گرا ہوا دیکھا
سوچتی رہی ہر دم کیا کریں گے ہم جیسے
کچھ سمجھ نہ پائی میں ہو گیا یکا یک کیوں
ایک لغزش پا سے زہد اپنا کم جیسے
میں تو آبدیدہ تھی میں نے چوٹ کھائی تھی
اس کی آنکھ لگتی تھی ہو گئی ہو نم جیسے
مجھ کو ایسے لگتا ہے اب وہ آنے والے ہیں
گلفشاں سی آنکھیں ہیں دل گیا ہو تھم جیسے
بارہا ہوا ایسے میں بہت پریشاں تھی
اس نے حال پوچھا تو مچ گیا ادھم جیسے
آج میری آنکھوں میں اک جہاں کے آنسو ہیں
آج من کے مندر میں پھٹ گیا ہو بم جیسے

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

ان میں اور ہم میں ہیں فاصلے کب تلک
یہ جدائی کے ہیں سلسلے کب تلک

دور کب تک انہیں ہم سے کر پائے گا
آزمائے گا جگ حوصلے کب تلک

بڑھ رہی ہے اداسی وہاں شام کی
ختم ہوں گے یہاں رت جگے کب تلک

کب تلک ان کا دیکھیں گے ہم راستہ
صبر کے پائیں گے ہم صلے کب تلک

جس کے دل میں محبت ہے سب کے لئے
لوگ ترسیں گے اس کے لئے کب تلک

﴿مبشر خورشید﴾

بچھڑ کے اس سے ہمیں اب تو ایسے لگتا ہے
یہ عمر ساری یونہی رائیگاں گزرتی ہے
کبھی تو جا کے بتائے اسے کوئی حالت
کہ بن کے سانس بھی اب امتحاں گزرتی ہے
دل و دماغ میں رہتی ہے شکل وہ جیسے
فلک پہ رات گئے کہکشاں گزرتی ہے
کوئی تو رت ہمیں آمد کا دے پتہ خورشیدؔ
خموش کب سے بہار و خزاں گزرتی ہے

﴿مبشر خورشید﴾

اب بھی اکثر اُداس شاموں میں
ہم ترا انتظار کرتے ہیں

﴿آصف محمود باسط﴾

ہائے کس کو تھا روبرو دیکھا
پھر وہی نور ہو بہو دیکھا

مثلِ یوسف کہوں؟ یا لاثانی؟
کیا کہوں، کیسا خوبرو دیکھا

رات اک ماجرا عجیب ہوا
چاند کو محو گفتگو دیکھا

حسن انساں کی انتہا دیکھی
حسن یزداں کو عکس جو دیکھا

ہجر کی گرد سے تھا آلودہ
ہو کے اشکوں سے باوضو دیکھا

دل میں طوفان آنکھ میں پانی
سیل در سیل جو بہ جو دیکھا

لوگ پیتے تھے مے بھی مست بھی تھے
میں نے بس غور سے سبو دیکھا

میں نے اس گل کو آنکھ سے دیکھا
بن کے اوروں نے جس کو بو دیکھا

ان کو دیکھا تو آج تک طاہرؔ
وہی چہرہ چہار سو دیکھا

طاہر عارف

رات کے بعد اب روشنی آئے گی
مسکراتی ہوئی زندگی آئے گی

جس گھڑی آئیں افواجِ حق بغتةً
ظالموں کو غشی پر غشی آئے گی

سامنے آئے گا جب مآلِ ستم
ان پہ رونے کو پھر بے بسی آئے گی

ظلمت شب کے بڑھنے کا کچھ غم نہیں
رات جب ڈھل گئی روشنی آئے گی

اشک روکے بھی رکنے نہ پائیں گے پھر
یاد آقا مجھے جس گھڑی آئے گی

﴿ارشاد احمد شکیب﴾

آ کے ٹھہرا ہے ہجر کا موسم
ہم گزاریں اسے مگر کیسے

﴿آصف محمود باسط﴾

جانے والے تو چلے جاتے ہیں آرام سے دوست
رہنے والوں کے کئی زخم ابھر آتے ہیں
اس بچھڑنے کے تسلسل سے مفر کوئی نہیں
اور ہر گام پہ ہم روتے ہیں، چلاتے ہیں
تیری درگاہ سے ہم مانگتے ہیں صبر جمیل
غمزدہ دل کو ترے نام سے بہلاتے ہیں

﴿ابوالاقبال﴾

خوش آمدید آپ کو کہتے ہیں سارے لوگ
پیاروں سے پیار کرتے ہیں ربوہ کے پیارے لوگ
ہوں حضرت امام بھی موجود اس جگہ
دن رات کر رہے ہیں دعائیں ہمارے لوگ

﴿ابوالاقبال﴾

ہے اُدھر جشن بہاراں باغ سارا ہے اِدھر
دل کی دھڑکن اُس طرف ہے خوں کا دھارا ہے اِدھر

سج رہا ہے پھول چینی کے دُھلے گلدان میں
ہیں نگار زر اُدھر ٹوٹا کنارہ ہے اِدھر

ہوں مبارک وسعتیں اے طائرِ ابیض تجھے
پنچھی ٔ بے حال تو روتا بچارا ہے اِدھر

وہ مخاطب ہوں بھلے سے غیر سے ہوں روز ہوں
گفتگو ان سے مگر اک اک اشارہ ہے اِدھر

ربطِ دل قائم رہے تو کچھ نہیں یہ فاصلے
ان کو واں پر خیر ہے ہم کو گوارا ہے اِدھر

پھول سے چہروں پہ مل لو نور کا غازہ مگر
بھول نہ جانا کہیں طاہر ہمارا ہے اِدھر

﴿طاہر عارف﴾

چشم خونبار، دل افگار دکھائیں کیونکر
کس طرح جائیں وہاں، اور وہ آئیں کیونکر

ساتھ جذبات کا چھوڑا ہے زباں نے میری
دل پہ جو بیت رہی ہے وہ سنائیں کیونکر

وہ جولوٹ آئیں، تو لوٹ آئے چمن کی رونق
ہے یہاں تاک میں صیاد، بلائیں کیونکر

اب تو یارب! تو دلِ زار کی زاری سن لے
کہ نہیں بس میں ہمارے، انہیں لائیں کیونکر

بار عصیاں سے دبا جاتا ہوں سر سے پا تک
تو ہی بتلا کہ دُھلیں میری خطائیں کیونکر

غیر ناراض ہو سو بار، ہمیں کیا پرواہ
تو اگر روٹھ گیا ہو تو منائیں کیونکر

راستہ تو ہی دکھا، اپنی رضا کا یا رب
بارگہ تک تیری پہنچیں گی دعائیں کیونکر

چلدیئے جو کہ سوئے دار، وفا کی خاطر
رائیگاں جائیں، بھلا ان کی وفائیں کیونکر

تیرے وعدوں سے فروزاں ہیں امیدوں کے چراغ
تیرے وعدوں پہ ہے ایمان، بجھائیں کیونکر

ہے دہائی، کہ تیرے نام پہ بھی بندش ہے
دل پہ کندہ ہے ترا نام مٹائیں کیونکر

صاحبزادی آصفہ مبشر بیگم (بنت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ)

میں سب کے سامنے اس بات کا اقرار کرتا ہوں
وہی محبوب ہے میرا میں اس سے پیار کرتا ہوں

وہ رہتا ہے خیالوں میں نگاہوں میں میرے ہر دم
کسی کو کیا خبر اس سے میں کتنا پیار کرتا ہوں

کبھی سورج طلوع ہوگا کبھی روشن جہاں ہوگا
اُسی امید پر میں بھی غموں سے پیار کرتا ہوں

نہیں رُکتے نہیں بکتے نہیں مڑتے قدم میرے
میں راہِ زیست میں سچائی کا اظہار کرتا ہوں

مجھے اُلفت ہے جس سے وہ سمندر پار رہتا ہے
میں اب طاہر کی یادوں کے سمندر پار کرتا ہوں

جو گوہر میں نے پایا ہے یہ بھٹی میری قسمت ہے
اسی سے اب میں ملنے کی دُعا ہر بار کرتا ہوں

﴿عبدالرشید بھٹی﴾

وہ آئے گا تو چمن لالہ زار کر دے گا
خزاں کی فصل کو فصلِ بہار کر دے گا
ہر ایک ہاتھ پہ رکھے گا روشنی کے چراغ
اندھیری رات کو مثلِ نہار کر دے گا
ہر ایک سمت بکھیرے گا پیار کی خوشبو
فضائے ارضِ وطن مشکبار کر دے گا
وہ جب بھی آئے گا خوشیاں دھمال ڈالیں گی
ہر ایک شخص کو باغ و بہار کر دے گا
گلے لگائے گا آکر مجھے محبت سے
میرے وجود کو عالی وقار کر دے گا
دکھا رہا ہے وہاں بھی سخنوری کے کمال
یہاں بھی کذب کے دامن کو تار کر دے گا
وہ اپنے ساتھ کچھ ایسی ہوائیں لائے گا
وہ آکے صاف دلوں کا غبار کر دے گا
میں منتظر ہوں اسی کا وہ میرا اپنا ہے
وہ آکے ختم میرا انتظار کر دے گا
خزاں رسیدہ ہے کب سے میرا درخت وجود
وہ آکے پھر اسے بابرگ و بار کر دے گا

﴿سید اسرار احمد توقیر﴾

تری خاطر عقیدت کے خزانے لے کے آئی ہوں
تری خاطر محبت کے فسانے لے کے آئی ہوں
مرے اہل وطن دیدار کو تیرے ترستے ہیں
میں سوسوان کے ملنے کے بہانے لے کے آئی ہوں
جو آنسو وقتِ رخصت میں نے دامن میں سموئے تھے
وہ تر اشکوں سے دامن میں دکھانے، لے کے آئی ہوں

جدائی لاکھ ہو لیکن محبت کا تقاضا ہے
ترا ہر حکم ہر خواہش میں ہر لمحہ بجا لاؤں
جو نغمے پیار و الفت کے بکھیرے تو نے دھرتی پر
وہی نغمے محبت کے میں گاتی ہی چلی جاؤں

﴿مبشرہ بشارت﴾

اسے دیکھنے سر کے بل جاؤں گا
اسے دیکھ لینے کی حسرت تو ہے
تمہیں بھی خوشی ہوگی مل کر اسے
وہ کافر سہی خوبصورت تو ہے

﴿چوہدری محمد علی﴾

مجھے آزما کے پیارے میرا حوصلہ نہ دیکھو
مجھے دل میں تم بسالو، دیکھو بھلا نہ دیکھو

میں فقیر ہوں ازل سے تری ذات باصفا کا
مجھے جام بھر کے دے دو میرا حوصلہ نہ دیکھو

جو تری لقا کی خاطر مجھے جستجو لگی ہے
اسے تم قبول کر لو مرا دل جلا نہ دیکھو

میں بھٹک رہا ہوں کب سے اسی وادی بتاں میں
مجھے آکے خود اٹھا لو کم حوصلہ نہ دیکھو

تیرے پیار کے سفر میں اک میں ہی پا پیادہ!
مری دوریاں مٹا دو، یہ فاصلہ نہ دیکھو

سید محمود احمد

وہ آپ کی ہی یاد میں تڑپا ہے رات بھر
دامن ہے تار تار تو دلِ زار دیکھنا

سید محمود احمد شاہ

قلب مضطر کو جو نینوں سے چھلکتے دیکھا
ہم نے بادل بھی نہ یوں کھل کے برستے دیکھا
بھول سکتا ہی نہیں تیری محبت پیارے
جب بھی یاد آئی تو اس دل کو مچلتے دیکھا
ہجر میں تیرے یوں ویراں ہوا قلب احقر
مرغِ بسمل کی طرح اس کو تڑپتے دیکھا

﴿خلیق بن فائق﴾

مرے محبوب آقا نے نئی دنیا بسائی ہے
درِ یارِ ازل پہ اس نے اک دھونی رمائی ہے

کیا گھر بار کو قربان بہر حق، وطن چھوڑا
حقیقی عشق کی دنیا کو اس نے رہ دکھائی ہے

﴿چوہدری شبیر احمد﴾

کھینچا ہے طول اس قدر موسمِ دردِ ہجر نے
اے دل غمِ فراق کو اب عمر بھر نبھایئے

بجھنے لگی ہے آگ کیوں پھر انتظار دید کی
دل میں خیال یار کا دامن ذرا ہلایئے

دنیا کی خاک چھانئے لے کر چراغ ڈھونڈیئے
ان سا کوئی جہان میں لا کر ہمیں دکھایئے

ہم کو عزیز ہے بہت اُن کی گلی کی خاک بھی
اُن کی گلی کی خاک ہی دامن میں بھر کے لایئے

﴿عبدالکریم خالد﴾

دل جس کو ڈھونڈتا ہے وہی درمیاں نہیں
وہ جانِ جاں وہ مہرباں وہ میزباں نہیں

سارے جہاں میں علم و ہنر بانٹتا ہے جو
اپنے وطن میں اس کے لئے ہی اماں نہیں

﴿راجہ نذیر احمد ظفر﴾

آنے والوں کو یہاں گلبار کرنا چاہیئے
زینہ زینہ عاشقِ دلدار کرنا چاہیئے

دل فراقِ یار میں بیدار کرنا چاہیئے
روز راہِ یار میں ہی زار کرنا چاہیئے

عشق صبح و شام کرنا چاہیئے ہے آپ سے
آپ ہی کو ہم نشیں اے یار کرنا چاہیئے

دل میں رہیئے جان بن کے آیئے جی آیئے
آپ سے ہی ہر کسی کو پیار کرنا چاہیئے

آپ کی ہر بات پہ پلکیں بچھاتے جایئے
اس جان کو قربانِ راہِ یار کرنا چاہیئے

اس زمیں کو انتظارِ یار میں پھر آج کل
اک نئے انداز میں گلزار کرنا چاہیئے

﴿سید محمود احمد شاہ﴾

تمھارے چہرہ کو جب بھی دیکھیں تو اس کو ماہ جبین کہنا
مہکتے بادل کی ہر گھٹا کو تری ردائے متین کہنا

تمھارے آنسو نے کر دیئے ہیں وفا کے سارے دیئے ہی روشن
ہمارے جذبوں، عقیدتوں کو ملا ہے نورِ یقین کہنا

تمھارے عزمِ صمیم و راسخ نے ہم کو مسحور کر دیا ہے
ہمیں یہ واجب ہے آج تجھ کو بشارتوں کا مبین کہنا

تری محبت کا چاند سورج سروں پہ قائم رہے ہمیشہ
ہمیں بھی جوش آ گیا ہے تجھ کو محبتوں کا امین کہنا

یہ فاصلے بھی سمٹ ہی جائیں گے ایک دن ہے یقین مجھ کو
تو دور رہتے ہوئے بھی واللہ رہا ہے دل کے قرین کہنا

جو آنسو تو نے گرا دیئے ہیں وہ دل کی دھرتی پہ جذب ہو کر
ہماری ہستی کی شاخِ گل کو بنا گئے ہیں حسین کہنا

محبتوں کے رفیق ہو تم، عزیز ہو تم، حبیب ہو تم
تمھارے ذہن رسا کو طاہر بہت ہی کم ہے ذہین کہنا

تجھے جو کہتے ہیں لوگ کہہ لیں کسی کے کہنے سے کیا بنے گا!
ہمارے دل کی صدا ہے تجھ کو ذہین کہنا فطین کہنا

دلوں کا ہر اک کواڑ ہے وا، قرابتوں کے ندیم آ جا
کھڑا ہے راہوں پہ آج عظمتؔ ہر ایک گھر کا مکین کہنا

ڈاکٹر فہمیدہ منیر عظمت

تو ہوا جو ربوہ سے دور تر
میں ہوں منتظر تو ہے منتظر
وہ سفر نصیب کمال ہے
جہاں تو کسی کا ہو ہمسفر
تیری گفتگو میں مٹھاس ہے
تیری بات ہے پر اثر
تیرے حسن میں تو کمی نہیں
میرا عشق پنہاں رہا اگر
یہ بھی اتفاق عجیب ہے
کبھی میں اُدھر کبھی تو اُدھر
وہ زمانہ کتنا حسین تھا
تیرے رخ سے ہٹتی نہ تھی نظر
کبھی اپنے حسن کلام میں
مجھے شوق ہے مجھے یاد کر
میں اگرچہ ادنیٰ و کم نگاہ
اے بزرگ و برتر و باخبر
اے حبیب ہادیؔ کے لوٹ آ
تجھے ڈھونڈتا ہوں میں دَربدَر

﴾محمد ہادی﴿

زرد رُو ہے خزاں بہت امسال
اب کے شاید بہار آجائے
درد پیہم خمار بن جائے
بہکا بہکا خمار آ جائے
آسماں پر ہوئی تو ہے ہلچل
شاید اب میرا یار آ جائے
منتظر ہوں کھڑا ہوا طاہؔر
کس گھڑی اس کو پیار آ جائے

﴿طاہر عارف﴾

ہجر میں کرب کے پہلو نہیں دیکھے جاتے
ہم سے اس شخص کے آنسو نہیں دیکھے جاتے

اس کو محسوس بھی کرتے ہیں دل و جاں کے قریں
ہم فقط پھول کی خوشبو نہیں دیکھے جاتے

﴿ڈاکٹر پرویز پروازی﴾

نسرین و سمن، سنبل و ریحاں کی طرح ہے
وہ چہرۂ شاداب، گلستاں کی طرح ہے

مشتاق نگاہوں سے بھی ہو جاتا ہے دھندلا
وہ جسم کہ جو ماہِ درخشاں کی طرح ہے

تم تھے تو دلِ زار بھی فردوس ارم تھا
فردوس بھی اب قریۂ ویراں کی طرح ہے

تم تھے تو بیاباں میں بھی رونق تھی مگر اب
کہتے ہیں جسے گھر وہ بیاباں کی طرح ہے

تم تھے تو مری آنکھ تھی اک نور کی مشعل
اب آنکھ مری روزنِ زنداں کی طرح ہے

رشتہ ہے محبت کا بھی کیا قدرتی رشتہ
میں جسم کی مانند ہوں تو جاں کی طرح ہے

گاتا ہے جو محمودؔ ترے عشق کی دھن میں
وہ زمزمہ پریوں کے دبستاں کی طرح ہے

﴿ڈاکٹر محمود الحسن﴾

خزاں رسیدہ ہے گلشن تمہارے جانے سے
وہ رونقیں بھی گئیں ساتھ آشیانے سے

تری جدائی میں دل کس طرح نہ ہو بے چین
سکون پاتا نہیں ہر طرح لبھانے سے

ہر ایک شے پہ اداسی سی چھا گئی یکدم
بکھر گئے جو مرے خواب تھے سہانے سے

تمہارے ہجر میں بلبل نے بھی چمن چھوڑا
صدا نہ آئی چہکنے کی آشیانے سے

اب آ بھی جاؤ کہ کلیوں پہ بھی نکھار آئے
فضائیں مہکیں، تو بجنے لگیں ترانے سے

فسردہ چہرے کھلیں گے جو تجھ کو دیکھیں گے
بہار آئے گی ہر سمت تیرے آنے سے

﴿خلیق بن فائق﴾

کبھی تو ہونگی دعائیں پوری کبھی تو دل کو سکوں ملے گا
کہ دیکھنا تب مزے اڑائیں گے وصل کے ہم اے اہل مشرق

زہے مقدر اے خوش نصیباں دعا ہے لمحہ وہ جلد آئے
کہ آسماں پر وہ ''چاند تارے'' دوبارہ آئیں اے اہل مشرق

خدا کی نصرت ہے ساتھ اپنے قدم قدم پر دعائیں اس کی
وہ جس کی باتوں میں دلکشی ہے وہ ''نور'' چہرہ ہے اہل مشرق

﴿عالیہ نعیم﴾

برکھا جو ذکرِ یار کی برسی تمام رات
کھیتی وفا و عشق کی پنپی تمام رات
قلب حزیں کی شدت درد و الم میں خوب
آہ و بکا و کرب میں گزری تمام رات
درد فراق یار کہ جاں تک اتر گیا
مئے اشک آنکھ سے ٹپکی تمام رات
جب دشت غم میں کھو گئی تنہائیوں کی شام
پھر یاد ہجر یار میں مہکی تمام رات

﴿مبارک احمد ظفر﴾

کلی کلی ہے مضمحل، روش روش اداس ہے
وہ باغباں کہاں گیا کہ تھا جو زینت چمن
وہ خوش بیان اٹھ گیا ، وہ دور ختم ہو گیا
وہ بات ختم ہوگئی کہاں ہے لذتِ سخن
جو قوم کا نصیب تھا، جو پیار کا نقیب تھا
دلوں کے جو قریب تھا اسی کو ڈھونڈتا ہے من
میرے حبیب کیا کہوں تجھے، تیرے فراق میں
ہیں دل یہاں دھواں دھواں تو تار تار پیرہن
میری وفا کی ہے گواہ میری سوزش دروں
میری یہ دل گرفتگی، یہ میری آنکھ کی چبھن
میری نظر میں آج بھی ہے تیرے حسن کی ضیاء
ہیں اب بھی میرے ذہن میں وہ چشم و ابرو و دہن
مجھے ہیں یاد آج بھی وہ تیری مسکراہٹیں
تری جبیں پہ وہ تری شگفتگی کا بانکپن
تری ادائے دل نشین، تری نگاہِ دور بیں
تری وہ خوش بیانیاں وہ تیرا داؤدی لحن

برائے دینِ مصطفےٰؐ تری وہ بے قراریاں
برائے قومِ مصطفےٰؐ تری تڑپ، تری لگن

غلط، کہ تیری قوم اب وفا شناس نہ رہی
مگر بجا، کہ کچھ بدل گیا ہے، ظاہری چلن

نگاہ و دل کے زاویے ہیں رخ ذرا بدل گئے
دلوں کو بھا رہی ہے خوبیٔ جہانِ مکر و فن

مگر مقامِ شکر ہے کہ ہے ہمارے درمیاں
وہ جس کو تو سکھا گیا ہے پاسداریٔ چمن

اسی کے دم سے اب بھی ہیں وہ برکتیں نصیب میں
کہ جن سے دور ہو رہی ہے فکر و یاس کی گھٹن

علاوہ اس کے اور کیا یہ میرا دل دعا کرے
یہ برکتیں ہوں دائمی خدا کرے، خدا کرے

﴿صاحبزادی امۃ القدوس بیگم﴾

آ جاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز
یہ سلسلہ ربط بہم صبح و مسا ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روز قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے

﴿کلام طاہر﴾

تنہائی پوچھے تیرا، بتا! کیا جواب دوں
اس بے قرار دل کو بتا! کیا جواب دوں

بہتے ہیں تیری یاد میں آنسو جو اس قدر
پوچھے یہ چشم نم تو، بتا! کیا جواب دوں

موسم بدل رہے ہیں نگاہوں کے سامنے
گر ہو خوشی نہ مجھ کو، بتا! کیا جواب دوں

ہر شب تری جدائی میں شکوہ کناں رہی
ہر صبح تیرا پوچھے،بتا! کیا جواب دوں

کیا ہے قصور میرا جو ہے اس قدر سزا
دل پوچھتا ہے مجھ سے، بتا! کیا جواب دوں

﴿فوزیہ صادق﴾

ان کے گھر وصل کے مہتاب نہیں آتے ہیں
وہ جنہیں ہجر کے آداب نہیں آتے ہیں

آتے جاتے ہیں خزاں اور گلوں کے موسم
لوٹ کر دوست و احباب نہیں آتے ہیں

تجھ کو جانا ہے دل و جان کا مالک جاناں
اس سے زیادہ ہمیں القاب نہیں آتے ہیں

لپٹے ہوں اطلس و کم خواب میں خوشبو کی طرح
اس طرح کے تو ہمیں خواب نہیں آتے ہیں

اس نے تو مہدیٔ دوراں کے قدم چومے تھے
آپ کیوں خطۂ پنجاب نہیں آتے ہیں

آنکھ کی بستی وہ بستی ہے جہاں پر قدسیؔ
بارشیں ہوتی ہیں، سیلاب نہیں آتے ہیں

﴿عبدالکریم قدسی﴾

اک میں ہی کہاں تنہا تجھ حسن کا قیدی ہوں
عالم ہیں اسیری میں تیری سرو تنی کے

ہر راہ میں ہر آن مسلسل ہے مرے ساتھ
یہ ناز یہ انداز ہیں سب میرے غنی کے

اے نور مجسم یہ کرم خاک پہ تیرا
قربان ہر اک حسن تری حسن ظنی کے

سب تیرے فسانے ہیں سب تیرے زمانے ہیں
گل پیراہنی کے تو کبھی گل بدنی کے

ہجرت میں جو تقدیر نہاں تھی وہ عیاں ہے
دنیا کے مقدر تھے تری بے وطنی کے

﴿مظفر منصور﴾

تیری یادوں سے ہے رونق میری تنہائی میں
وقت آئے بھی جو مشکل کا تو ٹل جاتا ہے

تنگ آجاتا ہوں میں ہجر سے گاہے لیکن
اک خیال آتا ہے اور آ کے بدل جاتا ہے

گو دل زار ہے محروم تری قربت سے
پر ترے پیار بھرے خط سے بہل جاتا ہے

غم دیا آپ نے تو صبر کی تلقین بھی کی
یاد آتی ہے نصیحت تو سنبھل جاتا ہے

اپنے محبوب کی شفقت پہ ہے نازاں شبیر
جس کا ہر لطف مرے شعر میں ڈھل جاتا ہے

﴿چوہدری شبیر احمد﴾

یہ رات ہے تو رات بسر ہو کے رہے گی
پھیلے گا اجالا تو سحر ہو کے رہے گی
کب تلک ہے بھلا چشم فسوں ساز پہ در بند
اترے گا فسوں سب کو خبر ہو کے رہے گی
منظر جو سہانے تھے کبھی مٹ نہیں سکتے
صورت وہی پھر پیشِ نظر ہو کے رہے گی
اک لَے تھی کہ جس لَے پہ تھا گردش میں زمانہ
محفل وہ بپا بار دگر ہو کے رہے گی

﴿حمید المحامد حامد﴾

آئینے ملتجی ہیں پھر ان میں
وہ رخ تاب دار آ جائے
چاند پر دکھ کا نہ رہے ہالہ
عافیت کا حصار آ جائے
آ دبے پاؤں اس کو دیکھ آئیں
کچھ ہمیں بھی قرار آجائے
قلزم ہجر چھوڑ کر عاؔبد
چاند دریا کے پار آ جائے

﴿مبارک احمد عابد﴾

وہ تیرا پگدار وہ تیرا مالک شہزادہ جب
لوٹ کے آئے گا تو کھل کر دل کی باتیں کہنا

تیرے پاس امانت ہیں یادوں کے زیور جتنے
دنیا بھر میں کس کے پاس ہے ایسا پیارا گہنا

وصل کے پھولوں سے مہکے گا تیرا سونا آنگن
ہجر کے موسم نے بھی اک دن آخر کوچ ہے کرنا

غم کی رات ہے بیشک لمبی لیکن رات ہے آخر
کچھ بھی ہو اس کا ہے مقدر آنا اور گذرنا

﴿عبدالکریم قدسی﴾

جیسے ظلمت میں کوئی شمع جلا دی جائے
ہر بجھے دل کو کچھ اس طرح ضیاء دی جائے

جن کے ہاتھوں سے کئی بار ثمر کھائے ہوں
ان کی اب یاد بھلا کیسے بھلا دی جائے

دل کے زخموں کا اسی طرح مداوا ہوگا
''مرہم عیسیٰ'' سی اب کوئی دوا دی جائے

﴿خواجہ عبدالمومن﴾

کلیوں سے رنگ گل کی قبا ساتھ لے گیا
اک شخص گلستاں کی ادا ساتھ لے گیا

محفل میں زندگی کی رمق ہے نہ روشنی
وہ جاتے جاتے جیسے دیا ساتھ لے گیا

اب اس کے بعد حبس کا موسم ہے اور ہم
وہ شخص جیسے باد صبا ساتھ لے گیا

رفتار مدعا سے دعا روٹھ سی گئی
وہ کیا گیا کہ حرف دعا ساتھ لے گیا

جانا تو اس کا سچ ہے مگر یہ نہیں کہ وہ
سر سے محافظت کی ردا ساتھ لے گیا

اس کی عطا سپاہ دعا اردگرد ہے
گو دل سے دھڑکنوں کی صدا ساتھ لے گیا

پاتا ہوں اس کے ساتھ میں خود کو جگہ جگہ
قدسی وہ میرے دل کی رضا ساتھ لے گیا

﴿عبدالکریم قدسی﴾

جو قلم کار ہے لکھاری ہے
موسم ہجر اس پہ بھاری ہے

میری جاں کی نہ فکر کر پیارے
مجھ کو تو تیری جان پیاری ہے

صرف میں جانتا ہوں تیرے بعد
ایک اک لمحہ کتنا بھاری ہے

گلستاں چھوڑنا شکست نہیں
اب بھی کانٹوں سے جنگ جاری ہے

﴿عبدالکریم قدسی﴾

میں کیسے کروں ہجر کا تذکرہ
کہ یہ میری اپنی ہی غفلت تو ہے
ابھی آئے گا مسکراتا ہے
اسے مسکرانے کی عادت تو ہے

﴿چوہدری محمد علی﴾

ہائے یہ کیسے پیار میں لمحات آ گئے
آہٹ ذرا ہوئی تو لگا آپ آ گئے
دل لذتِ قرار سے محروم ہو گیا
آداب بے کلی کے ہمیں تم سکھا گئے
راتوں کو اٹھ کے رونا ہمیں راس آ گیا
دن بھر کی کوفتوں کو چند آنسو مٹا گئے
ناصح کا ہے خیال جدا ہم کو کر دیا
حالانکہ ہم تو اور بھی نزدیک آ گئے
کچھ اور بڑھ گئی ہیں جدائی سے قربتیں
آنکھوں سے دور ہو کے دلوں میں سما گئے
ہر شعر ہر خیال تمہارے ہی نام ہے
تم غافلوں، گنواروں کو شاعر بنا گئے
اب آ بھی جاؤ دید کو آنکھیں ترس گئیں
آ جاؤ دن بہار کے پھر جا کے آ گئے

﴿راشدہ مجید﴾

بھرم ہم غریبوں کا رکھ لے خدایا
سبھی کچھ تمہارے ہی در سے ہے پایا

جو تیری وفا کی ہیں باتیں بتاتے
رہے سر پہ قائم سدا ان کا سایہ

تکالیف سہنا اسیروں نے سیکھا
مگر ان دکھوں کا ثمر سب نے کھایا

وہی جان محراب و منبر خدایا
یہ مژدہ سنا دے کہ پھر لوٹ آیا

نظر منتظر کی بھی پتھرا گئی ہے
کرو واپسی کے اشارے خدایا

وہ جن سے زمانے نے رحمت ہے پائی
رہے ان کی امت پہ رحمت کا سایہ

﴿درثمین طاہر﴾

پھیرا وطنا ول پا سجناں
کدی موڑ مہاراں آ سجناں
بھانویں آ کے فیر ٹر جاویں تو
گھر اپنا ویکھ تے جا سجناں
پھیرا وطناں وَل پا سجناں ....

بوئے بند زنگار تے تالے نیں
کدی روندے پئے پر نالے نیں
کندہاں کنوں اڈیکدیاں پیاں؟
کجھ مکڑیاں نے کجھ جالے نیں
پھیرا وطناں وَل ....

پھل بوٹے نئیں گلزاراں نئیں
ساڈے باغاں وچ بہاراں نئیں
سارے مالی پئے اڈیکدے نیں
دکھ انہاں دے وچ شماراں نئیں
پھیرا وطناں وَل ....

ترا شہروی ہو یا جواں دے ہن
غم خوشیاں دی پہچان وے ہن
روز ہولے جئی پچھ لیندا وے
کدوں آون دا فرمان دے ہن

پھیرا وطناں وَل ....

تہانوں دیکھ کے خوش ہونے واں
کدی چھپ چھپ کے اسی رونے واں
جندڑی نال ٹھیکہ کس دا وے
سدھراں دے ہار پرونے واں

پھیرا وطناں وَل ....

کدی توں وی ساہنوں دیکھیں گا؟
اپنی اکھیاں نوں سیکیں گا!
کدوں آویں گا مل بیٹھیں گا
اے جدائی والی صف لپیٹیں گا

پھیرا وطناں وَل ....

کدوں گلیاں اسی سجاواں گے
کدوں تینوں کول بلاواں گے
کدوں گجرے ہار پرowاں گے
کدوں مل کے عید مناواں گے
پھیرا وطناں وَل ....

اسی وچ تندوراں سک گئے آں
اسی یوسف بن کے وِک گئے آں
اک کھوہ تے اک تندور سہی
اک لمبا پینڈا چھک گئے آں
پھیرا وطناں وَل ....

کدی آ سجناں کدی جا سجناں
نہ خوشیاں نوں ترسا سجناں
اسی ننگی پیریں ہو گئے آں
کدی نہ جاون نو آ سجناں

پھیرا وطناں وَل پا سجناں
کدی موڑ مہاراں آ سجناں

﴿ڈاکٹر فہمیدہ منیر﴾

جب غم کی آندھی اٹھتی ہے
جب دکھ کی گنگا بہتی ہے
جب اندھیارا چھا جاتا ہے
جب دن کجلا سا جاتا ہے
جب آنکھ سے ساگر بہتا ہے
تب دل دکھ سے چلاتا ہے
کہ ......! آقا! تم کب آؤ گے؟
جب پیش عدالت ملزم کو مجرم ٹھہرایا جاتا ہے
تعزیر سنائی جاتی ہے
میعاد بتائی جاتی ہے
پر ہم تو ایسے ملزم ہیں جو بے انصاف ہی مارے گئے
ناحق بے جرم ہی پکڑے گئے، قعر زنداں میں اتارے گئے
کبھی آ کر دیکھے تو کوئی، ہم سا بھی کوئی ناشاد نہیں
ہم ایسے بے بس قیدی ہیں کہ جن کی کوئی میعاد نہیں
اپنی زخمی نظریں تو افق کے پار ادھر کچھ ڈھونڈتی ہیں
پھر چھم چھم نیر بہاتی ہیں، خاموشی میں چلاتی ہیں
کہ......! آقا! تم کب آؤ گے؟

اک تیرے جانے سے، نظارے پھیکے پھیکے لگتے ہیں
سب رنگ اذیت دیتے ہیں، گل کانٹے بن کر چبھتے ہیں
اللہ کے حضور جھکو گے جب، میرا بھی حال سنا دینا

وہ جانتا ہے میرے دل کی تڑپ
تم اپنی ساتھ ملا دینا
میری سخت پریشاں حالی کو
تم اپنے دکھ میں سما دینا
یہ حالت خود ہی پکارے گی
خاموشی آپ صدا دے گی

کہ ......! آقا! تم کب آؤ گے؟

﴿امۃ الاعلیٰ ماہم﴾

تمام رات دید کے لئے تھا رت جگا ہوا
کہ قلب مضطرب کو کوئی تیرے بن نہ کل پڑے

تمہارے انتظار کا خمار اس قدر چڑھا
کہ جام شوق دید کے پڑے پڑے اچھل پڑے

﴿مبارک احمد ظفر﴾

کل رات جو دیکھی تھی عجب رؤیا تو میں رویا
وہ مجھ سے گلے مل کے جو رویا تو میں رویا

میں نے جو مسافر کی تھکن گود میں رکھ لی
اس نے میرے دامن کو بھگویا تو میں رویا

موتی تیری یادوں کے جو بکھرے تو ہنسی آئی
پلکوں سے جو یادوں کو پرویا تو میں رویا

کٹیا کی تو قسمت میں تھا بارش سے گلے ملنا
سیلاب نے بستی کو ڈبویا تو میں رویا

اظہار نے رستہ تو بنانا تھا بہ ہر طور
وا ہو نہ سکے جب لبِ گویا تو میں رویا

بے چینی مقدر میں لکھی تھی میرے قدسؔی
جب میری طرح وہ بھی نہ سویا تو میں رویا

﴿عبدالکریم قدسی﴾

ہجر میں جو بھی عید گزری ہے
اک قیامت مزید گزری ہے

درد میں جو گھڑی بھی بیتی ہے
صد مبارک، سعید گزری ہے

دیکھتے سنتے ان کو غَیبت سے
ایک مدت مدید گزری ہے

دے گئی ہے حیاتِ نو ہم کو
جو قیامت شدید گزری ہے

خطبۂ عید سب جہاں میں ایک
کیسی عید سعید گزری ہے

راجہ نذیر احمد ظفر

جو آؤ تو رستے میں آنکھیں بچھاؤں
تجھے داستانِ محبت سناؤں
غمِ ہجر کا ضبط دل سے تصادم
عجب صورتِ حال ہے کیا بتاؤں
تصور میں تصویر بزم محبت
بڑی خوبصورت ہے کیونکر بھلاؤں
دعا ہے شبِ ہجر اب بیت جائے
سحر ہو تو سورج پہ قربان جاؤں
رواں زندگانی تیرے نور سے ہے
میں اس نور میں اپنی دنیا بساؤں
جہاں تو مکیں ہے سبھی کچھ وہیں ہے
بنا تیرے محفل کو بے جان پاؤں
حصولِ محبت کی اس جستجو میں
زمانے کا ہر نقش ہادیؔ مٹاؤں

محمد ہادی

دیوار کی تصویر ہوئے عشق کے مارے
واللہ! کوئی ہجر میں اتنا بھی نہ مارے
اک شہر کہ ویران ہوا ہے ترے غم سے
ہوتے ہی نہیں اس میں بنا تیرے گزارے
ہم تم کو جو دیکھیں گے تو کیا ہوں گے نظارے
تم ہم سے یہ پوچھو گے، کہاں کھو گئے پیارے
روشن ہے ہوا عشق کا سورج مرے اندر
دیدار میں کھوئے ہوئے ہیں چاند ستارے
تم ہم سے جو پوچھو گے، کہ مانگو مرے پیارے
ہم تم سے کہیں گے، اے مرے دل کے سہارے
سینے سے چمٹنے کا مجھے اذن عطا ہو
ٹوٹیں جو مری روح میں ہیں غیر سہارے
دامن کا کوئی ٹکڑا، جو آغوش میں لے لے
کچھ دید کا سرمہ ہوجو آنکھوں کو سنوارے
زخموں کو مرے ہجر کے زخموں میں اتارے
وہ درد عطا کر دو جو ہر درد کو مارے
شعروں میں پروئے ہیں یہ جذبات ہمارے
خوابوں کے سوا اپنے نہیں کوئی بھی چارے

محمد مقصود احمد منیب

تیری ہر یاد کو سینے سے لگائے رکھا
دشتِ فرقت کو بھی گلزار بنائے رکھا

پیچ در پیچ مسائل تھے غمِ جاناں کے
جن کو ہم نے غمِ دوراں میں چھپائے رکھا
تیرے آنے کی خبر سچ تو نہیں تھی پھر بھی
اک دیا در پہ سرِ شام جلائے رکھا
بزمِ ہستی میں ترے حسن کے بہلاوے میں
ہم نے پھول کو ہونٹوں سے لگائے رکھا

حجلہ دل میں ترے عکس کی حرمت کے لئے
داغ ہر زخم کا سینے پہ سجائے رکھا

﴿نصیرالدین شیخ﴾

اس بستی کا رکھوالا کب آئے گا
سب پھولوں کے ہار بنا کر بیٹھے ہیں

﴿عبدالصمد قریشی﴾

شہر سر سبز میں برسات کا موسم آیا
ایسا لگتا ہے طلسمات کا موسم آیا

ہاں وہی بات کہ جو وقت کا پابند نہیں
آج لگتا ہے کہ اس بات کا موسم آیا

تیرے دیدار کی امید کا سامان ہوا
پھر مری ذات میں جذبات کا موسم آیا

پھر زمانے نے محبت کو سمجھنا چاہا
پھر میرے سیدؑ و ساداتؑ کا موسم آیا

جب بھی زخموں میں مہکنے کی تمنا جاگی
ہر طرف تیرے خیالات کا موسم آیا

شاید اس جسم کو پھر چوم کے آئی ہے ہوا
ہر طرف جس سے کرامات کا موسم آیا

جگمگاتے ہوئے پردیس میں بھی تیری قسم
یاد ہم کو ترے دن رات کا موسم آیا

﴿آصف محمود باسط﴾

زمین جب بھی ہوئی کربلا ہمارے لئے
تو آسماں سے اترا خدا ہمارے لئے

انہیں غرور کہ رکھتے ہیں طاقت و کثرت
ہمیں یہ ناز بہت ہے خدا ہمارے لئے

تمہارے نام پہ جس آگ میں جلائے گئے
وہ آگ پھول ہے وہ کیمیا ہمارے لئے

بس ایک لَو میں اسی لَو کے گرد گھومتے ہیں
جلا رکھا ہے جو اس نے دیا ہمارے لئے

وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے
وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لئے

وہ نور نور دمکتا ہوا سا اک چہرہ
وہ آئینوں میں حیا ہی حیا ہمارے لئے

درود پڑھتے ہوئے اس کی دید کو نکلیں
تو صبح پھول بچھائے صبا ہمارے لئے

عجیب کیفیتِ جذب و حال رکھتی ہے
تمہارے شہر کی آب و ہوا ہمارے لئے

دیئے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے

زمین ہے نہ زماں، نیند ہے نہ بیداری
وہ چھاؤں چھاؤں سا اک سلسلہ ہمارے لئے

سخن وروں میں کہیں ایک ہم بھی تھے لیکن
سخن کا اور ہی تھا ذائقہ ہمارے لئے

﴿عبیداللہ علیم﴾

اک زماں کے بعد ہم آغوش جب اس سے ہوئے
کیا بتائیں جسم اپنا درمیاں کیسا لگا
ہاتھ ہاتھوں میں لیا اس کا تو ہم کیسے کہیں
ہاتھ میں آیا ہوا سارا جہاں کیسا لگا
جیسے ہر اک سانس میں کھلنے لگے لاکھوں چمن
دیکھنا، دل کو بہاروں کا سماں کیسا لگا
پہلی پہلی بار سورج دیکھنے والو، کہو
یہ زمیں کیسی لگی اور آسماں کیسا لگا

﴿آصف محمود باسط﴾

ترا پھول پھول چہرہ میں سدا بہار دیکھوں
وہ گھڑی کبھی نہ آئے تجھے بیقرار دیکھوں

اے مکین دل تجھی سے ہے جہانِ دل کی رونق
مری دھڑکنیں دعا دیں تجھے برگ و بار دیکھوں

تری دید سے سوا ہو مرا شوق دید ہر پل
کہے چشم نم مچل کے تجھے بار بار دیکھوں

کبھی خواب بن کے اترے میرے صحن دل میں جب تو
دل خانہ سیاہ کو بصد افتخار دیکھوں

تری دید کا یہ عالم نہیں آنکھ کو گوارا
گل رخ پہ آئے شبنم تجھے اشکبار دیکھوں

شبِ ہجر میں تو آخر آئے گا چاند بن کر
پئے دلبرا میں کب تک رہ انتظار دیکھوں!

ترے عشق کی منادی سے نہ رُک سکوں گا ہرگز
سرِ دار جھول جانا گو ہزار بار دیکھوں

اے مرے حبیب آقا تجھ کو شفا مبارک
تجھ پہ خدا کی رحمت یونہی بے شمار دیکھوں

﴿ضیاء اللہ مبشر﴾

برسیں بیتیں دیس کو چھوڑے اب تو گھر لوٹ آؤ جی
بے کل ہیں، بے چین ہیں سارے اب نہ بہت تڑپاؤ جی

سانس کی دوڑی ٹوٹ نہ جائے اس کا بھروسہ کچھ بھی نہیں
اور بھی کب تک راہ تکیں ہم کچھ تو ہمیں بتلاؤ جی

راستہ چلتے چلتے اب تک کتنے ساتھی بچھڑے ہیں
منزل اتنی دور ہوئی کیوں یہ تو ہمیں بتلاؤ جی

گھر سے نکلے، دیس بھی چھوڑا، مڑ کے نہ دیکھا سجنوں کو
ہم بھی روٹھ گئے ہیں تم سے اب نہ بہت یاد آؤ جی

ہم نے تو برہا کی گھڑیاں جوں توں کر کے بتائی ہیں
ہم کو اپنی فکر نہیں تم اپنا حال سناؤ جی

دیس کے کونے کونے میں ہیں میت تمہارے کتنے اداس
آ کر ان کو ڈھارس دو اور ان کی آس بندھاؤ جی

چاروں اور ہے دیوالی سی سب نے دیپ جلائے ہیں
اک سپنا دیکھا ہے ہم نے اس کا بھید بتاؤ جی

سلیم

کاش تم کبھی لوٹ کر آؤ
گزرے لمحے سمیٹ کر لاؤ

قربتوں کے وصال کے لمحے
جذبہ بے مثال کے لمحے

انتہائے جمال کے لمحے
زندگی کے کمال کے لمحے

چاہتوں کے ملال کے لمحے
روٹھ کر انفعال کے لمحے

راحت جاں، تصور بے جاناں
وہ طلسم خیال کے لمحے

ہائے وہ انتظار کی گھڑیاں
ساتھ صد احتمال کے لمحے

اشک بے اختیار کی لڑیاں
پرسش و عرضِ حال کے لمحے

وقت کیوں لے گیا ہے ماضی میں
جنہیں میں سمجھا حال کے لمحے

میرے ہو کر بھی جو میرے نہ ہوئے
وہ مرے ماہ و سال کے لمحے

کاش تم کبھی لوٹ کر آؤ
اور وہ لمحے سمیٹ کر لاؤ

﴿عبدالمنان ناہید﴾

یہ لمحے انتظار کے
خیال بے قرار کے
جو شب کے پنجۂ ستم میں کٹ رہے ہیں دیر سے
یہ لمحے جن کی داستاں
طویل سے طویل تر
حقیقتوں کے روپ میں
عظیم سے عظیم تر
مرے دلِ فگار کے
یہ لمحے انتظار کے
خیال بے قرار کے

﴿ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر﴾

تیری یاد سے رہیں بے خبر میرے ایسے صبح و مسا نہیں
میری آنکھ سے رہے دور تو، میری روح سے تو جدا نہیں

میرا مدعا تیرا قرب ہے، میرے آنسوؤں کا علاج ہے
زخم اس کے جز جو بھرے مرے کوئی شہر میں تو دوا نہیں

میرے رات دن کے یہ سلسلے تیری ذات سے تھے جڑے ہوئے
تیرے در سے جب سے جدا ہوئے، ہمیں رات دن کا پتہ نہیں

کوئی صبح فصلِ بہار ہو کوئی عطر بیز ہی آئے یاں
میرے صحن دل میں بھی کھل اٹھے وہ جو پھول پہلے کھلا نہیں

تیری فرقتوں کے یہ مرحلے میرے دل پہ ہیں کوئی نیشتر
تیرا ہجر ہی میرا درد ہے کوئی درد اس سے سوا نہیں

﴿طارق محمود سدھو﴾

کتنے چہرے کھل اٹھے ہیں اُس کا چہرہ دیکھ کر
کتنے مردے جی اٹھے ہیں اس کا جلوہ دیکھ کر

اہل ربوہ جی رہے ہیں جس کا رستہ دیکھ کر
شکر کے سجدوں میں ہونگے اسکو اچھا دیکھ کر

روتے روتے ہو گئے غم میں جس کے جاں بلب
اب خوشی سے کھل رہے ہیں اس کو ہنستا دیکھ کر

ایلی ایلی کہہ اٹھے تھے غم کی سولی پر جو لوگ
اللہ اللہ کر رہے ہیں اس کو آتا دیکھ کر

اس خوشی کے ساتھ خوشیاں اور بھی آنے کو ہیں
لوگ کر لیں گے یقیں موسم بدلتا دیکھ کر

﴿مقصود الحق﴾

جب اس کا عکس پڑا دل کے آبگینوں پر
وہ رنگ بکھرے یقیں آ گیا قرینوں پر

وہ پاس تھا تو عدم بھی وجود لگتا تھا
وہ کھو گیا تو مری ذات تھی دفینوں پر

وہ رات تھی کہ بدن ہو گئے شکن آلود
جگر کا خون دمکتا رہا جبینوں پر

ہزار اشکوں سے کاٹی شبِ فراق و الم
تو صبحِ وصل فروزاں ہوئی زمینوں پر

وہ شخص شہر محبت میں لوٹ آیا ہے
مثال ابر کرم چھا گیا مکینوں پر

وہ چاند ابھرا فضاؤں میں روشنی لے کر
وہ چاندنی، کہ اتاری گئی شبینوں پر

غموں کی رات سمٹنے لگی کناروں سے
اتر گئے وہ جو بھاری تھے بوجھ سینوں پر

کمالِ حسنِ نظر ہی نہیں ہے اُس کا وجود
وہ استعارہ بنا حسن کا نگینوں پر

﴿ڈاکٹر حافظ فضل الرحمان بشیر﴾

تسی اکھیاں وچ سما جاؤ
میرے دل دا روگ مٹا جاؤ
اک وار تے شکل وکھا جاؤ
ہن رحم دی خیر تے پا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

تیرے عشق وچھوڑے پائے نیں
کنے گل سجناں کٹوائے نیں
کنے سولی چک چڑھائے نیں
ساڈے عشق دا مل تے پا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

تساں نال محبت لائی سی
تساں عشق دی راہ دکھائی سی
میرے دل وچ اَگ اِک لائی سی
اس اَگ نوں اَج بجھا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

اک ہجر قیامت ڈھائی اے
اک ویریاں آخر چائی اے
کدی رات نوں نیند نہ آئی اے
کوئی دیپک راگ سنا جاؤ
تسی پل دا پل تے آجاؤ
اک مست قلندر کی آکھے
اک غم دا سمندر کی آکھے
اک صبر دا پیکر کی آکھے
ہو سکے تے ہور ستا جاؤ
تسی پل دا پل تے آجاؤ
کی خبر دساں میں اج کل دی
میرے چار چوفیرے اگ بل دی
تیرے بعد ایہہ ساتھوں نئیں ٹھل دی
ایہہ آگ گل زار بنا جاؤ
تسی پل دا پل تے آجاؤ
مت چھیڑو اساں فقیراں نوں
اساں درویشاں دلگیراں نوں
اساں زلفاں دیاں اسیراں نوں
ساڈا آکے درد ونڈا جاؤ
تسی پل دا پل تے آجاؤ

تہاڈی یاد پئی تڑپاندی اے
میری روح پئی کرلاندی اے
میری بیڑی ڈب ڈب جاندی اے
اینوں آ کے پار لگا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

تسی میرے چمن دے مالی او
تسی میرے وطن دے والی او
تسی اعلیٰ او تسی عالی او
ذرا اپنی شان دکھا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

تیرے حسن جمال تے مرناں واں
تیری یاد وچ ہوکے بھرناں واں
اُمید کرم دی کرناں واں
اک رحم دی نظر تے پا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

آ جاؤ نہ میری جان ذرا
مشکل تے کرو آسان ذرا
احسن تے کرو احسان ذرا
اک رحمت بن کے چھا جاؤ
تسی پل دا پل تے آ جاؤ

﴿سید احسن اسماعیل صدیقی﴾

آقا میرے محبوب میری جاں میرے پیارے
ہم لوگ تو زندہ ہیں خدا کے ہی سہارے
مولا سے صبح و شام دعا کرتے ہیں سارے
ہم پر بھی کبھی ڈالے محبت کی نگاہیں
آ آ کہ تیری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

آنکھوں سے اگر دور ہیں وہ دل میں ہیں موجود
وعدہ ہے خدا کا کہ گھڑی آئے گی موعود
وہ ہے میرا معبود وہی ہے میرا مقصود
اک روز امڈ آئیں گی رحمت کی گھٹائیں
آ آ کہ تیری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

گو دیر ہے اندھیر نہیں ہم کو یقین ہے
وعدہ ہے خدا کا کہ ہمیں فتح مبیں ہے
قادر ہے تو مشکل تو کوئی تجھ کو نہیں ہے
کر فضل و کرم ایسے کہ وہ جلوہ دکھائیں
آ آ کہ تیری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

دشمن کے ہر اک شر سے خدا تجھ کو بچائے
ہر آن حفاظت کرے دکھ درد مٹائے
ناکامی و مایوسی عدو کو وہ دکھائے
آپ عزت و عظمت سے وطن لوٹ کے آئیں
آ آ کہ تیری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

کرتا ہے خلیق عرض تیرے در پہ خدایا
ہر دور میں ہر دکھ سے ہمیں تو نے بچایا
اور دشمن دیں کو ہے سدا نیچا دکھایا
اب ہم پہ کبھی چھائیں نہ ظلمت کی گھٹائیں
آ آ کہ تیری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

﴿خلیق بن فائق﴾

کاش ایسا بھی ہو تو لوٹ کے گھر آ جائے
جب کبھی آنکھ اٹھاؤں تو نظر آ جائے
کسی اڑتی ہوئی خوشبو کے حسیں جھونکے میں
تیرے چہرے کی وہ گلرنگ سحر آ جائے
آ بھی جا میں نے یہ دروازہ کھلا رکھا ہے

﴿سیدہ منیرہ ظہور﴾

نقل بمطابق اصل

خطبوں کے ترسے فقیر تیرے کیسٹ پہ گذارہ کرتے ہیں
اقصیٰ میں زیارت کرتے تھے اب خوابوں میں نظارہ کرتے ہیں
تسلیم و رضا کے خوگر مہر بلب جاتے ہیں جب
تصور میں پیارے آقا کی تصویر اتارا کرتے ہیں
چہرے شگفتہ نین گلابی سوز بھرے دل
جان جانِ آفریں بہت فکر تمہارا کرتے ہیں
آہ قصر خلافت میں کبھی ملاقات مصافحے ہوتے تھے
دکھ درد کی لمبی راتوں کو رو رو کے گذارہ کرتے ہیں
مبارک ایام جلسے کے پاس ہوئے اداس ہوئے
اب دیکھئے دشمن دین متین اور کیا کیا چارہ کرتے ہیں
کہیں لوگ اللہ والے ہیں کہیں شیطان نے ڈورے ڈالے ہیں
وہی جو منہ کالے ہیں یونہی شیخیاں مارا کرتے ہیں
لنگر سب پریشان ہوئے، حیران و ششدر دیگیں بھی
خموش زباں میں غور کرو! کوئی خاص اشارہ کرتے ہیں

﴿ذکاء اللہ خان﴾

اصلاح شدہ

خطبوں کے ترسے فقیر تیرے کیسٹ پہ گذارہ کرتے ہیں
اقصیٰ میں زیارت کے عادی خوابوں میں نظارہ کرتے ہیں

تسلیم و رضا کے پیکر بن کر مہر بلب جاتے ہیں جب
یادوں میں پیارے آقا کی تصویر اتارا کرتے ہیں

چہرے غمگین ہیں ، نین گلابی سوز بھرے ہیں دل لیکن
اے خالق و مالک تیرے لئے ہر رنج گوارا کرتے ہیں

وہ قصر خلافت کی رونق وہ آئے دن کی ملاقاتیں
دکھ درد کی لمبی راتوں میں بس ان کو پکارا کرتے ہیں

ایام مبارک جلسے کے جب پاس ہوئے تو اداس ہوئے
اب دیکھئے دشمن دین متین اور کیا کیا چارا کرتے ہیں

کہیں درویش اللہ والے ہیں کہیں ملاّں ڈیرے ڈالے ہیں
یہ آفت کے پرکالے ہیں اور شیخیاں مارا کرتے ہیں

لنگر کتنے سنسان ہوئے کیوں اتنے کم مہمان ہوئے
خاموش زباں پر غور کرو کوئی خاص اشارہ کرتے ہیں

﴿ذکاء اللہ خان﴾

میں گہری نیند سونا چاہتا ہوں
میں اب خاموش ہونا چاہتا ہوں

جو بچھڑے ہیں کہ روٹھے ہیں میں ان سے
گلے مل مل کے رونا چاہتا ہوں

عبید اللہ علیم صاحب مرحوم کے دو اشعار جو آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ورد زبان رہتے تھے۔